حصار
ایم اے راحت

''قیامت تک نہیں مانوں گا کہ نیکی ایمانداری، شرافت اور فرض شناسی کا صلہ نہیں ملتا۔ ملتا ہے جناب ضرور ملتا ہے۔ لیکن بہتر بات یہ ہے کہ اس صلے کا انتظار نہ کیا جائے اور اپنا کام جاری رکھا جائے۔ نادیہ صمدانی کہتی ہیں کہ اس قدر موم نہ بنو کہ تمہاری اپنی کوئی شکل ہی نہ رہے اور تمہاری نرمی سے ہر شخص فائدہ اٹھا کر ہر شخص تمہیں اپنی شکل دیتا رہے۔ نادیہ صمدانی کا اپنا نظریہ ہے، ممکن ہے اسے مجھ سے بہت پہلے ایسے کسی تجربے سے گزرنا پڑا ہو جس نے یہ نظریہ تشکیل دیا۔

نادیہ صمدانی ایک بہت بڑے اخبار کی کرائم رپورٹر ہے اور بڑی نامور کرائم رپورٹر ہے۔ میرے اور اس کے درمیان گہری دوستی ہے۔ صرف دوستی کیونکہ میں شادی شدہ ہوں۔ محکمہ پولیس میں میری ملازمت کسی سفارش کے ذریعے نہیں ہوئی بلکہ باقاعدہ مقابلے کے امتحان میں کامیابی حاصل کر کے یہ نوکری ملی پھر براہ راست ایک پوش علاقے کا ایس ایچ او لگایا گیا اور میں نے خود کو اس ذمے دار عہدے کا اہل ثابت کر کے دکھایا۔ حالانکہ میرے قریبی حلقوں نے میرے نظریات کا بہت مذاق اڑایا۔ نادیہ نے بھی نصیحتیں کیں کہ سکندر اعظم ہوش کے ناخن لو، تم سچ مچ کے سکندر نہیں ہو بلکہ صرف نام کے سکندر ہو۔ ویسے اس طرح کے نام رکھ کر والدین اپنی اولاد کا مذاق اڑاتے ہیں سمجھے، کھاؤ کماؤ عیش کرو اور اپنے ان نظریات کو تہہ کر کے صندوق میں رکھ دو۔

لیکن میں نے نہ میری بیوی عالیہ نے ان نصیحتوں سے اتفاق کیا۔ ہمیں اپنی ڈگر پیاری تھی۔ چنانچہ ہمارا گھر ایک ایس ایچ او کا گھر نہیں بلکہ صرف ایک کلرک کا گھر تھا۔ لیکن ہمارے لئے انتہائی اطمینان بخش، حالانکہ چھوٹے موٹے ایسے واقعات

ہوتے رہتے تھے جن میں مجھے حق کے راستوں سے ہٹ کر کام کرنے کے لئے کہا جاتا تھا لیکن میں نے ابھی تک ایسا نہیں کیا تھا اور اس کی وجہ سے بہت سی ناراضگیاں بھی مول لینا پڑی تھیں۔ میرے سینئر اکثر کہتے تھے۔

''بیٹے، آؤ گے...... بہت جلد پہاڑ تلے آؤ گے۔''

پھر کسی کمبخت کی کالی زبان کام کر گئی اور میں پہاڑ تلے آ گیا، بات بظاہر معمولی تھی۔ ہزاروں لوگ مرتے ہیں۔ موت مختلف طریقوں سے اپنا کام کرتی ہے۔ اس موت کی بھی اس طرح تشہیر نہ ہوتی اگر اس روز پریس میں اہم خبروں کی اتنی کمی نہ ہوتی۔ اخبارات کے پاس کوئی خاص خبر تھی ہی نہیں۔ چنانچہ صائمہ درانی کے قتل کی خبر صفحہ اول پر چھپی تھی اور اخبارات نے اسے ایک حسین ٹی وی اسٹار لکھا تھا اور اس کے بارے میں بڑھ چڑھ کر باتیں کر دی تھیں۔ حالانکہ اس نے ابھی صرف دو سیریلز میں کام کیا تھا اور پھر اخبارات کی قیاس آرائیاں تو بے مثال ہوتی ہیں۔ خبر کو سنسنی خیز بنانے کے لئے نجانے کہاں کہاں کے قلابے ملائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک اور بڑے اخبار نے اپنی تفتیشی رپورٹ میں لکھا تھا کہ صائمہ درانی ایک بہت بڑے صنعت کار اور بزنس مین عابد کھلانہ کی گرل فرینڈ تھی۔ اس سلسلے میں اخبارات کے نمائندے اس خیال کے ساتھ عابد کھلانہ سے بھی رابطہ کر رہے تھے۔ بہرحال ساری باتیں اپنی جگہ، صائمہ درانی اے کلاس ٹی وی آرٹسٹ تھی یا نہیں، عابد کھلانہ سے اس کے تعلقات تھے یا نہیں، یہ سب تو بعد کی تفتیش کی باتیں تھیں۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس نے ٹی وی ڈراموں میں کام کیا تھا وہ حسین تھی اور اس کا اپنا ایک مقام تھا جس کے بارے میں اخبارات بے شک لکھ سکتے تھے۔ ہر اخبار کی اپنی اپنی رپورٹنگ الگ الگ تھی اور اس سلسلے میں پولیس کو اپنی اپنی ذمے داریاں یاد دلائی گئی تھیں جو اخبارات کا کام تھا۔

چونکہ واردات کا تعلق میرے علاقے سے تھا اس لئے میں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ میں بہت غور و خوض کرنے کے بعد عابد کھلانہ کی عالیشان کوٹھی پر پہنچ گیا اور یہ جان کر حیران رہ گیا کہ عابد کھلانہ ان دنوں آسٹریلیا میں ہے۔ بہت بڑے لوگ بہرحال اپنے مشاغل تو اسی طرح رکھتے ہیں۔ عابد کھلانہ یہاں موجود نہیں تھا۔

اس کی تفتیش ہوگئی اور میں نے مزید معلومات شروع کر دیں۔ میری ملاقات عابد کھلانہ کے خاص ڈرائیور سے ہوئی اور اس سے مجھے کچھ مفید معلومات حاصل ہوئیں۔ عابد کھلانہ کے اس ڈرائیور کے بارے میں پتہ چلا تھا کہ تھوڑے ہی دن پہلے اسے ملازمت سے علیحدہ کیا گیا ہے۔ یہ بات مجھے عابد کھلانہ کی کوٹھی سے ہی معلوم ہوئی تھی۔ میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کر کے اس تک پہنچ گیا۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ اس نے ملازمت کیوں چھوڑ دی۔

''بس جناب! ہم لوگ تو ریس کے گھوڑے ہوتے ہیں جب تک دوڑتے رہتے ہیں، مالک کی نگاہوں میں ہمارا ایک مقام ہوتا ہے۔ میں نے ایک طویل عرصے کھلانہ صاحب کی ملازمت کی ہے لیکن میری بدقسمتی یہ کہ میری نگاہ اچانک کمزور ہوگئی ...... بس جناب ہمیں دو ٹکے کا آدمی کہہ کر نکال دیا گیا۔''

''تم نے اپنی آنکھیں کسی آئی سپیشلسٹ کو نہیں دکھائیں......؟''

''دکھائی تھیں جناب! لیکن کچھ ایسی پیچیدگی پیدا ہوگئی کہ ہماری ان آنکھوں کا علاج ممکن نہیں رہا۔''

''دیکھو دوست! کھلانہ صاحب کے بارے میں تفتیش ہو رہی ہے۔ ایک لڑکی قتل کر دی گئی ہے۔ میں اس کے سلسلے میں معلومات حاصل کر رہا ہوں۔''

وہ میری صورت دیکھتا رہا ...... پتہ نہیں بینائی کی کمزوری نے اسے میرے چہرے پر نگاہیں جمانے پر مجبور کر دیا تھا یا پھر وہ میرے چہرے کو دیکھتے ہوئے کچھ سوچ رہا تھا۔

''ایک بات کہوں آپ سے! کھلانہ صاحب اتنے برے آدمی نہیں ہیں ...... اگر کچھ کیا ہے تو اس مکار عورت نے کیا ہوگا جو کھلانہ کی بیوی ہے ...... جب میری آنکھوں میں بینائی کی کمی ہوئی تو میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے کسی اور کام پر لگا دیا جائے مثلاً مالی کی ذمے داری مجھے سونپ دی جائے جس کے بارے میں میری معلومات بھی کافی ہیں لیکن جانتے ہیں آپ سلیمہ کھلانہ نے کیا کہا......''

''یہ کھلانہ صاحب کی بیوی کا نام ہے شاید......''

''جی جی! اسی کی بات کر رہا ہوں ...... اس نے کہا کہ کمزور بینائی رکھنے والا

شخص میرے خوبصورت پھولوں کا ستیاناس مار دے گا۔ بہرحال نہیں مانی انہوں نے میری بات ...... میں نے بھی سوچا کہ اس منحوس چہرے والی عورت کا کم از کم میرا سامنا تو نہیں رہے گا، جسے دیکھ کر میں ہمیشہ آنکھیں بند کرلیا کرتا تھا اور کوشش کرتا تھا کہ صبح آنکھ کھلنے کے بعد مجھے یہ مکروہ چہرہ نہ نظر آئے۔''

''اوہو ...... اس کا مطلب یہ ہے کہ عابد کھلانہ نے بیوی کے بدصورت چہرے سے اکتا کر اگر کوئی لڑکی دوست بنا لی تو کوئی غلط کام نہیں کیا۔''

''بات یہ ہے کہ میں نے اپنے مالک کے ذاتی معاملات میں کبھی دخل نہیں دیا ...... ویسے مجھے یاد ہے کہ لڑکیاں ان کے اردگرد رہتی تھیں اور خاص طور سے پچھلے دنوں ایک لڑکی ان کے بہت زیادہ قریب تھی۔''

''تمہیں اس کا نام یاد ہوگا ......؟''

''وہ جناب ...... شاید صائمہ درانی ...... میرے مالک اس سے کافی باتیں کیا کرتے تھے اور کئی بار میں اس لڑکی کو ان کے ساتھ لے کر بازاروں میں گیا تھا جہاں لاکھوں روپے کی شاپنگ کی جاتی تھی۔

''اس لڑکی کے لئے ......''

''جی صاحب!''

یہ معلومات کافی تھیں ...... صائمہ درانی کے بھائی سے میری ملاقات ہوئی ...... وہ شہر سے باہر ایک فیکٹری میں کام کرتا تھا اور بڑا چرب زبان سا آدمی تھا ...... اس نے کہا۔

''ہاں ...... ہوا میں اڑنے کا دل کس کا نہیں چاہتا ...... لیکن انسان ہوا میں اڑ تو نہیں سکتا ...... ایسی کوشش کرنے سے ہاتھ پاؤں ٹوٹتے ہی ہیں ...... ان دنوں اس کی پرواز بہت اونچی تھی ...... وہ کافی دن قبل مجھے ملی تھی اور ان دنوں بڑا اتراتی پھرتی تھی ...... اس کے پاس انتہائی قیمتی لباس اور قیمتی زیورات نظر آنے لگے تھے جو پہلے اس کے پاس نہیں تھے ...... میں بہت پریشان تھا اس کی یہ تمام چیزیں دیکھ کر اور یہ سوچتا تھا کہ یہ سب کچھ اس کے پاس کہاں سے آ رہا ہے ...... وہ بے شک نوکری کرتی تھی لیکن اپنی تنخواہ سے اتنی قیمتی چیزیں نہیں خرید سکتی تھیں ...... خاص طور سے ان دنوں

اس کے گلے میں جو نیکلس جگمگا رہا تھا، وہ بہت قیمتی تھا ...... میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے مجرمانہ طور پر اس کی الماری کی تلاشی لی تھی۔ حالانکہ الماری بند رہتی تھی لیکن میں اس کی چابی بنوانے میں کامیاب ہوگیا تھا ...... اس کی الماری کے لاکر میں جو زیورات تھے اور خاص طور سے ہیروں کا وہ نیکلس جو ایک شاندار فرم سے خریدا گیا تھا اور اس کی رسید بھی موجود تھی ...... میں نے خفیہ طور پر معلومات حاصل کیں تو مجھے پتہ چلا کہ یہ نیکلس مسٹر عابد کھلانے نے خریدا تھا۔''

بہرحال بڑی بات تھی ...... جس گھر میں صائمہ درانی رہتی تھی اس کی مالکہ برابر والے فلیٹ میں رہتی تھی اور اس کے بارے میں پتہ چلا کہ کچھ دن پہلے وہ بھی پراسرار انداز میں اپنے کمرے میں مردہ پائی گئی تھی۔ اس کے بارے میں یہ معلومات مجھے نادیہ صمدانی نے دی تھیں وہ اخبار کی رپورٹنگ کرتی ہوئی مجھ تک پہنچ گئی تھی۔ بہرحال نادیہ صمدانی کی قربت ہمیشہ کارآمد ہوا کرتی تھی۔

''کیس تمہارے علاقے کا ہے ...... تم نے اب تک کتنے تیر مارے ہیں؟''

''میں تیر انداز نہیں ...... ایک سیدھا سادہ سا آدمی ہوں اور تفتیش کر رہا ہوں ...... بے شک میری چال کچھوے کی چال ہے، لیکن تم دیکھ لینا میں صائمہ درانی کے قاتلوں تک پہنچ جاؤں گا۔''

''ویسے میں تمہیں اخبارات کے تراشے بھی دکھا سکتی ہوں اور ذاتی طور پر بھی کچھ بتا سکتی ہوں ...... سننا پسند کرو گے۔'' نادیہ صمدانی نے کہا اور میں نے فوراً اس کے لئے کافی منگوا لی۔ بہرحال اس کی ذہانت کا میں قائل تھا اور ہمیشہ اس کی باتوں پر غور بھی کرتا تھا۔ اپنے اخبار کے ذریعے وہ بھی مجھ سے تعاون کرتی تھی اور بڑا دوستانہ سا انداز تھا اس تعاون کا۔ اس نے جو انکشافات کیے وہ میرے لئے بڑے سنسنی خیز تھے۔ اس نے کہا۔

''تم اگر عابد کھلانہ کے خلاف تحقیقات کرنا چاہتے ہو اور یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ صائمہ درانی کے قاتل وہ ہیں یا نہیں تو اس کے لئے تمہیں اور بھی کارروائیاں کرنا ہوں گی ...... صائمہ درانی کے قاتل کو ابھی ہم سرعام کچھ نہیں کہہ سکتے ...... فی الحال ہم اسے ایک نامعلوم قاتل ہی کہیں گے کیونکہ یقیناً تمہیں اس بات کا علم ہوگیا ہوگا

کہ عابد کھلانہ یہاں ہے بھی نہیں ...... اس کے علاوہ اور بھی ایسی بہت سی باتیں ہیں جو تمہیں بتانی ہیں لیکن ......''

''لیکن کیا ...... ؟'' میں نے سوال کیا۔ میں نادیہ کی اس حالت سے بخوبی واقف تھا کہ وہ ہر چیز میں سودے بازی کرتی تھی۔ اس وقت بھی مسکرا کر بولی۔

''بس مجھے پوسٹ مارٹم رپورٹ کے بارے میں سب سے پہلے پتہ چلنا چاہیے۔''

میں نے اس سے وعدہ کرلیا ...... بات مخلصانہ تھی اور اس میں کوئی ہیر پھیر نہیں تھا ...... وہ اپنے اخبار کے لئے خبر چاہتی تھی اور میں نے پوسٹ مارٹم رپورٹ سب سے پہلے اسے ہی بتائی ...... وہ میرے پاس آ گئی تھی۔

''پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق اس کے معدے میں زہر کی مقدار پائی گئی ہے اور اس کی موت کی وجہ وہ زہر ہی ہے۔''

''ہاں ...... اتنا تو ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ اس نے اپنی دوست کو بتایا تھا کہ اس کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے ...... وہ فوراً اس کے لئے ڈاکٹر کا بندوبست کرے ...... اس نے سنک میں الٹی کی اور کسی قسم کی مدد کے بغیر انتقال کر گئی۔''

''ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ یہ ایک خاص قسم کا زہر ہوتا ہے جو کسی پودے سے حاصل کیا جاتا ہے اور اس کی خوبی یہی ہے کہ یہ تھوڑی دیر کے بعد اثر کرتا ہے۔ میڈیکل ایگزامنر نے اس زہر کا نام ہیلویک ایسڈ بتایا ہے۔''

''گڈ ...... تو اب میں تمہیں بتاؤں میرے عزیز دوست کہ اس نامعلوم قاتل کا پہلا شکار صائمہ درانی نہیں ہے۔''

''کیا مطلب ......؟''

''ہاں ...... وہ اس کا تیسرا یا چوتھا شکار ہے اور قتل کا یہ سلسلہ خاصے عرصے پہلے شروع ہو چکا ہے۔''

''مائی گاڈ ...... کیا تم ایک پراسرار بات نہیں کہہ رہی ہو ......؟''

''میں نہیں کہہ رہی ...... البتہ میں تمہیں اخبارات کی فائل مہیا کرسکتی ہوں ...... پہلی شکار کے بارے میں جو اندازہ ہے اس کا نام نوشابہ حمید تھا ...... اس کی موت یا

قتل کے بارے میں بہت کم لوگوں کو علم ہو سکا ...... اس کی موت کی عینی گواہ ایک بیوہ خاتون تھیں ...... جو اتفاق سے سانحے کے وقت اس کے پاس موجود تھی ...... نوشابہ حمید کی عمر تئیس سال کے قریب تھی ...... وہ شوبز میں تھی اور چھوٹی موٹی ماڈلنگ کر لیا کرتی تھی ...... ایک اچھی ڈانسر بھی تھی۔ وہ اسٹیج پر ڈانس کرنے کے بجائے پرائیویٹ پارٹیوں میں ڈانس کرتی تھی ...... ظاہر ہے اس طرح کی کوئی لڑکی نشہ وغیرہ بھی کرسکتی ہے ...... ایک رات اس کی کار ایک پل کے جنگلے سے ٹکرا گئی اور وہ موقع پر ہی ہلاک ہوگئی ...... وہ کار میں بالکل تنہا تھی اور کسی اور کی موجودگی کا کوئی سراغ ملا تھا نہ ہی اس کی کار کے انجن وغیرہ میں کوئی گڑبڑ تھی لیکن سو فیصدی اندازہ یہی تھا کہ اسے قتل کیا گیا ہے ...... بہرحال اس کے بارے میں تھوڑی بہت تفتیش تو ہوئی تھی اور میرے پیارے دوست اس کے پاس یعنی اس کے گھر کی تلاشی سے جو کچھ برآمد ہوا تھا اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اس حیثیت کی مالک نہیں تھی جس حیثیت کی نظر آ رہی تھی ...... اول تو کار جو پہلے اس کے پاس نہیں تھی اور نہ اس کا اتنا کام تھا کہ وہ اس سے کار خرید سکتی اور اس کے علاوہ اس کے پاس انتہائی قیمتی پارچہ جات اور حسین ترین زیورات اس بات کی غمازی کرتے تھے کہ ان کی اس کے پاس موجودگی کسی خاص مقصد سے تھی ...... خیر نوشابہ حمید کے بعد بازغہ کی باری ہے ...... بازغہ بھی ایک ماڈل ایجنسی سے متعلق تھی اور کمرشلز میں کام کرتی تھی ...... کئی فیشن میگزین اس کی تصویریں چھاپتے تھے اور وہ آہستہ آہستہ شہرت حاصل کرتی جا رہی تھی ...... یہی وجہ تھی کہ جب وہ پراسرار حالات میں زندگی ہار بیٹھی تو اخبارات میں اس کی خبر چھپ گئی ...... پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق اس کے معدے میں بھی کسی زہر کی آمیزش پائی گئی تھی ...... اس کے بعد غالباً صائمہ درانی کا نمبر آتا ہے ...... سمجھے، صائمہ درانی ......''

''لیکن تم پہلی دو اموات کو اس سے منسلک کیوں کرتی ہو ......؟''

''اس لئے کہ ان میں خصوصی طور پر زیورات کا رشتہ ہے۔''

''کیا مطلب ......؟''

''جس طرح صائمہ درانی کے لباس سے اور اس کی الماری کی تلاشی سے

زیورات کی وہ رسیدیں ملی ہیں جنہیں عابد کھلانہ نے خریدا تھا اسی طرح ان دونوں کے پاس سے بھی وہی رسیدیں دستیاب ہوئی تھیں۔"

"گڈ ...... وری گڈ! خیر یہ بات تو میں دل و جان سے مانتا ہوں کہ تمہاری جیسی مددگار سے فائدے ہی ہوتے ہیں ...... بہرحال میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

ان واقعات کو تھوڑے سے دن گزر گئے تھے اور میں خاصا حیران تھا اور اس حیرانی کی وجہ وہ ساری باتیں نہیں تھیں جو ابھی تک میرے علم میں آئی تھیں بلکہ کچھ نئے واقعات تھے جو اچانک ظہور پذیر ہوئے اور ان الجھنوں کو میرے ذہن تک پہنچانے میں نادیہ صمدانی کے علاوہ بھلا اور کس کا ہاتھ ہوسکتا تھا۔ اپنی کسی بھی اطلاع کا صلہ وہ فوراً وصول کرلیا کرتی تھی۔ کبھی لنچ یا ڈنر کی شکل میں کبھی کسی معلومات کے ذریعے۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے بھولے بادشاہ! اگر لارڈ میں کھانا کھلاؤ تو تمہیں کچھ مزید معلومات فراہم کی جاسکتی ہیں۔"

"حالانکہ اگر میری بیوی کو یہ پتہ چل جائے کہ میں اس طرح تمہارے ساتھ گل چھرے اڑاتا رہتا ہوں تو پتہ نہیں میرے ساتھ کیا سلوک کرے۔"

"نام مت لیا کرو میرے سامنے اس قسم کی باتوں کا ...... تمہیں مجھ سے شادی کرنا چاہیے تھی ...... پتہ نہیں کہاں جا مرے ...... اسی لئے آج تک تمہاری بیوی سے ملی بھی نہیں ہوں۔"

"میں تمہیں ملانا بھی نہیں چاہتا کیونکہ وہ ایک خالص گھریلو قسم کی عورت ہے ...... اس کے خیال میں کوئی دوسری عورت اس کے شوہر سے اس قدر بے تکلف ہو ہی نہیں سکتی جتنی بے تکلف تم ہو ...... میں اپنے گھریلو حالات خراب نہیں کرنا چاہتا۔"

"پتہ ہے ...... پتہ ہے تمہارے گھریلو حالات کا ...... اس بیچاری کو بھی تم نے اس چہار دیواری میں قید کر رکھا ہے جہاں کے بارے میں سنا گیا ہے کہ وہاں فرنیچر بھی بس ایسا ہے ...... میں کہتی ہوں آخر تم یہ اپنی نیک نیتی دوسروں پر کیوں مسلط کیے ہوئے ہو ......؟"

"تم یقین کرو نادیہ وہ پوری طرح مطمئن ہے۔"

"ہونہہ ......" نادیہ نے منہ سکوڑ کر کہا۔ بہرحال لارڈ میں میرے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے اس نے کہا۔

"یہ اندازہ بھی لگاتی رہتی ہوں تمہارے بارے میں کہ دوسروں میں اور تم میں کیا فرق ہے ...... سمجھتے تو اپنے آپ کو شرلاک ہومز ہوتے ہو گے، لیکن ہو کچھ بھی نہیں ...... انتظار کرتی رہی کہ وہ اہم بات تم مجھ سے پوچھو جو بنیادی حیثیت رکھتی ہے، لیکن تمہاری یہ سیکنڈ ہینڈ کھوپڑی ...... بس اور کیا کہوں اس کے بارے میں ......"

"کچھ اور کھانا چاہو تو وہ بھی منگوالوں ...... اس طرح مجھ پر طنز مت کرو۔"

"بھولے بادشاہ! ان رسیدوں کو تم نے کوئی اہمیت نہیں دی جنہیں اہمیت دینی چاہیے تھی ...... یعنی زیورات کی خریداری کی وہ رسیدیں جن کا میں تم سے تذکرہ کر چکی ہوں۔"

میرے ذہن میں ایک چھناکہ سا ہوا ...... واقعی وہ رسیدیں ایک اہم حیثیت رکھتی ہیں۔ میں نے کسی قدر پھیکے لہجے میں نادیہ صمدانی سے کہا۔

"بیکار سا سوال ہے کیونکہ میرے پاس صرف ایک ہی رسید ہے ...... باقی رسیدیں کہاں سے حاصل کرسکتا ہوں اور کیسے دیکھ سکتا ہوں انہیں۔"

"کھانے کے بعد جیمیز میں آئس کریم کھائیں گے ...... کیا کہتے ہو؟"

مجھے ہنسی آ گئی، میں نے اس سے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ ایک دن تم پروین بابی کی طرح پھول کر کپا ہو جاؤ گی۔"

"وہ تو مرگئی بے چاری ...... کیا تم مجھے بھی مردہ دیکھنا چاہتے ہو......؟"

"ہرگز نہیں بھائی ...... اب آئس کریم کی بات طے ہوگئی ...... آگے بولو کیوں میرے دماغ کی کھچڑی پکا رہی ہو......؟"

"وہ باقی رسیدیں میرے پاس محفوظ ہیں ...... حالانکہ اس وقت انہیں اڑانے میں میرا کوئی خاص مقصد نہیں تھا ...... بس اپنے طور پر کچھ کرنا چاہتی تھی لیکن بات ادھوری رہ گئی۔" میں اچھل پڑا۔

"کیا تم وہ رسیدیں مجھے دے دو گی......؟"

"تلاش کرنا پڑیں گی لیکن میں تمہیں اور بہت سی اہم باتیں بتا رہی ہوں مثلاً یہ کہ پچھلے دنوں ایک ایکسیڈنٹ ہوا ہے...... ایک کار جو ایک لڑکی چلا رہی تھی اور اس لڑکی کا نام صفورا نیر تھا...... صفورا نیر پہلے شوبز میں گئی تھی لیکن وہاں کچھ وقت گزارنے کے بعد اس نے وہ شعبہ ترک کر دیا اور ایک بہت بڑی جیولرز فرم میں ایک اچھے عہدے پر فائز ہو گئی...... وہ ایک خوشنما لڑکی ہے اور اکثر فرم کی طرف سے زیورات کی نمائش میں ماڈلنگ کرتی ہے لیکن صرف اسی فرم کے لئے...... اسے وہاں اچھا خاصا مقام حاصل ہے اور یہ فرم وہی ہے جس کی رسیدیں اس طرح دستیاب ہوتی ہیں...... کیا سمجھے، پچھلے دو دن پہلے اس کی کار کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا اور دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ کار عابد کھلانہ کی تھی۔"

نادیہ صمدانی لنچ ڈنر یا آئس کریم کیا اگر میرا کلیجہ مانگتی تو میں اسے نکال کر دے دیتا...... ایسی شاندار معلومات بھلا اور کہاں سے حاصل ہو سکتی تھیں۔ میں نے اس سے کہا۔

"اچھا ایک بات بتاؤ! اس سے ملاقات کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے۔"

"بالکل سیدھا سادہ۔" نادیہ صمدانی نے کہا۔

"بتاؤ بھلا کیسے......؟"

"تم فون پر اس سے بات کرو...... اس سے اپنا تعارف کراؤ...... اصل تعارف اور اسے کسی ہوٹل میں ڈنر دے ڈالو...... حالانکہ مجھے بڑی جلن ہو گی لیکن پھر بھی...... ویسے میری بات سمجھ رہے ہو نا...... عابد کھلانہ کی کار کا اس کے پاس دیکھے جانا بات کو بہت آگے تک پہنچاتا ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور پھر باقی کوششیں میں نے شروع کر دیں اور مجھے مشکل نہ ہوئی۔ میں نے ایک عمدہ سے ہوٹل کا انتخاب کیا اور صفورا نیر سے بات کی۔ میری بات کو اس نے سنجیدگی سے سنا اور میرا شکریہ ادا کر کے ہوٹل پہنچنے کا وعدہ کر لیا۔ جب میں گھر سے چلا تو میری بیوی نے مجھے محبت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بہت اچھے لگ رہے ہو اس سوٹ میں............ دیکھا تمہارے تمام سوٹوں

میں یہ سوٹ سب سے عمدہ ہے جناب...... اس لئے کہ اسے میں نے سلوایا ہے۔"

میں نے محبت بھری نگاہوں سے عالیہ کو دیکھا اور اس کا گال تھپتھپا کر باہر نکل آیا۔ بے شک ایک لڑکی کے ساتھ ڈنر کرنے جا رہا تھا لیکن اگر ایمانداری کی بات کی جائے تو کسی بھی طرح میں اپنی بیوی سے غیر مخلص نہیں تھا۔ تھوڑی بہت ہیرا پھیری تو چلتے پھرتے ہو ہی جاتی تھی۔ بعض جگہ مجبوریاں بھی ہوتی ہیں اور بعض جگہ پرانی شناسائیاں بھی۔ بہرحال میں ہوٹل پہنچ گیا۔ میں نے بالکل سیدھا راستہ اختیار کیا تھا۔ بجائے اس کے کہ میں گھما پھرا کر صفورا نیر سے بات کرتا میں نے براہ راست اسے بتا دیا تھا کہ میں کون ہوں۔ میں ہوٹل میں اپنی مخصوص میز پر بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا پھر کچھ دیر کے بعد وہ اندر داخل ہوئی۔ اس نے انتہائی خوبصورت اور قیمتی لباس پہن رکھا تھا۔ اس کے بال چھوٹے اور ریشم کی طرح چمکدار تھے اور وہ بہت زیادہ خوبصورت اور پرکشش لگ رہی تھی۔ بہرحال وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے پاس پہنچ گئی۔ اس میں بڑی کشش تھی جس کی وجہ سے ہوٹل میں بیٹھے ہوئے لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے اور ان کی نظریں اس کا تعاقب کرتی رہی تھیں۔ اس نے ہلکی سی مسکراہٹ سے مجھے ہیلو کہا اور کرسی پر بیٹھ گئی۔ میں نے ویٹرس کو بلا کر کھانے کا آرڈر دیا اور رسمی کلمات کی ادائیگی کے بعد میں نے اس سے صاف ستھرے لہجے میں کہا۔

"آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی مس صفورا نیر! میں آپ سے صائمہ درانی کے بارے میں بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔"

"ایک بات بتایئے جناب! یہ بات آپ کو کس نے بتائی کہ میرے صائمہ درانی سے تعلقات تھے۔ میں تو اسے بالکل نہیں جانتی صرف اتنا جانتی ہوں کہ ایک یا دو دفعہ وہ ہماری شاپ پر آئی تھی۔"

"گویا اس سے آپ کی ملاقات تو ہوئی تھی نا......؟"

"وہ صرف کاروباری ملاقات تھی...... ایک بار وہ ہمارے شو روم میں آئی اور اس نے انتہائی قیمتی خریداری کی...... میرا خیال ہے جس شخص کے ساتھ وہ یہاں آئی تھی وہ اس سے بھی زیادہ خریداری اسے کرا سکتا تھا۔"

"کون تھا وہ ......؟"

"یہ سوال آپ مجھ سے کر رہے ہیں ...... ویسے میں آپ کو ایک بات بتاؤں کہ صائمہ درانی کی موت میں عابد کھلانہ کا کوئی ہاتھ نہیں ہے ...... مجھے پتہ ہے کہ آپ اسی طرح سوچ رہے ہوں گے لیکن یہ صحیح نہیں ہے ...... اگر آپ عابد کھلانہ کو قریب سے نہیں جانتے......"

"واہ ! آپ کی ذہانت کی داد دیتا ہوں مس صفورا نیر ...... آپ نے تو میری پوری بات بھی نہیں سنی اور سب کچھ سمجھ گئیں ...... ویسے ایک بات بتایئے آپ اسے بے گناہ کیوں قرار دے رہی ہیں؟"

"بس ......تھوڑا سا میں بھی اسے جانتی ہوں ...... اور اس بات کا بھی آپ کو علم ہوگا کہ وہ آج کل آسٹریلیا میں ہے۔"

"ہوں ......بس اتنی سی بات۔"

"نہیں ...... بات اتنی سی نہیں ہے ...... آپ یقین کریں کہ وہ اس قدر سادہ طبیعت کا مالک ہے کہ کسی کی زندگی نہیں لے سکتا۔"

"حالانکہ اس سے پہلے اس کی مزید دو دوستیں بھی بالکل صائمہ درانی کی طرح موت کا شکار ہو چکی ہیں ...... جن میں سے ایک کا نام نوشابہ حمید اور دوسری کا بازغہ تھا۔" میں نے محسوس کیا کہ پہلی بار صفورا نیر کے چہرے میں تغیر پیدا ہوا اور وہ کچھ لمحے کے لئے سوچ میں ڈوب گئی پھر بولی۔

"میں عابد کھلانہ کو قاتل تسلیم نہیں کر سکتی لیکن آپ جانتے ہیں کہ دولت مند لوگوں کے بلا وجہ ہی کچھ لوگ دشمن بن جاتے ہیں ...... میں خود بھی عابد کھلانہ سے بڑی قربت رکھتی ہوں ...... وہ بہت ہی نرم خو اور نرم مزاج انسان ہے۔"

"مگر میں نے اس پر قتل کا الزام نہیں عائد کیا ...... ظاہر ہے فی الحال میں بھی اسے بے گناہ ہی سمجھتا ہوں ...... لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہ لڑکی جس کے ساتھ وہ دوستی کرتا ہے پراسرار طور پر ہلاک ہو جاتی ہے ...... اسے کبھی اس بات پر تشویش نہیں ہوئی ...... آخر اسے اسی انداز میں سوچنا چاہیے تھا جس انداز میں، میں سوچ رہا ہوں۔"

"آپ کیا سوچ رہے ہیں؟"

"میں آپ کو بتاؤں ......" میں نے مدہم لہجے میں کہا اور وہ میری جانب متوجہ ہوگئی۔

"میرے خیال میں یہ قاتل اس کی بیوی ہے ......" میری بات سنتے ہی صفورا کے ہاتھ کپکپا اٹھے اور چھری اور کانٹا اس کے ہاتھ سے گر پڑا ...... وہ خاصی نروس ہو گئی تھی۔

"میں براہ راست ابھی تک سلیمہ کھلانہ سے نہیں ملا ...... صرف اس کی تصویر دیکھی ہے ...... وہ دبلی پتلی اور تیکھے مزاج کی عورت معلوم ہوتی ہے ...... حالانکہ دولت مند عورتیں دبلی پتلی نہیں ہوتیں۔"

"دولت مند عورت اگر چڑچڑی اور محرومیوں کا شکار ہو تو وہ آسانی سے دبلی ہو جاتی ہے۔" صفورا نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا، پھر بولی۔

"آپ کو ایک بات میں خاص طور سے بتاؤں، عابد کھلانہ ارب پتی ہے لیکن سلیمہ کھلانہ سے شادی کرنے سے پہلے وہ صرف پتی تھے ...... وہ سرمایہ اس کے باپ کی جانب سے انہیں منتقل ہوا ہے ...... ہاں یہ الگ بات ہے کہ اس سرمائے کو چار گنا کرنے میں عابد کھلانہ ہی کا ہاتھ ہے۔"

"یعنی وہ ایک بہترین کاروباری آدمی ہے۔"

"ہاں ...... لیکن ناشکرا نہیں کیونکہ اس نے اب بھی اپنی بیوی کا ساتھ نہیں چھوڑا۔" مجھے ہنسی آ گئی، میں نے کہا۔

"ظاہر ہے وہ کسر اس کی گرل فرینڈز نے پوری کر دی ہے۔"

"اب یہ الگ بات ہے ...... زندہ رہنے کا حق تو سب کو حاصل ہے۔"

"سوچ سمجھ کر کہہ رہی ہیں یہ بات آپ مس صفورا نیر؟"

"کیا مطلب ......؟"

"اگر عابد کھلانہ آپ کا شوہر ہوتا تو آپ یہ بات کہتیں ...... میری اس بات کا برا ماننے کے بجائے ......" صفورا مسکرا دی اور بولی۔

"اگر وہ میرا شوہر ہوتا تو اسے کسی کی ضرورت کبھی محسوس نہ ہوتی۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے ......" میں نے گردن جھکا کر مسکراتے ہوئے کہا۔
ویٹر نے کھانا لگا دیا تھا، میں نے اس سے کہا۔

"سلیمہ کھلانہ کبھی سفر میں اس کے ساتھ نہیں گئی ...... وہ عابد کھلانہ کے کاروباری دوروں کے دوران ہمیشہ گھر پر رہی ...... ہوسکتا ہے اس موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے اپنے شوہر کی دوستوں سے رابطہ قائم کیا ہو ...... ظاہر ہے ایک عورت کو رقابت تو محسوس ہوتی ہی ہے ...... اس نے زہر کے ذریعے انہیں راستے سے ہٹا دیا ہو چونکہ نوشابہ حمید اور بازغہ کی موت بھی زہریلی خوراک کھانے ہی سے ہوئی۔"

"یہ بات میرے علم میں نہیں ہے لیکن میں یہ سمجھتی ہوں یہ اتنا آسان کام تو نہیں ہوسکتا۔" وہ بولی۔

"ہاں آسان ہو تو نہیں سکتا لیکن ہو بھی سکتا ہے۔ مثلاً صائمہ درانی کو ہی لے لیجئے۔ عابد کھلانہ ان دنوں آسٹریلیا میں ہیں ...... سلیمہ کھلانہ نے اسے لنچ یا ڈنر کی دعوت دی ...... ملاقات کسی ہوٹل یا گھر میں ہوئی ...... صائمہ درانی کا خیال ہوگا کہ سلیمہ غصے کا اظہار کرے گی ...... لیکن اس نے وہ کیا جو اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا۔"

"آپ کا مطلب ہے زہر ......" صفورا نیر کی آنکھیں کسی قدر خوف کا اظہار کر رہی تھیں۔

"جی ...... یہ ایک خاص قسم کے زہر کا نتیجہ ہے جسے ایک خاص نام دیا جاتا ہے۔"

"لیکن وہ زہر حاصل کرنا اتنا آسان تو نہیں ہے۔"

"ہے ...... کیونکہ وہ ایک خاص پودے میں پایا جاتا ہے اور اسے کسی مشروب یا کھانے میں ملا کر اپنے شکار کو قتل کیا جا سکتا ہے ...... سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ زہر کچھ دیر کے بعد اپنا اثر دکھانا شروع کرتا ہے۔"

"اوہ میرے خدا ...... میرے خدا ......" صفورا نے جھرجھری سی لے کر کہا، اور میں نے بات آگے بڑھا دی۔

"سو فیصدی ...... اگر میرا اندازہ درست ہے تو سلیمہ کھلانہ نے بھی یہی کیا ہوگا

...... باقی بات شاید آپ کے علم میں ہو۔"

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا ...... میری سمجھ میں واقعی کچھ نہیں آ رہا۔" صفورا پریشان ہوگئی۔ یقیناً یہ پریشانی کسی اندرونی کیفیت کا نتیجہ تھی اور آخر کار تھوڑی دیر کے بعد اس اندرونی کیفیت کا اظہار ہوگیا۔ اس سے ٹھیک سے کھانا بھی نہیں کھایا گیا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

"دیکھئے مس صفورا! ظاہر ہے میں آپ سے کسی اور قسم کی دوستی کرنا نہیں چاہتا ...... میں نے کھلے الفاظ میں آپ کو یہ بتا دیا تھا کہ میں آپ سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں اور اس کی وجہ یعنی آپ کے انتخاب کی وجہ بھی کچھ تھی۔ مثلاً وہ کار جس سے آپ نے ایک چھوٹا سا ایکسیڈنٹ کر دیا تھا ...... یہ بات میرے علم میں ہے کہ وہ کار عابد کھلانہ کی تھی ...... کیا اپنی گاڑیاں کوئی اس طرح بلا وجہ کسی کو دیا کرتا ہے ...... بہرحال میں نے آپ کو جو تفصیل بتائی آپ چاہیں تو ماضی کے بارے میں تحقیقات کر سکتی ہیں ...... زیادہ پرانی بات نہیں ہے ...... دونوں خواتین زہر خورانی کا شکار ہوئیں اور آپ کے تعلقات ......"

وہ پھٹ پڑی ...... اس کی آواز میں انتہائی خوف اور رونے جیسی کیفیت تھی۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں ...... آپ ٹھیک کہتے ہیں ...... عابد کھلانہ بہت بڑے آدمی ہیں ...... میں تو کچھ بھی نہیں ہوں ...... میرے اسٹور کے مالک سے ان کے گہرے تعلقات ہیں ...... میں نوشابہ حمید کو بھی جانتی ہوں اور بازغہ کو بھی ...... صائمہ درانی نے بھی ہمارے ہی اسٹور سے بے پناہ خریداری کی تھی ...... عابد کھلانہ جن لوگوں سے دوستی کرتے ہیں انہیں مالا مال کر دیتے ہیں لیکن یہ کیفیت میرے علم میں نہیں تھی ...... آہ، میرے خدا پچھلے کچھ دنوں سے وہ، وہ ......"

"آپ کی جانب متوجہ ہیں۔"

"ہاں ...... انہوں نے میرے ہی اسٹور سے بہت سی چیزیں خرید کر مجھے دی ہیں ...... اس کے علاوہ، مم ...... میں ...... میں، مگر مجھے یہ بات پتہ نہیں ہے۔"

میں نے صفورا کو گہری نگاہوں سے دیکھا اور پھر اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"آپ وہ خوش نصیب لڑکی ہیں مس صفورا نیر جسے وقت سے پہلے ہی عابد کھلانہ

کے بارے میں تفصیل معلوم ہوگئی ہے ...... اور میں نے یہ الفاظ بھی غلط نہیں کہے کہ اس سلسلے میں بے شک عابد کھلانہ کا ہاتھ نہ ہو ...... میرا خیال ان کی مسز کی طرف ہی جاتا ہے ...... سلیمہ کھلانہ جوش رقابت میں مسٹر کھلانہ کی ان دوستوں کو قتل کر دیتی ہیں اور اپنا راستہ صاف کرتی ہیں ...... ویسے ایک بات بتائیے ...... کیا آپ کبھی سلیمہ کھلانہ سے ملی ہیں؟''

''ہاں ...... کئی بار ......''

''یہ بات آپ کو معلوم ہے کہ ان دنوں مسٹر کھلانہ ملک سے باہر ہیں۔''

''ہاں ...... سترہ فروری کو وہ واپس آرہے ہیں۔''

''اوہ ...... آپ سے کہہ کر گئے ہوں گے۔'' میں نے سوال کیا اور صفورا نے سر جھکا لیا۔

''مس صفورا! بات خاصی مشکل ہو جاتی ہے ...... لیکن آپ کو پولیس کی مدد کرنی چاہیے ...... یہ ایک اچھے شہری کا فرض ہے ...... پھر خود آپ کی زندگی بھی خطرے میں ہے۔''

''مم ...... میں مگر ...... مم ...... میں ......''

''لازمی بات ہے کہ جب آپ کے تعلقات مسٹر کھلانہ سے اور آگے بڑھیں گے تو پھر مسز کھلانہ یقینی طور پر اس وقت آپ کو کوئی لنچ یا ڈنر ضرور دیں گی ...... جب مسٹر کھلانہ دوبارہ ملک سے باہر جائیں گے، آپ کو اس دعوت میں شرکت کرنا ہو گی۔''

''میں ...... میں یہ نہیں کر سکتی اور پھر پتہ نہیں اس میں کتنا عرصہ لگ جائے۔''

''کچھ بھی ہو، بہر حال پولیس کو ان تینوں لڑکیوں کا قاتل چاہیے اور آپ کو یہ سب کچھ کرنا ہوگا ...... ورنہ صفورا نیر! آپ خود بھی قانون کی گرفت میں آسکتی ہیں۔''

''مجھے کیا کرنا ہوگا ......؟'' صفورا نے ایک دم سنبھالا لیا۔

''میں آپ کو پورا پلان بتا دوں گا۔'' میں نے کہا۔ لیکن آج کی دعوت میں میں نے یہ پلان اسے نہیں بتایا تھا۔ البتہ کوئی پانچ دن کے بعد میں نے اسے پھر ایک ہوٹل میں لنچ دیا اور اس میں، میں نے اپنا منصوبہ اسے پیش کر دیا۔ یوں تو اور

بھی بہت سے کام تھے میرے پاس، لیکن بہر حال یہ بھی ایک اہم کیس تھا اور میں اس میں اپنے آپ کو سرخرو کرنا چاہتا تھا اور پھر میں سرخرو ہو گیا ...... مجھے میرے محکمے کے بڑے افسر اعلیٰ کی کال ملی تھی اور میں الرٹ ہو گیا تھا۔

''شہر کے ایک بڑے بزنس مین، صنعت کار یا پھر دولت مند کہہ لو، تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ آج شام چھ بجے تمہیں ان کی کوٹھی پر ان سے ملنا ہے۔''

''یس سر ...... مجھے ان کا ایڈریس وغیرہ ......''

''مسٹر عابد کھلانہ کے بارے میں جہاں سے بھی معلوم کرو گے پتہ چل جائے گا ...... ویسے ان کا پتہ نوٹ کر لو۔''

افسر اعلیٰ کی آواز سنائی دی اور میرا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔ پتہ تو میں نے خیر کیا ہی نوٹ کیا تھا بس یس سر یس سر کہتا رہا۔ لیکن نجانے کیوں ذہن پر ایک شدید بوجھ طاری ہو گیا تھا۔ جس وقت میں عابد کھلانہ کی عالیشان کوٹھی کے خوبصورت ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو میں نے وہاں تین افراد کو دیکھا۔ عابد کھلانہ کی شخصیت ایسی نہیں تھی کہ ایک نگاہ دیکھ کر اسے نہ پہچانا جا سکے۔ دوسری وہ بدصورت عورت جو عابد کھلانہ کے مظلوم ڈرائیور کی دشمن تھی اور اسی کے ذریعے اس کے چہرے مہرے کی نشاندہی ہوئی تھی لیکن تیسری شخصیت میرے لئے ذرا پریشان کن تھی۔ یہ صفورا نیر تھی۔ عابد کھلانہ نے مسکرا کر میرا استقبال کیا اور بولا۔

''آیئے آفیسر! بیٹھیے، ہم تینوں سے تو آپ واقف ہوں گے ...... آپ کا نام بھی میرے علم میں آچکا ہے ...... سکندر شاہ ...... پتہ نہیں کیوں یہ نام مجھے بچپن ہی سے پسند ہے ...... غالباً اس وقت سے جب میں نے فلم سکندر اعظم دیکھی تھی اور اس میں پرتھوی راج سکندر کی حیثیت سے مجھے بہت اچھا لگا تھا بعد میں، میں نے سکندر کی ہسٹری پڑھی۔ کیا لیں گے آپ چائے یا کوئی ٹھنڈا مشروب؟''

''شکریہ جناب! آپ نے مجھے یاد فرمایا تھا۔''

''ہاں ...... بات اصل میں یہ ہے سکندر، یہ میری مسز ہیں سلیمہ کھلانہ اور یہ لڑکی صفورا نیر، ایک جیولرز سٹور میں کام کرتی ہے۔ میں آسٹریلیا سے واپس آیا تو یہ مجھے بہت خوفزدہ خوفزدہ ملی ...... مجھے اچھی لگتی ہے ...... میں نے اس سے اس کے خوف کی

وجہ معلوم کی ...... شروع میں تو اس نے زبان نہیں کھولی لیکن حسین لڑکیاں عام طور سے میرے سامنے زبان کھول دیتی ہیں ...... اس نے مجھے اپنے خوف کی وجہ بتائی تو مجھے بڑی حیرانی ہوئی ...... میں نے سلیمہ سے اس بارے میں سوال کیا ...... سلیمہ آپ یوں سمجھ لیجئے آفیسر کہ میری زندگی کا ایک اہم حصہ ہے ...... میں یہ جو کچھ نظر آ رہا ہوں، سلیمہ ہی کی مہربانی ہے ...... میرے اور سلیمہ کے درمیان بڑے اچھے روابط ہیں ...... سلیمہ نے میرے پوچھنے پر مجھے بتایا کہ واقعی اس نے میری تین دوستوں کو ہلاک کر دیا ...... عورت ہے، رقابت اس کی فطرت کا ایک حصہ ہوتی ہے لیکن اس کے بعد میرے اور اس کے درمیان ایک معاہدہ ہو گیا ہے ...... اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ آئندہ وہ اس طرح کا کوئی عمل نہیں کرے گی ...... اس وعدے کے پس منظر میں اور بھی کچھ باتیں ہیں جو تمہیں بتانا ضروری نہیں ہیں ...... تم بے فکر رہو ...... صفورا نیر کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا ...... اس کے سامنے میں تم سے وعدہ کر رہا ہوں ...... تم بھی اب ان تینوں لڑکیوں کی موت کو بھول جاؤ جو ہونا تھا وہ ہو گیا ...... ہم انہیں واپس نہیں لا سکتے ...... مجھے بھی ان کی موت پر افسوس ہے کیونکہ وہ میری اچھی دوست تھیں۔''

میں حیرت سے منہ پھاڑے مسٹر عابد کھلانہ کی یہ بکواس سن رہا تھا ...... وہ یہ اعتراف کر رہے تھے کہ ان کی بیوی نے تین لڑکیوں کا قتل کیا ہے اور اس کے بعد قانون کے ایک محافظ سے یہ بات بھول جانے کے لئے کہہ رہے تھے۔ میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''ان تین لڑکیوں کے قتل کے سلسلے میں، میں سلیمہ کھلانہ کو گرفتار کرتا ہوں۔''

''اچھا ...... کیا واقعی ...... ویسے میں تھوڑا سا مہمان نواز ہوں ...... میرے گھر میں ہو اس لئے ان الفاظ کے لئے میں تمہیں معاف کر رہا ہوں ...... جاؤ اپنے افسران بالا سے اس سلسلے میں بات کر لو۔''

میں ناچ کر رہ گیا تھا ...... یہ شخص سمجھ کیا رہا ہے خود کو ...... کیا سمجھ رہا ہے قانون کو ...... میں نے کرخت لہجے میں اس سے کہا۔

''مسٹر عابد کھلانہ ! آپ بہت بڑی شخصیت ہوں گے لیکن قانون آپ سے

بہت بڑا ہے ...... مسز کھلانہ کو گرفتار کیے بغیر میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔''

اور اس کے جواب میں عابد کھلانہ نے جو الفاظ کہے پولیس کا احترام مجھے ان الفاظ کی ادائیگی سے روکتا ہے۔ بعد کی تفصیلات بس کیا بیان کروں، آپ یوں سمجھ لیجئے کہ میرے اور میرے افسران بالا کے درمیان چل گئی تھی ...... میں بھی اپنی فطرت سے مجبور تھا اور وہ ......

نادیہ صمدانی نے افسوس بھرے انداز میں کہا۔ ''بس، یہاں ہم مجبور ہیں ...... میں تم سے یہ نہیں کہوں گی کہ میں اس بات کو اچھا سمجھ رہی ہوں جو ہوئی ہے لیکن اس بارے میں اور کیا کہوں یہ خود میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔''

افسران بالا کی نافرمانی کرنے کا کچھ نتیجہ نکلنا ہی تھا ...... نتیجے میں مجھے بدترین حالات سے دوچار ہونا پڑا ...... پہلے مجھے میری جگہ سے ہٹا کر ہیڈ کوارٹر بھجوا دیا گیا۔ وہاں بھی باز نہیں آیا تو مجھے معطل کر دیا گیا اور بدترین حالات کا شکار بنایا گیا۔ کوئی ذریعہ نہیں رہا تھا ...... در بدر ہو گیا تھا ...... بالکل ہی اتفاقیہ طور پر یہ بھی ہوا کہ نادیہ صمدانی اپنے اخبار کی طرف سے تربیت کے لئے جاپان چلی گئی ...... گویا یہ کہنا چاہیے کہ میں بالکل ہی تنہا رہ گیا اور سڑکوں پر در بدر ہو گیا ...... میرے سینئر مجھے افسوس بھری نگاہوں سے دیکھتے تھے ...... لیکن میں ایک ایسی متروک شے بن گیا تھا کہ بیان سے باہر ہے ...... ایسا لگتا تھا جیسے میں نے کوئی بدترین جرم کیا ہو اور اس جرم کی سزا بھگت رہا ہوں ...... لیکن مزید حماقتیں نہیں کرنا چاہتا تھا کہ کسی طرح کے انتقام پر تل جاتا یا محکمہ پولیس کے بارے میں اخبارات کو کہانیاں سناتا پھرتا اور پھر کون تھا جو میری وجہ سے اپنی گردن پھنساتا ...... مایوسیاں میرے اردگرد پھیل گئی تھیں ...... عالیہ مجھ سے زیادہ پریشان تھی ...... اس کے حسین چہرے پر وقت کی گردش گہرے نقوش مرتب کر رہی تھی اور اب یہ احساس ہو رہا تھا کہ میں نے جو فقیری کی زندگی اپنائی تھی اس کے نتائج کیا ہوتے ہیں ...... میرے سینئر کہتے تھے کہ کسی تھانے میں ایس ایچ او لگ جانے کا مطلب یہ ہے کہ کئی نسلیں اس سے آرام کی زندگی بسر کریں ...... لیکن میں پہلے نمبر کا بے وقوف ہوں ...... اثرات گھر پر مرتب ہونے لگے اور ہمیں اپنا پیٹ پالنے کے لئے بہت سے کام کرنا پڑے ...... عالیہ لوگوں کے کپڑے سینے لگی، بچیوں کو

ٹیوشن پڑھانے لگی ...... اس طرح گزر بسر ہو رہی تھی ...... افسران بالا کو کیا پڑی کہ مجھ پہ توجہ دیتے ...... ویسے بھی میں ان کے لئے کبھی کوئی پسندیدہ شخصیت نہیں رہا تھا کیونکہ میں ان سے بالکل الگ تھلگ قسم کا انسان تھا ...... خود اس تھانے کے عملے کے لوگ مجھ سے خوش نہیں تھے جس میں میری تعیناتی تھی ...... اس طرح میں بالکل ایک الگ تھلگ قسم کا انسان بن گیا تھا ...... معطلی کا دورانیہ بھی اتنا تھا کہ دوبارہ بحالی کی امید ہی نہ رہی تھی ...... قوانین بہرحال انسانوں ہی کے تراشے ہوئے ہوتے ہیں ...... اب کوئی اگر ان کی پابندی کرے تو اس کی مہربانی، ورنہ بنانے والے مٹانے کی قوت بھی رکھتے ہیں ...... کبھی کبھی دل میں خیال آتا کہ کیا واقعی دنیا سے الگ تھلگ رہ کر غلط کیا ہے ...... لیکن جس طرح میں نے اپنی داستان کے آغاز کے پہلے جملے میں کہا تھا کہ یہ غلط ہے کہ نیکی دیانت داری اور ایمانداری کا کوئی صلہ نہیں ملتا ...... یہ دوسری بات ہے کہ اس کے لئے انتظار کرنا پڑتا ہے بہرحال دل کی عجیب حالت ہو گئی تھی ...... نادیہ صمدانی بھی ایسے موقع پر گئی تھی ورنہ حقیقی بات ہے کہ اپنی بیوی کے بعد شاید وہی میری سب سے بڑی ہمدرد مونس و غمخوار اور دوست تھی اور گھر سے ہٹ کر مشورے دے سکتی تھی ...... بہرحال ان دنوں سڑکوں پر آوارہ گردی معمول بن چکی تھی ...... گھر میں بیٹھتا تو وحشت ہوتی ...... بے چاری عالیہ جس طرح محنت کر کے گزر بسر کرتی اس سے دل کڑھتا تھا۔

اس دن کوئی ڈھائی بجے کا وقت ہوگا جب میں یونہی بے مقصد چہل قدمی کرتا ہوا پوسٹ آفس کے سامنے سے گزر رہا تھا کہ میں نے پوسٹ آفس میں لگے ہوئے ایک ٹیلی فون بوتھ کی طرف ایک عورت کو تیز تیز قدموں سے جاتے ہوئے دیکھا ...... اس نے ٹیلی فون بوتھ کا دروازہ کھولا اور اندر گھس گئی ...... اندر پہنچ کر اس نے دروازہ بند کر لیا ...... نجانے کیوں اس عورت کی جانب میری توجہ مبذول ہو گئی ...... اس نے گہرے فاختائی رنگ کا بہت چست سویٹر پہن رکھا تھا۔ کافی خوبصورت چہرہ تھا اور اس پر نیلے رنگ کا چشمہ لگا ہوا تھا۔ ایک گولڈن کلر کا ہینڈ بیگ اس کے ہاتھ میں لٹک رہا تھا۔ جسمانی موزونیت بھی بے مثال تھی۔ وہ بڑے ناز و ادا کے ساتھ ٹیلی فون بوتھ میں داخل ہوئی تھی۔ نجانے کیوں مجھے اس کے چہرے میں کوئی ایسی

عجیب بات محسوس ہوئی، وہ کوئی صحیح عورت نہیں تھی ...... تیکھے نقوش، سیاہ بال اور کتابی چہرہ ہونے کے باوجود مجھے یوں لگا جیسے وہ کوئی پیشہ ور قسم کی عورت ہے ...... اس عورت نے ایک یا دو منٹ تک کسی سے فون پر بات کی اور پھر باہر نکل آئی اور اس کے بعد میرے قریب سے گزرتی ہوئی آگے بڑھ گئی ...... خوشبوؤں کے جھونکے وہ اپنے پیچھے چھوڑ گئی تھی ...... بات کچھ بھی نہیں تھی بس یونہی بیکاری کے لمحات میں فضولیات کی گنجائش زیادہ ہوتی ہے ...... قیمتی لباس والی اس لڑکی کو دیکھ کر مجھے وہ لڑکیاں یاد آگئیں جو اپنی اوقات سے بڑھ کر عیش کر رہی تھیں اور موت کا شکار ہو گئیں ...... ویسے اس دوران میں نے جیولری اسٹور جا کر صفورا نیر کو بھی دیکھا تھا ...... وہ بدستور اپنی ذمے داریاں پوری کر رہی تھی اور اسے مسز کھلانہ نے زہر دے کر ہلاک کرنے کی کوشش نہیں کی ...... غالباً کوئی معاہدہ اس سلسلے میں صفورا کے کام آیا تھا ...... اس لڑکی نے مجھ سے تعاون کرنے کے بجائے ساری کہانی عابد کھلانہ کو سنا دی تھی۔ بہرحال کچھ بھی تھا اسے خود تو زندگی حاصل ہو گئی تھی ...... اچانک ہی میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا ...... مجھے ایک لمحے کے اندر یاد آیا کہ وہ عورت جب ٹیلی فون بوتھ میں داخل ہوئی تھی تو اس کے ہاتھ میں سنہرے رنگ کا ایک ہینڈ بیگ تھا اور جب وہ وہاں سے باہر نکلی تو ہینڈ بیگ اس کے ہاتھ میں موجود نہیں تھا۔

میرے پورے بدن میں جھرجھری سی دوڑ گئی ...... بہت سے خیالات میرے ذہن کے پردوں سے ٹکرائے ...... کیا اس ہینڈ بیگ میں کوئی ٹائم بم موجود ہے ...... کیا پوسٹ آفس کے اس ٹیلی فون بوتھ میں ایک خوفناک دھماکہ ہونے والا ہے ...... سب کچھ بھول گیا ...... زندگی داؤ پر لگا کر اس طرف دوڑا ...... پوسٹ آفس میں خاصا رش ہوا کرتا تھا ...... اگر ہینڈ بیگ میں رکھا ہوا بم پھٹ گیا تو بے شمار انسانی جانوں کے جانے کا خدشہ تھا ...... میں برق رفتاری سے بوتھ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا ...... سنہری ہینڈ بیگ ٹیلی فون کے پاس تختے پر رکھا ہوا تھا ...... میں نے برق رفتاری سے آگے بڑھ کر ہینڈ بیگ اٹھا لیا اور جان کی پرواہ کیے بغیر اسے کھول کر دیکھا ...... ہینڈ بیگ میں ایک سونے کی انگوٹھی، ایک ہیرا لگا ہوا بالوں کا کلپ، ایک ڈرائیونگ لائسنس اور نوٹوں کی ایک خاصی موٹی گڈی جو کم سے کم پینتیس چالیس

ہزار تو تھی ہی۔ ایک لمحے کے اندر اندر دل میں کشمکش پیدا ہونے لگی ...... اگر میں ان تمام چیزوں کو لے کر پولیس اسٹیشن پہنچ جاؤں تو پہلی بات تو یہ کہ وہاں میرے بہت سے شناسا موجود ہوں گے جو میری اس حرکت کا بھی مذاق اڑائیں گے اور اس کے بعد کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ بیگ کہاں سے کہاں پہنچے ...... اس کے برعکس نوٹوں کی یہ گڈی اور یہ قیمتی چیزیں، اگر یہ رقم میرے پاس رہ جائے تو بڑے کام آ سکتی ہے ...... شیطان اس وقت مجھ پر پوری قوتوں کے ساتھ حملہ آور تھا ...... میں نے اس عورت کے بارے میں سوچا اگر وہ اتنی ہی لاپرواہ ہے کہ ایسی قیمتی چیزیں بھول جاتی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اسی قدر صاحب حیثیت ہو گی ...... ابھی یہیں تک سوچا تھا کہ ایک بہت ہی کمزور آواز جو خود میرے اپنے ضمیر کی آواز تھی کہنے لگی۔

”اتنے گر گئے ہو سکندر شاہ ...... سکندر تو بہت بڑا تھا کم از کم اس کے نام کی لاج رکھو...... یعنی بیگ کو یہیں پھینکو اور یہاں سے باہر نکل جاؤ۔“

مگر یہ آواز اتنی دور سے آتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی کہ دماغ نے اس کا اثر قبول نہیں کیا۔ اس وقت میں جن حالات سے گزر رہا تھا، ان کا تقاضا تھا کہ میں کوئی کمزوری نہ دکھاؤں۔ انہی کمزوریوں نے تو مجھے اس حال تک پہنچا دیا ہے۔ اتنی بڑی رقم اس بیگ میں موجود ہے بس یہ گڈی نکال کر اپنی جیب میں ڈالنے کی ضرورت تھی۔ میں نے وہ روپے لے لئے۔ نوٹوں کی گڈی نکال کر جیب میں ڈالی ...... بیگ بند کیا ...... میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا ...... فون کے تختے میں ایک آئینہ لگا ہوا تھا ...... دفعتہً اس آئینے میں مجھے کسی کی حرکت محسوس ہوئی ...... میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا، کھلے دروازے میں وہ عورت کھڑی مجھے گھور رہی تھی ...... نجانے کتنی دیر سے وہ وہاں موجود تھی ...... اس کا علم مجھے بالکل نہیں تھا ...... گرم گرم سی لہریں میرے پورے وجود میں دوڑ گئیں ...... میری نگاہیں اس عورت کے چہرے پر جم گئیں ...... بیگ ابھی تک میرے ہاتھ میں تھا اور دماغ میں طرح طرح کے خیالات آ رہے تھے ...... یہاں تک کہ وہ میرے ہاتھ سے چھوٹ کر تختے پر گر گیا۔

”شاید میں اپنا ہینڈ بیگ یہاں بھول گئی تھی۔“ اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

”ج ...... جی ہاں ...... جی ہاں۔“ میرے منہ سے ہکلاہٹ بھری آواز نکلی اور پھر میں نے بیگ سامنے کرتے ہوئے کہا۔

”میں اسے تھانے میں جمع کرانے کے بارے میں غور کر رہا تھا۔“ اتنی دیر میں پوسٹ آفس کا ایک کلرک بھی یہاں آ گیا۔

”کیا بات ہے ...... کیا تم ان خاتون سے بدتمیزی کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟“

”ارے نہیں نہیں ...... میں غلطی سے اپنا بیگ یہاں بھول گئی تھی ...... یہ بے چارے تو اسے تھانہ پر جمع کرانے جا رہے تھے۔“ کلرک نے مشتبہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ میرا بدن اب بھی ساکت تھا۔

”بیگ میں کوئی چیز تو نہیں تھی۔“ کلرک نے پوچھا۔

”جی ہاں بہت سی قیمتی چیزیں تھیں۔“

”اطمینان کر لیں کوئی چیز کم تو نہیں ہوئی۔“ کلرک خواہ مخواہ خوبصورت عورتوں کا ہمدرد بننے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایسے لوگ ہر سڑک، ہر چوراہے اور ہر جگہ، ہر گلی میں مل جاتے ہیں۔ عورت نے بیگ اٹھا کر اسے کھولا ...... وہ بیگ کے اندر اشیاء دیکھ رہی تھی ...... اس کا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا اور میرے بدن پر لرزہ سا طاری ہو رہا تھا پھر اس نے سر اٹھا کر کلرک کی طرف دیکھا اور بولی۔

”نہیں نہیں ...... سب چیزیں ٹھیک ہیں ...... بہت بہت شکریہ۔“

میرا منہ ایک لمحے کے لئے حیرت سے کھلا ...... یہ عورت نوٹوں کی چوری کو جان بوجھ کو نظر انداز کر گئی تھی جس کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی پھر وہ مجھ سے مخاطب ہو کر بولی۔

”آپ کا بھی بہت بہت شکریہ ...... میں نے واقعی بڑی لاپرواہی کا ثبوت دیا۔“ پوسٹ آفس کا کلرک واپس پوسٹ آفس کے اندر چلا گیا تھا۔ عورت نے مسکرا کر کہا۔

”ویسے آپ انتہائی اچھے آدمی ہیں ...... ایسے لوگ آج کل کہاں ہوتے ہیں ...... اگر آپ محسوس نہ کریں تو آیئے میں آپ کو چائے پلاؤں۔“

میں ایک بار پھر حیران رہ گیا تھا ...... کیا چیز ہے یہ عورت ...... اتنی بڑی رقم کے گم ہو جانے کے باوجود خوش و خرم ہے بلکہ ایک اجنبی کو چائے کی دعوت دے رہی ہے...... میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''ج ...... جی ...... بہت بہت شکریہ، مم ...... میں مصروف ہوں اس وقت۔''

''پلیز ...... سمجھنے کی کوشش کیجئے بلکہ سمجھ جائیے ...... آپ کا میرے ساتھ آنا ہی بہتر ہے ...... وہ سامنے ایک ریستوران نظر آ رہا ہے ...... وہاں چائے پیتے ہیں۔''

میں نے ایک نگاہ اس ریستوران پر ڈالی۔ یہاں اکثر جوڑے دن کے وقت چائے کے ساتھ ساتھ عشق و محبت کا اظہار کرنے بھی آ جاتے تھے۔ میرے قدم بے اختیار اس کے ساتھ اس ریستوران کی جانب اٹھ گئے۔ ایک کونے کی سیٹ پر اس نے اپنے لئے کرسی کھینچی اور مجھے بھی بیٹھ جانے کا اشارہ کیا اور اس کے بعد چٹکی بجا کر ویٹر کو بلایا۔ اس کے ہر انداز میں بے حجابی تھی۔ میں خاصا شرمندہ تھا کیونکہ اس عورت نے اپنا پرس دیکھنے کے باوجود کسی پر یہ ظاہر نہیں کیا تھا کہ اس پرس سے نقد رقم نکالی گئی ہے۔ یہ رقم میری جیب میں موجود تھی اور اس کی تھوڑی سی نشاندہی مجھے شدید نقصان پہنچا سکتی تھی۔ چائے آئی تو اس نے مجھے بنا کر پیش کی اور خود بھی ایک پیالی لے کر سامنے رکھ لی۔ پھر چائے کے دو تین سپ لیتی ہوئی بولی۔

''اگر میں آپ کو آپ کے نام سے مخاطب کروں مسٹر سکندر شاہ تو آپ کو کیسا لگے گا......؟''

چائے کی پیالی کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

''آپ مجھے جانتی ہیں ......؟''

''ہاں بہت کچھ جانتی ہوں اس بارے میں ...... یہ بھی جانتی ہوں کہ آپ اپنی شرافت اور نیک نفسی کا شکار ہوئے ہیں ...... ویسے شاہ جی! جگہ جگہ کی بات ہوتی ہے ...... آپ جو ملازمت کر رہے تھے اس میں بڑی مصلحت کی ضرورت تھی ...... پتہ نہیں آپ نے اس بارے میں صحیح اقدامات کیوں نہیں کیے؟''

''بہت بہت شکریہ اس نصیحت کا ...... اس میں کوئی شک نہیں کہ مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ آپ مجھے اس طرح جانتی ہیں لیکن براہ کرم مجھے نصیحت نہ کیجئے ......

میں نے جو کچھ کیا میں اس سے غیر مطمئن نہیں ہوں۔''

''اور موجودہ حالات سے ......'' اس نے چبھتا ہوا سوال کیا۔ اگر میں یہ کہتا کہ میں ان موجودہ حالات سے بھی غیر مطمئن نہیں ہوں تو وہ ضرور یہ بات کہتی کہ آپ رشوت تو نہیں قبول کرتے تھے لیکن کسی کے پرس سے نوٹوں کی گڈی نکال کر اپنی جیب میں منتقل کر سکتے ہیں۔ چنانچہ میں نے کوئی جواب نہیں دیا وہ کہنے لگی۔

''خیر چھوڑیئے ان باتوں کو ...... میں جانتی ہوں کہ آپ کن حالات سے گزر رہے ہیں اور سچی بات کہوں آپ سے، تو آپ برا تو نہیں مانیں گے۔''

''میں نے یہ سب کچھ جان بوجھ کر کیا تھا آپ کو یہاں دیکھ کر۔ میرا تعلق بھی شوبز سے رہا ہے ...... اس سے پہلے میں سٹیج ڈانسر بھی رہ چکی ہوں ...... بس وقت کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو تبدیل کرنا انسانی فطرت کا حصہ ہے بلکہ ضروری ہے ...... آپ مجھے معاف کیجئے گا، اگر آپ یہ سب کچھ نہ کرتے جو آپ نے کیا ہے تو میں آپ سے اپنے دل کی بات کہنے کی جرأت نہ کرتی ...... آپ کے بارے میں اچھی خاصی معلومات حاصل کر چکی ہوں میں ...... جو کچھ بھی ہوا ہے وہ موجودہ دور کا ایک حصہ ہے ...... ظاہر ہے آپ واپس جا کر عابد کھلانہ کی شخصیت سے معافی نہیں مانگ سکتے ...... یہ آپ کی شخصیت کے خلاف بات ہے لیکن موجودہ حالات میں وہ رقم آپ کی ضرورت ہے جو میرے پرس سے نکل کر آپ کی جیب میں پہنچ چکی ہے ...... آپ یوں سمجھئے کہ وہ تو ایک حقیر سی رقم ہے ...... اس کے علاوہ بھی میں آپ کو بہت کچھ پیش کر سکتی ہوں ...... آپ اگر میرے ساتھ تھوڑا سا تعاون کریں۔''

میں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا ...... اس عورت نے بے شک کچھ دیر کے لئے مجھے ششدر کر دیا تھا لیکن اب میں سنبھل گیا تھا۔ میں نے کہا۔

''تو آپ مجھ سے کوئی کام لینا چاہتی ہیں؟''

''ہاں ......''

''کام کیسا ہے ......؟''

''بہت خفیہ اور کسی حد تک خطرناک بھی لیکن اس کا جو معاوضہ آپ کو دیا جائے گا اس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔''

"تو پھر ذرا وضاحت سے بتایئے کہ یہ خطرناک کیوں ہے ...... کیا کوئی غیر قانونی کام کرنا پڑے گا......؟"

"نہیں کوئی ایسی بات نہیں ہے ...... اس وقت میں ذرا جلدی میں ہوں ...... اس کے علاوہ ظاہر ہے اس طرح کے ریستوران ایسی باتوں کے لئے مناسب نہیں ہوتے ......کل میں آپ کو کسی وقت دن میں فون کر کے پروگرام بتا دوں گی ...... پھر کسی جگہ بیٹھ کر ہم اس معاملے کو طے کر لیں گے ...... اگر آپ کے پاس فون ہے تو مجھے اس کا نمبر بتا دیں اور اگر نہیں ہے تو میری طرف سے یہ موبائل فون قبول کریں ...... میرے پاس نئی سم بھی ہے جو میں نے بے شک آپ کے لئے تو نہیں خریدی تھی لیکن اچھا ہے آپ کے کام آ جائے گی ...... پرانی سم میں اس لئے نہیں دے سکتی کہ اس پر میرے اپنے فون آتے ہیں۔"

"اوہو ......کیا آپ ......؟"

"نہیں کچھ نہیں یہ جو کچھ میں کر رہی ہوں، اسے تو آپ صرف ایک دوستانہ عمل سمجھئے اور آپ نے میرا کام نہ بھی کیا تو آپ یقین کیجئے کہ میں آپ سے نہ تو موبائل مانگوں گی اور نہ وہ رقم جو اس وقت آپ کی جیب میں ہے ...... معافی چاہتی ہوں، بار بار اس کا تذکرہ کر کے مجھے خود شرمندگی ہو رہی ہے لیکن پھر بھی ......"

"بہتر ہے، آپ واقعی مجھے ایک نیا راستہ دکھا رہی ہیں لیکن ایک بات خاص طور سے ذہن میں رکھئے، قانون نے بے شک میرے ساتھ نا انصافی کی ہے لیکن میں قانون کا احترام نہیں چھوڑوں گا۔"

"آپ بے فکر رہیے۔" وہ مسکرا کر بولی۔

میرے حالات واقعی اتنے خراب ہو گئے تھے کہ میں نے خود اپنے گھر کا فون بند کرا دیا تھا۔ بجائے اس کے کہ وہ عدم ادائیگی کی بنا پر بند ہو۔ یہ موبائل جو اس نے مجھے دیا یہ بھی دس بارہ ہزار روپے کی مالیت کا تھا۔ بہرحال میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہ جلدی سے بولی۔

"نہیں ...... جو کچھ آپ کی جیب میں ہے، اب وہ آپ کی ملکیت ہے۔ میں آپ سے کہہ چکی ہوں، کیا خیال ہے چلیں ...... اب کل آپ سے فون پر بات ہو گی

اور پھر ملاقات ...... پلیز آپ بیٹھئے، میں بل ادا کر کے باہر نکل جاؤں گی ...... آپ کچھ وقفے کے بعد آیئے گا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ بڑی دلکش شخصیت تھی اس کی۔ خاص طور سے اس کی چال ڈھال، اس کا انداز، میں نے یہاں زیادہ دیر نہ لگائی اور چند ہی لمحوں میں اٹھ کر باہر نکل آیا۔ میں نے دیکھا وہ ایک بالکل جدید ماڈل کی کرولا میں بیٹھ رہی تھی۔ میں نے اس کرولا کا نمبر نوٹ کر لیا۔ بہرحال تعلق محکمہ پولیس سے تھا، کچھ تعلقات وغیرہ بھی تھے۔ اب ہر شخص کو تو میری پیشانی پر مہر نظر نہیں آتی تھی کہ میں ایک معطل شدہ افسر ہوں۔ اس کی کار تو چلی گئی تھی لیکن میں سیدھا ٹریفک ڈیپارٹمنٹ کی رجسٹریشن برانچ کی طرف چل پڑا تھا۔ رجسٹریشن برانچ میں وقار الدین موجود تھا جو کسی کیس کے سلسلے میں میرے پاس آیا تھا اور میری اس سے تھوڑی سی سلام دعا ہو گئی تھی۔ اسے میری معطلی کے بارے میں معلوم نہیں تھا۔ کھڑے ہو کر بڑی گرمجوشی سے میرا استقبال کیا۔

"شاہ جی! آپ، کیسے آنا ہوا، مجھے فون کر دیتے میں پہنچ جاتا۔" وہ بے وقوف یہ سمجھ رہا تھا کہ میں سادہ لباس میں اس تک آیا ہوں۔

"وقار! ذرا ایک کار کے بارے میں مجھے معلومات فراہم کرو کہ یہ کس کے نام رجسٹر ہے۔"

"آپ نمبر بتایئے، ابھی کرتا ہوں۔" میں نے اسے نمبر بتایا تو وہ اس کی چھان بین کرنے لگا پھر بولا۔

"یہ کار تو ہدایت علی کی ہے ...... ہدایت علی کے بارے میں آپ جانتے ہوں گے ...... ہدایت کارپوریشن۔"

"اوہو اچھا ......مسٹر ہدایت علی تو کئی ملوں کے مالک ہیں۔"

"جی ہاں ...... اور ایک شپنگ کمپنی کے مینجنگ ڈائریکٹر بھی۔ وہ یہاں کب ہوتے ہیں، اتفاقیہ طور پر مجھے ان کے بارے میں معلومات حاصل ہیں کیونکہ ان کے ہاں سے جو آدمی کبھی کبھی اپنے کام سے میرے پاس آتا ہے، اس کا نام گلو ہے اور گلو نے کئی بار مجھے ہدایت علی کے بارے میں بتایا ہے۔ ہدایت علی عام طور سے دوبئ

وغیرہ میں رہتا ہے۔ پچھلے دنوں وہ آیا ہوا تھا اور یہاں ایک بہت ہی شاندار اور
خوبصورت بنگلے میں رہ رہا تھا گلو نے یہ بات مجھے بتائی تھی۔ اس کی شاید کچھ طبیعت
خراب تھی۔''

''کیا مطلب ......اتنی تفصیل معلوم ہے تمہیں۔''

''میں نے گلو کے بارے میں بتایا تھا نا کہ بہت بکواس کرنے والا آدمی ہے
...... ان کے گھر نوکری کرتا ہے ...... کبھی کبھی میرے پاس آ جاتا ہے ...... بس اسے
اپنے مالک کے بارے میں بات کرنے کا مرض ہے ...... ہدایت علی کے بارے میں
اس نے بتایا تھا کہ دیکھو، دولت کے انبار لگے ہوئے ہیں، دنیا بھر میں اس کی دولت
پھیلی ہوئی ہے لیکن صحت سے محروم ہے ......شاید اس کے پھیپھڑوں میں کوئی خرابی
ہے، پچھلے دنوں وہ سخت بیمار تھا۔''

''واقعی...... کمال کی بات ہے، تم تو بڑے شاندار ثابت ہوئے وقار!''

''سر مجھے اپنا اسسٹنٹ بنا لیں ...... سچ کہہ رہا ہوں محکمہ چھوڑ دوں گا ...... اسپیشل
ڈیپارٹمنٹ میں نوکری دلا دیں ...... بہترین جاسوس ثابت ہوں گا۔''

وقار بانس پر چڑھ گیا تھا۔ میں نے ہنس کر اس کا شانہ تھپتھپایا اور پھر باہر نکل
آیا۔ میری تمام حسیّں جاگ گئی تھیں اور میں یہ بھول گیا تھا کہ میں اپنے عہدے سے
معطل ہوں اور اس وقت کوئی کارروائی کروں گا تو وہ زیادہ کارآمد نہیں ثابت ہوگی۔
بس اس عورت کی شخصیت بے حد پراسرار ہوگئی تھی میرے لئے، اور میں اس کا سارا
کچا چٹھا معلوم کر لینا چاہتا تھا۔ یہ بات تو میرے لئے خیر ممکن تھی ہی نہیں کہ میں کوئی
غیر قانونی عمل کرتا لیکن کم از کم میرا تجسس مجھے اس بات پر مجبور کر رہا تھا کہ اس
عورت کی اصل حقیقت تو سامنے آئے، پتہ تو چلے کہ میرے بارے میں معلومات
حاصل کر کے وہ مجھ سے کیا چاہتی ہے۔

✿ ✿ ✿

میں سڑک پر نکل آیا ...... کسی سواری لینے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ حالانکہ بہت
عرصے کے بعد جیب میں اتنی رقم آئی تھی جو سارے دلدر دور کر دے۔ عالیہ یقیناً
اس کے بارے میں پوچھے گی۔ ضمیر تو وہیں سے داغدار ہو گیا تھا جہاں سے میں نے
پرس سے رقم نکال کر اپنی جیب میں منتقل کی تھی۔ حالانکہ دوران ملازمت بڑا انکور رہا تھا
اور لوگوں کے طعنے سنتا رہتا تھا لیکن بات ایسی تھی کہ کوئی کھل کر برا نہیں کہہ سکتا تھا
اور اب حالات نے ایک دم کایا پلٹ کر دی تھی، کیا کرتا ...... جس بے کسی کا شکار تھا
اور جو مشقت میں نے عالیہ کو کرتے ہوئے دیکھی تھی اس نے مجھے مجبور کر دیا تھا کہ
ایک رقم سامنے آئی ہے تو اس سے فائدہ اٹھاؤں حالانکہ جس جذبے کے ساتھ ٹیلی
فون بوتھ میں داخل ہوا تھا وہ کچھ اور ہی تھا۔ بہت سی انسانی زندگیاں بچانے کی
کوشش میں اپنی جان کی قربانی، بڑی مشکل سے ضمیر کو سمجھانا پڑے گا۔ آسان کام
نہیں ہے۔ ذرا اس عورت کو دیکھا جائے کہتی ہے کہ کوئی غیر قانونی کام نہیں کرنا
ہے۔ پھر سیٹھ ہدایت علی کا خیال آیا۔ وقار نے اس کے ملازم گلو کے حوالے سے کچھ
بتایا تھا وہاں کسی پراسرار کہانی کا آغاز ہو جاتا تھا۔ اب ذرا کچھ اور معلوم کیا جائے۔
عام لوگ اس طرح سے جاسوسی نہیں کر سکتے تھے جس طرح سے میں نے آغاز کر دیا
تھا اور وہ بھی کچھ لمحوں کے بعد کار کی رجسٹریشن سے میرے سامنے سیٹھ ہدایت علی کا
نام آیا تھا مگر اس عورت کے بارے میں، میں نے وقار سے نہیں پوچھا تھا اب اس
قدر سوالات کرنا بھی بے معنی تھا۔ میں سڑک پر چلا جا رہا تھا کہ مجھے اپنا ایک
سارجنٹ دوست نظر آیا۔ یہ ٹریفک سارجنٹ تھا۔ ایسے لوگ بڑی تیز آنکھیں رکھتے
ہیں یہ بات میں جانتا تھا۔ نعمان نے مجھے دیکھا اور اپنی ہیوی بائیک روک لی۔

''ہیلو سکندر! یار دفتر سے غائب ہوئے تو اس طرح غائب ہو گئے کہ دوستوں سے ملنا بھی چھوڑ دیا۔''

''بس تم لوگ مذاق اڑاتے تھے نا میرا کہ میں رشوت نہیں لیتا، بڑے لوگوں سے تعاون نہیں کرتا۔ میں نے سوچا کہ اب اس کا نتیجہ نکل آیا ہے تو تم لوگوں کو مجھ پر ہنسنے کا اور زیادہ موقع ملے گا۔''

''نہیں ایسی بات نہیں ہے۔'' سارجنٹ نعمان نے کہا پھر بولا۔ ''کوئی اپیل وغیرہ کر ڈالو...... افسران بالا سے ملو...... ممکن ہے تمہارا کام بن جائے۔''

''فی الحال اپنے آپ کو تقدیر کے حوالے کر دیا ہے۔ اگر تقدیر کی طرف سے مایوسی ہوئی تو پھر وہی کروں گا جو تم کہہ رہے ہو۔'' میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''چلو اللہ بہتر کرے، ہمارے لائق کوئی کام ہو تو بتاؤ۔''

''ہاں یار ایک کام ہے تو سہی۔'' میں نے اسے کار کی کیفیت بتاتے ہوئے کہا تو نعمان جلدی سے بول پڑا۔

''ارے تم نگار کی بات تو نہیں کر رہے، وہ ایک خوبصورت عورت ہے۔ سیٹھ ہدایت علی کی بیوی، ہدایت انڈسٹریز کے بارے میں شاید تم......''

''اس کا نام نگار ہے۔''

''ہاں بھئی سیٹھ ہدایت علی کی بیوی بہت کم عمر ہے۔ اصل میں سیٹھ ہدایت علی نے اس سے دوسری شادی کی ہے۔ ہدایت علی کی پہلی بیوی تین سال ہوئے ایک حادثے میں انتقال کر گئی تھی۔ پہلی بیوی کے ساتھ ایک لڑکی...... میرا مطلب ہے اس کے ہاں ایک لڑکی ہوئی تھی۔ وہ ہدایت علی کے ساتھ ہی رہتی ہے۔'' نعمان نے بتایا۔

''ارے واہ! یار کمال ہے ایسا لگتا ہے کہ پورا شہر اس خاندان سے واقفیت رکھتا ہے۔ ویسے ہدایت علی کی بیٹی کی عمر کیا ہے؟'' میں نے سوال کیا۔

''جوان ہے اور بے پناہ خوبصورت...... مگر یار ایک بات بتاؤ، یہ سیٹھ ہدایت علی کی بیوی سے تمہارا کیا تعلق ہو گیا...... بالکل ہی ایک نئی بات ہے۔''

''نہیں کوئی تعلق نہیں...... بس ان دنوں سڑک گردی کرتا رہتا ہوں...... میں نے ایک خوبصورت کار میں ایک خوبصورت عورت کو دیکھا اور نجانے کیوں وہ میرے ذہن سے چپک سی گئی۔ بہرحال تم نے خوب بتایا اس کے بارے میں...... کمال ہے یار کچھ لوگ کیسی تقدیر لکھا کر لاتے ہیں۔''

نعمان کو میں نے ٹال دیا۔ حالانکہ اس نے ڈیوٹی پر ہونے کے باوجود مجھے چائے کی پیشکش کی تھی لیکن میں نے اس سے معذرت کر لی۔ میرے ذہن پر نگار سوار تھی۔ بڑے دلچسپ اور پراسرار واقعات تھے۔ میں اسی بات پر حیران تھا کہ وقار نے رجسٹریشن دیکھ کر صرف یہ نہیں بتایا، کار سیٹھ ہدایت علی کی ہے بلکہ اس نے ہدایت علی کے بارے میں باقی تفصیلات بھی بتا دیں۔ اس کا ذریعہ بے شک اس کا ملازم گلو تھا لیکن بات خاصی دلچسپ تھی۔ اب یہ بات سوچنا تھی کہ اتنے بڑے آدمی کی بیوی مجھ سے ایسا کیا کام لینا چاہتی ہے جس کے بارے میں اس کا کہنا ہے کہ کام خطرناک بھی ہے اور خالص غیر قانونی بھی نہیں ہے۔ اب اس نے یہ الفاظ کہے تو تھے لیکن میں جانتا تھا کہ کام کچھ بھی ہوگا ایسا نہیں ہوگا جو شریفانہ طریقے سے سرانجام دیا جا سکے اور پھر سب سے بڑی حیرت ناک بات یہ تھی کہ اس نے میرے بارے میں معلومات کر کے مجھے تاکا تھا۔ یہ ذرا سنسنی خیز بات تھی۔ اگر اس پر غور کر لیا جاتا تو، مگر پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ دیکھ لینے میں کیا حرج ہے، ہو سکتا ہے بات دائرے کے اندر ہی کی ہو یا پھر ایسی کہ ہو سکتا ہے میں کوئی قانونی عمل کر سکوں۔ بہرحال جیب میں رقم ہو تو طبیعت میں خودبخود ایک جولانی پیدا ہو جاتی ہے۔

گھر میں داخل ہوا تو عالیہ گھر میں موجود نہیں تھی۔ پتہ چلا کہ جو کپڑے اس نے سیئے ہیں وہ دینے گئی ہے۔ بہرحال عالیہ واپس آ گئی۔ میں اپنے طور پر عالیہ کو ایک کہانی سنانے کے لئے تیار کر چکا تھا۔ معصوم سی عورت تھی، عام طور سے اچھے گھروں میں رہنے والی بیویاں معصوم صفت ہی ہوتی ہیں۔ میرا ضمیر کم از کم عالیہ کے سلسلے میں داغدار نہیں تھا۔ وہ بے پناہ خوش ہوئی اور بولی۔

''اس سے تو بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے۔ کافی دنوں سے میری

آنکھوں میں دھندلاہٹ اترنے لگی ہے۔ چشمہ بنوانے کے بارے میں سوچ رہی تھی۔"

"ابھی اٹھو، تم نے مجھے اس بارے میں بتایا نہیں۔" عالیہ کو ڈاکٹر کے ہاں لے جا کر اس کی آنکھیں چیک کرائیں اور ارجنٹ چشمہ بننے کی ہدایت کی جس کے بارے میں پتہ چلا کہ رات ساڑھے نو بجے تک بن جائے گا۔ عالیہ کی آنکھوں پر چشمہ لگا کر مجھے ایک ذہنی سکون محسوس ہوا تھا۔ رات کو اپنے بستر پر لیٹ کر سلگتا رہا اور سوچتا رہا کہ عالیہ نے مجھے اپنی آنکھوں کی دھندلاہٹ تک کے بارے میں بھی نہیں بتایا ...... یہ کیا ہو رہا ہے ...... یہ تو کوئی زندگی نہیں ہے ...... اپنی ذات پر تو سب کچھ بھگت لیا جائے لیکن اب بات عالیہ جیسی معصوم عورت پر آ گئی ہے ...... عورت کی کمائی کھانے سے تو بہتر ہے کہ تھوڑی سی جدوجہد کر لی جائے۔ بہرحال اپنے آپ کو مطمئن کرتا رہا۔

پھر دوسرے دن مجھے مسز ہدایت علی کی آواز فون پر سنائی دی۔ ٹھیک گیارہ بجے اس نے موبائل پر مجھے فون کیا تھا۔

"جی محترمہ! فرمایئے۔"

"پہچان لیا نا ......"

"ظاہر ہے اس نمبر پر آپ کے سوا مجھے اور کون فون کر سکتا ہے۔"

"اچھا سنو، یہ بتاؤ نیو لائن کے بارے میں جانتے ہو ؟"

"ظاہر ہے اسی شہر کا رہنے والا ہوں۔"

"نیو لائن پر کاٹیجز بنے ہوئے ہیں، ان میں کاٹیج نمبر سولہ میں آج رات کو نو بجے تک پہنچ جاؤ، وہیں پر ہماری ملاقات ہوگی۔"

نیو لائن ایک تفریحی علاقہ تھا۔ یہاں ایک بہت بڑی جھیل تھی۔ بہت حسین پارک بنے ہوئے تھے اور وہیں پر یہ تفریحی کاٹیج بھی تھے۔ اس نے مجھے کاٹیج نمبر سولہ میں بلایا تھا۔ بہرحال میں تیار ہو گیا اور پھر میں نے پورا دن مختلف مشاغل میں گزارا۔ عالیہ نے گھر میں بہت عرصے کے بعد بہترین کھانا پکایا۔ میں نے اپنے پاس موجود تمام رقم عالیہ کو دے کر کہا تھا۔

"دیکھو عالیہ! میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ جو کوشش میں کر رہا ہوں اس کے نتائج بہت بہتر ہوں گے۔ اب کچھ عرصے تک تم کام نہ کرو۔ اپنی آنکھوں کو آرام دو۔ انشاء اللہ رقم مزید آ جائے گی اور اس بات کے امکانات ہیں کہ میری بحالی بھی ہو جائے۔ سمجھ رہی ہو نا بات۔"

"جیسا آپ کہیں۔" عالیہ نے جواب دیا تھا۔

بڑا تجسس تھا مجھے، دیکھوں آگے کیا ہوتا ہے۔ آخر کار دن گزر گیا۔ عالیہ کے ساتھ خوش گپیاں ہوتی رہی تھیں۔ پھر میں عالیہ سے یہ کہہ کر باہر نکل آیا کہ میں کام سے جا رہا ہوں، واپسی میں ممکن ہے دیر لگ جائے۔ اس کے بعد ٹیکسی لے کر نیو لائن چل پڑا۔ کاٹیج نمبر سولہ سے کافی دور نکلا تھا۔ نیو لائن بہت ہی خوبصورت علاقہ تھا۔ وسیع و عریض علاقے میں وہ قدرتی جھیل پھیلی ہوئی تھی جس کی وجہ سے نیو لائن ایک تفریحی علاقہ بنا تھا۔ اس وقت پورا علاقہ بالکل سنسان تھا۔ میں بہت دیر تک ادھر اُدھر ٹہلتا رہا اس کے بعد ہٹ نمبر سولہ کے سامنے آ گیا۔ مجھے یوں لگا جیسے کوئی ابھی ابھی اندر داخل ہوا ہو کیونکہ جیسے ہی میں اس کے سامنے پہنچا اندر روشنیاں جلنے لگیں اور میں نے دروازے کی بیل بجا دی۔

"نہیں بیل بجانے کی ضرورت نہیں ہے، اندر آ جاؤ ...... میں تمہیں دیکھ چکی ہوں۔"

اس کی آواز سنائی دی۔ ایک لمحے کے لئے تو دل دھک سے ہوا تھا لیکن پھر میں اندر داخل ہو گیا۔ اب تو اوکھلی میں سر دے ہی دیا تھا۔ وہ ایک خوبصورت لباس پہنے ہوئے تھی اور دن سے زیادہ خوبصورت نظر آ رہی تھی۔ ایک نگاہ اس پر ڈالنے کے بعد میں نے کاٹیج کے اس بڑے اور وسیع کمرے کا جائزہ لیا۔ پورا کاٹیج ہی خوبصورت تھا۔ اس نے مجھے بیٹھنے کی پیش کش کی تو میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ خود بھی میرے سامنے صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

"مجھے معاف کرنا سکندر شاہ! مجھے ایک تمہارے جیسے ساتھی کی تلاش تھی۔ مختلف ذرائع سے میں نے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کیں اور مجھے پتہ چل گیا کہ تم اپنی شرافت اور نیک نفسی کا شکار ہوئے ہو ...... مجھے تم جیسے ہی نڈر اور ہمت والے

شخص کی تلاش تھی ...... ایک پولیس آفیسر کی حیثیت سے میں جانتی ہوں کہ تم بڑے سے بڑے غنڈے سے نمٹ سکتے ہو ...... مجھے اپنے کام کے لئے تم جیسے ہی بہادر آدمی کی ضرورت ہے۔''

''بہت بہت شکریہ میڈم ...... میں آپ کو کس نام سے پکاروں ؟'' میں نے سوال کیا۔ حالانکہ میں جانتا تھا کہ اس کا نام نگار ہے۔ دیکھنا یہ چاہتا تھا کہ یہ مجھے اپنا اصلی نام بتاتی ہے یا نہیں۔

''میرا نام نگار ہے۔'' وہ بولی۔

''ٹھیک ...... آپ میرا نام تو جانتی ہی ہیں۔''

''میں نے کہا نا نام سے زیادہ تمہاری شخصیت سے مطمئن ہوں میں۔''

''ایک بار پھر شکریہ۔''

''اچھا اب یہ بتاؤ کہ تم میرے لئے کیا کچھ کر سکتے ہو ......؟''

''کیا آپ یہ سننا چاہتی ہیں کہ میں آپ کے لئے آسمان سے تارے توڑ کر لا سکتا ہوں۔'' میں نے ہنس کر دیا۔

''نہیں ...... وہ بے وقوف قسم کے عاشق آسانی سے توڑ لاتے ہیں ...... ہم لوگوں کے درمیان ایسی کوئی بات نہیں ہے اور نہ ہی آئندہ کوئی ایسا عمل ہو گا ...... اچھا یہ بتاؤ موجودہ حالات میں پانچ لاکھ روپے تمہارے لئے کیا حیثیت رکھتے ہیں۔''

''اب میڈم! جب آپ مجھ سے زیادہ میرے بارے میں جاننے کے دعوے کر رہی ہیں تو آپ کو خود اندازہ ہو جانا چاہیے کہ میرے لئے پانچ لاکھ کی رقم کیا حیثیت رکھتی ہے ......؟''

''تو بس پھر تم یہ سمجھ لو کہ جو کچھ میں چاہتی ہوں اگر تم نے اسے حسب منشاء انجام دے دیا تو میں تمہیں پانچ لاکھ روپے دوں گی ...... مگر شرط یہ ہے کہ کام میری مرضی سے مطابق کیا جائے۔''

''کام کیا ہے ......؟'' میں نے سوال کیا۔

''کیا تم اس رقم کے لئے خطرہ مول لے سکتے ہو ......؟''

''ہاں ...... اب میں اپنے آپ کو اس کے لئے تیار کر چکا ہوں ...... لیکن آپ

نے ایک بات مجھ سے پہلے ہی کہہ دی تھی کہ کام بالکل غیر قانونی نہیں ہو گا۔''

''دیکھو، سمجھدار لوگوں کی طرح باتیں کرو ...... آسان کاموں کے لئے اتنی رقم نہیں پیش کی جاتی اور ہر ایسے کام میں جو خفیہ طریقے سے کیا جائے یا راز داری سے ہو، تھوڑی بہت غیر قانونی کارروائی تو کرنا ہی ہوتی ہے ...... اب فرشتے نہ تم ہو نہ میں ...... محسوس مت کرنا ...... جب تم نے میرے پرس سے رقم نکال کر جیب میں رکھ لی تھی، اسی وقت مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ حالات نے تمہارے اندر کچھ تبدیلیاں پیدا کر دی ہیں۔''

''میرا خیال ہے میڈم مجھے شرمندہ کرنے کی کوشش نہ کریں آپ ...... بات واقعی بالکل ٹھیک ہے ...... اب میں آپ سے کہوں کہ میں نے ہمیشہ دوسروں کے مذاق کو نظر انداز کر کے اپنا ایک محور بنایا تھا لیکن سب کا سب خاک میں مل گیا ...... کچھ بھی نہ رہا اور میری شخصیت داغدار ہو گئی۔'' میں نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

''کرنا پڑتا ہے ...... بہت کچھ کرنا پڑتا ہے ...... ہم سب حالات کے قیدی ہیں ...... ہم اپنے راستے خود متعین نہیں کر سکتے ...... وقت ہماری تربیت کرتا ہے ...... ہر شخص اسی طرح وقت کی قید میں زندگی گزار رہا ہے ...... کیا خیال ہے اب کام کی باتیں کریں۔''

مجھے اس کی بات پر ہنسی آ گئی۔ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے وہ، اس سے زیادہ بیکار باتیں اور کچھ نہیں ہیں۔ اس نے کہا۔ ''میں ایک ارب پتی کی بیوی ہوں لیکن یقین کرو یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے کیونکہ میں بالکل قیدی ہوں ...... تم اس رقم پر غور مت کرنا جو میرے پرس میں سے تمہاری جیب میں منتقل ہوئی تھی۔ وہ میں نے خاص طور سے تمہارے لئے رکھی تھی۔

''میرے لئے ......'' میں نے حیرت سے کہا۔

''ہاں ...... کیونکہ میں تمہارے ان دنوں کے حالات جانتی تھی۔ میرا یہی خیال تھا کہ تمہیں رقم کی شدید ضرورت ہے۔ میں بتا چکی ہوں کہ یہ تمہارا امتحان بھی تھا کیونکہ تم ایک ایماندار افسر مشہور تھے۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو، میرے شوہر کا نام تم نے ضرور سنا ہو گا۔''

"ہاں ...... سیٹھ ہدایت علی ...... آپ، ان کی دوسری بیگم ہیں ...... پہلی بیگم کا انتقال ہو گیا ہے اور ان کی ایک بیٹی ہے جو جوان ہو چکی ہے ...... سیٹھ ہدایت علی ملک سے باہر رہتے ہیں ...... پچھلے دنوں وہ آئے ہوئے تھے اور وہ بیمار ہیں۔" میں نے ایک سانس میں کہا اور نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے نقوش منجمد ہو گئے تھے۔ وہ بولنے کی کوشش کر رہی تھی مگر بول نہیں پا رہی تھی۔ مجھے بھی بس غصہ آ گیا تھا۔ اپنی دانست میں وہ تیر پر تیر مارے جا رہی تھی اور مجھے بالکل گاؤدی سمجھ رہی تھی۔

بمشکل تمام اس نے خود کو سنبھالا اور اس کے منہ سے آواز نکلی۔

"تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا۔"

"میں نے آپ سے یہ سوال کیا ......؟"

"کیا ......؟"

"یہی کہ آپ کو میرے بارے میں اتنی معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں؟"

"اوہ ......" وہ بولی پھر بے اختیار مسکرا پڑی، پھر کہنے لگی۔ "مجھے خوشی ہوئی ایک ذہین افسر میرا معاون کار ہو تو مجھے میری مشکل کا حل ضرور مل جائے گا۔"

"بشرطیکہ آپ کی مشکل کے بارے میں کچھ معلوم ہو۔"

"رمیہ سیٹھ ہدایت علی کی بیٹی ہے لیکن ہم دونوں کے تعلقات مثالی ہیں ...... محاورے کے طور پر ایک جان دو قالب کہہ سکتے ہو ...... مجھے اور رمیہ کو مشترکہ طور پر پچاس لاکھ روپے کی ضرورت ہے ...... ہم تمہاری مدد سے یہ رقم حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اسی میں سے تمہاری فیس پانچ لاکھ روپے ادا کی جائے گی۔"

میں نے غصیلی نظروں سے اسے دیکھا۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ داتا دربار جاؤ وہاں سے لنگر حاصل کرو خود کھاؤ اور ہمارے لئے لے آؤ۔ اس نے میرے چہرے کے تاثرات پڑھ لئے اور جلدی سے بولی۔

"کنجوس سیٹھ ہدایت علی کے بارے میں تم زیادہ نہیں جانتے ...... ہمیں یہ رقم اسی طرح حاصل کرنی ہے ...... میں اور رمیہ سر پٹخ کر مر جائیں وہ یہ رقم ہمیں کبھی نہیں دے گا ...... ہم اسے تمہاری مدد سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

"گڈ ...... میں اس سلسلے میں کیا مدد کر سکتا ہوں۔"

"میری سوتیلی بیٹی کو اغوا کیا جائے گا ...... اغوا برائے تاوان واپسی کی قیمت پچاس لاکھ ......"

"کیا ......؟" میں اچھل پڑا۔ "میں اسے اغوا کروں گا۔"

"اوہ نہیں ...... میں بتا چکی ہوں کہ رقم کی ضرورت مجھے اور رمیہ کو یکساں ہے ...... رمیہ اس پروگرام میں برابر کی شریک ہے ...... وہ خود کہیں روپوش ہو جائے گی اور اس کی واپسی کی قیمت کا مطالبہ تم کرو گے ...... تم جانتے ہو کہ دونوں طرف سے اس سلسلے میں کیا ہوتا ہے کیونکہ تمہارا تعلق محکمہ پولیس سے ہے ...... تم ہدایت علی سے اس رقم کا مطالبہ کر کے اسے حاصل کرو گے ...... فون پر دھمکی اور اس کے بعد ان کی وصول یابی بھی تمہارا کام ہے جس کا معاوضہ پانچ لاکھ ادا کیا جائے گا۔"

"باپ رے ...... اور تم نے مجھ سے کہا تھا کہ کوئی غیر قانونی کام نہیں ...... اغوا برائے تاوان کی سزا جانتی ہو کیا ہے۔"

"ایسی باتیں مت کرو کہ مجھے تمہارے بارے میں غور کرنا پڑے ...... پانچ لاکھ روپے کی رقم معمولی نہیں ہوتی ...... تمہیں صرف بہادری سے ابتدائی لمحات سنبھالنا ہوں گے۔ یہ نہ باقاعدہ اغوا ہے نہ باقاعدہ تاوان کی وصول یابی ...... میں جانتی ہوں کہ اس طرح میرا شوہر بہ آسانی یہ رقم ادا کرے گا وہ اول تو پولیس سے رجوع ہی نہیں کرے گا اور اگر کر بھی لیا تو ہم دونوں یعنی میں اور رمیہ اس سے نمٹ لیں گے۔"

"وہ کیسے ......"

"یہ کہہ کر کہ یہ ایک دلچسپ ڈرامہ تھا جو ہم دونوں نے مل کر کیا۔"

میں نے گہری نگاہوں سے اس چالاک اور خوبصورت عورت کو دیکھا جو ایک کھیل کھیلنا چاہتی تھی لیکن یہ کھیل جتنا خطرناک تھا میں ہی جان سکتا تھا۔ میں نے کہا۔

"آپ اس بات کو جتنا آسان سمجھ رہی ہیں یہ اتنا آسان نہیں ہے ...... آپ کے شوہر کے پاس بے شک اربوں روپیہ بیکار پڑا ہوا ہے لیکن وہ اتنی آسانی سے

پچاس لاکھ روپے نہیں دے دیں گے ...... پولیس سے مل کر وہ جو کچھ کریں گے وہ خطرناک ہوسکتا ہے۔"

"دیکھو ...... مجھے مایوسی اور غصے کا شکار مت کرو ...... تم بالکل بچوں کی طرح کہہ رہے ہو جس کی مجھے امید نہیں تھی ...... تمہارے خیال میں میرا یہ منصوبہ احمقانہ ہے۔ میں نے بلاوجہ یہ ساری بھاگ دوڑ کی ہے آخری بات میں یہ کہہ رہی ہوں کہ دونوں رُخ میں نے ہی سنبھالے ہوں گے۔ ایک طرف تم سے رابطہ رہے گا تو دوسری طرف صرف وہ ہوگا جو میں چاہوں گی اور ہدایت علی صاحب وہ کریں گے جو میں ان سے کہوں گی ...... میں انہیں پولیس تک نہیں جانے دوں گی میں انہیں مجبور کروں گی کہ وہ رمیہ کی زندگی بچانے کے لئے یہ رقم فوراً ادا کر دیں ...... تمہارا کام صرف فون پر رمیہ کے بارے میں اطلاع دینا اور رقم وصول کرنا ہے۔"

میں نے پھر غور سے اسے دیکھا۔ خطرناک عورت ہے لیکن وہ اس عمل کو جتنا آسان سمجھ رہی ہے وہ اتنا آسان نہیں ہے چنانچہ میں نے اس سے کہا۔

"نہیں میڈم یہ سب کچھ اتنا آسان نہیں ہے ہوسکتا ہے رمیہ بعد میں اس پر آمادہ نہ ہو۔"

اس نے غصیلی نظروں سے مجھے دیکھا پھر بولی۔ "واقعی تم پولیس کے قابل نہیں ہو۔ میں نے سوچا تھا کہ تم میرے بہترین معاون ثابت ہو گے کیونکہ تم پولیس کے بارے میں سب کچھ جانتے ہو ...... ٹھیک، اگر تم یہ سب کچھ نہیں کرنا چاہتے ہو تو نہ کرو ...... میں تمہیں زبان بند رکھنے کی قیمت ادا کر چکی ہوں اور تم ......"

ایک لمحے کے لئے ذہن میں چھناکہ سا ہوا۔ کیوں نہ میں اس عورت کی پیش کش قبول کرلوں اور پھر افسران بالا کو ان تمام واقعات سے آگاہ کر کے ان بڑے لوگوں کا کچا چھٹا کھول دوں یہی سب کچھ تو ہوا تھا میرے ساتھ ...... عابد کھلانہ کی بیوی نے تین قتل کئے تھے اور میں نے سب کچھ معلوم کر لیا تھا لیکن کس طرح اس نے ایک چٹکی بجا کر ایک دولت مند نے سب کچھ ہوا میں اڑا دیا تھا نہ صرف یہ بلکہ اپنی اعلیٰ کارکردگی کے جرم میں دربدر پھر رہا ہوں لیکن فائدہ ...... مدمقابل پھر ایک بڑا آدمی اور اس کی بیوی ہے میں لاکھ پاؤں رگڑتا رہ جاؤں میری کون سنے گا۔ عالیہ

کو پھر ایک اور تجربے کی بھینٹ نہیں چڑھانا چاہیے۔ نگار کی آواز ابھری۔

"کیا خیال ہے مسٹر سکندر ...... ہم چلیں ...... مجھے اپنے وقت کے بیکار جانے کا افسوس ہوا ...... اس کے علاوہ ایک بات تمہیں بتانا چاہتی ہوں۔"

"کیا ......؟"

"اگر تم نے کہیں زبان کھولنے کی کوشش کی تو میں ایک نئی کہانی سناؤں گی جو تمہیں ملیامیٹ کر دے گی ...... کہانی کیا ہوگی، یہ تمہیں نہیں بتاؤں گی تاکہ تم اس کا توڑ نہ نکال لو ...... بس اتنا سمجھ لو کہ تم ایک معطل شدہ پولیس افسر ہو جو بڑے لوگوں کے دشمن بن گئے ہو ...... بات تمہاری سمجھ میں آ رہی ہوگی۔" اس نے طنزیہ کہا۔

میں سناٹے میں آ گیا۔ جو دھمکی وہ دے رہی تھی وہ میں سمجھ رہا تھا۔ میں نے جلدی سے کہا۔

"آپ تو مجھے دھمکیاں دینے پر اتر آئیں ...... میں نے ابھی آپ کو انکار تو نہیں کیا۔"

"ویسے وسوسوں کا تم شکار ہو۔ انہوں نے مجھے مایوس کیا ہے حالانکہ بات صرف اتنی سی ہے کہ رمیہ غائب ہو جائے گی، تم ہدایت علی سے اس کی واپسی کے لئے پچاس لاکھ روپے کا مطالبہ کرو گے ...... میں اسے مجبور کروں گی کہ وہ فوراً رقم ادا کر کے رمیہ کی جان بچائے اور وہ یہ رقم ادا کر دے گا ...... جس میں سے پانچ لاکھ تمہارے باقی ہمارے ...... رمیہ ہمارے اس پلان میں برابر کی شریک ہے کیونکہ اسے بھی رقم کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی مجھے ...... اس میں نہ پولیس ہے نہ فوج۔ تم نے بات کا بتنگڑ بنا دیا ہے۔ ایک بات اور بتاؤں تمہیں کہ ہدایت علی اپنی بیٹی پر جان دیتا ہے۔ کنجوسی اس کی فطرت ہے صحیح طرح مانگنے پر یہ رقم نہیں دیتا لیکن تاوان فوراً ادا کرے گا اس کی ذمہ داری میں قبول کرتی ہوں اور یہ بھی کہ میں اسے پولیس سے رجوع نہیں کرنے دوں گی۔"

"ٹھیک ہے ...... لیکن اس کے باوجود آپ مجھے ایک دن اور دیں گی میڈم۔ کل ہم کوئی حتمی ملاقات کریں گے، اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو ......" وہ کچھ دیر بیٹھی رہی پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اوکے ...... کل تمہارا جواب آخری اور فیصلہ کن ہو گا۔ کل یہاں سے نکلتے ہوئے یا تو ہم ایک دوسرے کے معاون کار ہوں گے یا اجنبی ...... آخری بات یہ کہ کیونکہ میں نے ایک بہت اہم راز تمہیں دے دیا ہے اس لئے میں یہی چاہوں گی کہ تم میرے لئے کام کرو۔"

یہ دوسری رات بھی بے خوابی کی رات تھی۔ ذہن منتشر ہو تو نیند کا کیا تصور ہے۔ پولیس آفیسر کی حیثیت سے بڑی نیک نامی کمائی تھی لیکن ...... وقت بہت عجیب چیز ہوتی ہے۔ اب پانچ لاکھ نگاہوں کے سامنے تھے جو میں نے کبھی اکٹھے اپنی ملکیت نہیں کئے تھے تاہم میں نے کچھ فیصلے کرنے تھے۔ کام کرنا ہے تو کم از کم اپنی عقل کو سامنے رکھ کر کرنا تھا۔ اس کے لئے کچھ انتظامات بھی کرنے تھے۔ اب ایک عورت کے اشاروں پر تو اپنے آپ کو وقف نہیں کر دینا تھا۔ دوسرے دن گیارہ بجے نگار نے اپنے دیئے ہوئے موبائل پر مجھے فون کیا۔

"ہماری ملاقات ہو رہی ہے ......؟" اس نے پوچھا۔

"یہ اچھا ہوا آپ نے مجھے فون کر لیا ...... ایک کام کرنا تھا۔"

"ہاں، کہو۔"

"اس ملاقات میں رمیہ کی شرکت بھی ضروری ہے۔ ہم تینوں آمنے سامنے بیٹھ کر تمام معاملات طے کریں گے۔"

"اور کچھ ......؟" اس کے لہجے میں طنز نمایاں تھا۔

"میرے خیال میں بس......"

"وقت میں کچھ تبدیلی کرنی ہے۔"

"کیا ......؟"

"شام پانچ بجے آ جاؤ۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے، جگہ تو وہی ہے۔"

"ہاں ......"

"اوکے ......" میں نے کہا اور دوسری طرف سے فون بند ہو گیا۔ اب اس کے لئے مجھے انتظامات کرنے تھے۔ یہ انتظامات بجلی کے تار، ٹیپ ریکارڈر اور تالا کھولنے

کے اوزار وغیرہ تھے۔ پانچ لاکھ روپے کے حصول کے لئے میں اپنی زندگی داؤ پر نہیں لگا سکتا تھا۔ کچھ اپنی بچت کا سامان بھی کرنا تھا۔ ایک بار ایک بڑے افسر نے میری نیک نامی چھین لی تھی بار بار چکر میں نہیں آ سکتا تھا یہ انتظامات میں نے نگار اور رمیہ کی گفتگو ٹیپ کرنے کے لئے کئے تھے تاکہ اگر معاملہ پولیس تک پہنچ جائے تو اکیلا میں ہی نہیں بلکہ میرے ساتھ یہ نازک خواتین بھی پولیس کی تحویل میں ہوں چنانچہ ٹھیک چار بجے کاٹیج پہنچ گیا۔ قرب و جوار کا اچھی طرح جائزہ لے کر وہاں سے کاٹیج کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا پھر برق رفتاری سے اپنی مہم کا آغاز کر دیا۔ جس کمرے میں میٹنگ ہونی تھی اس میں ذہانت سے ٹیپ ریکارڈر فٹ کر دیا کمرے کا جائزہ لے کر مکمل اطمینان کیا اور آخری جائزہ لے کر باہر نکل آیا۔ تالا اسی طرح لگایا اور باہر نکل کر پیدل چل پڑا۔ اندازہ تھا کہ واسطہ ایک چالاک عورت سے پڑا ہے اس لئے ہر پہلو پر نگاہ رکھنا تھا۔ پانچ بجے کے قریب میں نے ایک ٹیکسی کے ذریعہ کاٹیج کا رخ کیا۔ اس طرح کاٹیج پہنچا کہ نگار کو اندازہ ہو کہ میں ابھی آیا ہوں۔ میں نے اس کی کار دیکھ لی تھی۔ ڈرائیور کو بل ادا کر کے میں کاٹیج کے دروازے پر پہنچا پھر بیل پر انگلی رکھنا ہی چاہتا تھا کہ دروازہ کھل گیا اور نگار کی مسکراتی شکل نظر آئی۔

"میں نے تمہیں ٹیکسی سے اترتے دیکھ لیا تھا۔"

"مجھے دیر تو نہیں ہوئی ......؟"

"نہیں ...... میں ہی تھوڑی سی پہلے پہنچ گئی تھی۔ ہم دونوں اسی کمرے میں داخل ہوئے جہاں میں نے اپنی کارروائی کی تھی۔ میں نے ٹیپ ریکارڈر ریموٹ سے آن کر دیا اور کمرے میں چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"رمیہ کہاں ہے ...... میں نے ......"

"تھوڑے سے بدحواس ہو۔ فوراً جذباتی ہو جاؤ گے۔ میرے خیال میں تمہیں کسی جلد بازی نے ہی نقصان پہنچایا ہے ...... رمیہ ...... اندر آ جاؤ ......"

اس نے میری بات کاٹ کر کہا اور رمیہ کو آواز دی، تبھی دروازے سے ایک قتالہ اندر داخل ہو گئی۔ میری آنکھوں میں چکا چوند پیدا ہو گئی۔ رمیہ بھرپور جوان اور اس قدر دلکش تھی کہ دیکھنے والا حواس کھو بیٹھے۔ اس نے جدید تراش کا لباس پہنا ہوا

تھا۔ چہرے کے نقوش بھی بے حد دیدہ زیب تھے۔ اندر آ کر اس نے مجھے سلام کیا تھا۔

’’یہ سکندر شاہ ہیں ...... اور یہ رمیہ۔‘‘

’’ہیلو مس رمیہ ......‘‘

’’آپ رمیہ سے جو بات کرنا چاہیں کریں۔‘‘

’’شکریہ ...... مس رمیہ! میڈم نگار کا کہنا ہے کہ آپ دونوں ایک منصوبے کے تحت اپنے والد یعنی ہدایت علی صاحب سے پچاس لاکھ روپے حاصل کرنا چاہتی ہیں اس لئے میڈم میری مدد سے آپ کے اغوا کا ڈرامہ رچانا چاہتی ہیں کیا یہ سب آپ کی مرضی اور آپ کے علم میں آپ کے تعاون سے کیا جا رہا ہے۔‘‘

’’ہاں ...... بس ڈیڈی عجیب مزاج کے انسان ہیں۔ وہ ایسے کسی حادثے کا سن کر اس سے چار گنا رقم ادا کر سکتے ہیں لیکن مجھ سے لاکھ محبت کے باوجود وہ ہمیں یہ رقم نہیں دے سکتے۔‘‘

’’گویا سب کچھ آپ کی مرضی سے کیا جائے گا۔‘‘

’’سو فیصدی ......‘‘ رمیہ کے بجائے نگار نے کہا پھر بولی۔ ’’اب وکیلوں والی جرح نہ کرو کام کی بات کرو۔‘‘

’’ٹھیک، سو ہمیں یہ کام کب کرنا ہے ......؟‘‘

’’زیادہ سے زیادہ پرسوں تک۔‘‘

’’مس رمیہ کہاں چھپیں گی ......؟‘‘

’’ہم نے ایک ہوٹل دیکھ لیا ہے۔‘‘ نگار نے کہا۔

’’کہاں ہے ......؟‘‘

’’سبحان پور میں۔ یہاں سے زیادہ دور بھی نہیں ہے۔‘‘

’’مس رمیہ کو وہاں کون پہنچائے گا۔ آپ نے کہا تھا کہ وہ یہ کام خود کریں گی۔‘‘

’’ہاں ...... رمیہ یہ سب کرے گی۔‘‘

’’وہاں کیسے جائیں گے۔‘‘

’’کار سے ......‘‘ رمیہ نے جواب دیا۔

’’آپ خود ڈرائیو کرتی ہیں۔‘‘

’’ہاں ......‘‘ میں اکثر لمبی ڈرائیو پر نکل جاتی ہوں۔

’’ٹھیک ...... بظاہر یہ بہت آسان نظر آ رہا ہے میڈم! لیکن اپنے تجربے کی بناء پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ مسٹر ہدایت علی اتنی بڑی رقم اتنی آسانی سے نہیں دیں گے۔ ہمیں اس کے لئے ایک ماحول بنانا ہو گا۔ ایک تاثر انگیز ماحول......‘‘

’’تمہیں بھی تو کچھ کرنا ہے۔ معاف کرنا تمہیں مفت کے پانچ لاکھ تو نہیں ادا کیے جائیں گے۔‘‘ نگار نے کہا۔

’’آج منگل ہے۔ ہمیں اپنی تیاری اس ہفتے تک مکمل کرنا ہو گی۔ ہفتے کی شام مس رمیہ تمام پروگرام بنا کر گھر کے نکلیں گی۔ جاتے ہوئے کسی دوست کو لے لیں گی۔ آپ یہ کر سکتی ہیں مس رمیہ۔‘‘

’’جی ......!‘‘ رمیہ نے جواب دیا۔

’’وقت کیا ہو گا ......؟‘‘

’’شام کا کوئی بھی وقت۔‘‘

’’متعلقہ شام کی مغرب کے بعد۔‘‘

’’بالکل ٹھیک یعنی پانچ بجے کے بعد۔‘‘

’’آپ کی کوئی بیسٹ فرینڈ۔‘‘

’’آسیہ ضرغام ......‘‘

’’بالکل ٹھیک ...... آپ پہلے آسیہ ضرغام سے وقت طے کر لیں ویک اینڈ کا کوئی بھی پروگرام بنا لیں جیسے فلم وغیرہ۔‘‘

’’ٹھیک ...... میں اور آسیہ اکثر ساتھ فلم دیکھتے ہیں۔ ایک فلم دیکھنے کے لئے وہ اصرار کر رہی ہے۔‘‘ رمیہ نے کہا۔

’’ویری گڈ ...... آپ گھر سے نکل کر آسیہ کے پاس نہیں جائیں گی ہاں آپ کو یہاں بہت خوبصورت ہونا چاہیے تاکہ یہ تاثر بن سکے کہ آپ خوش و خرم گھر سے نکلی

ہیں وہاں سے نکل کر آپ ڈریم پول ریسٹورنٹ جائیں یہاں اپنی کار کھڑی کر کے آپ اندر جائیں کافی وغیرہ پئیں۔ اصل میں آپ وہاں کچھ لوگوں کی نگاہوں میں آنے کے بعد جب باہر نکلیں گی تو باہر ایک طرف میں آپ کا منتظر ہوں گا۔ آپ کو یہاں خاص طور سے احتیاط کرنی ہوگی۔ کار میں آپ کے لئے کچھ سامان ہوگا۔ آپ یہاں لباس تبدیل کریں گی۔ مزید اپنا حلیہ تبدیل کرنا ہوگا جس کے بارے میں آپ کو بتا دوں گا۔ اس کے بعد میں آپ کو خود سبحان پور چھوڑ کر آؤں گا بقیہ ایک سوال آپ سے ضرور پوچھوں گا۔"

"کیا......" نگار نے کہا۔

"آپ نے پوشیدہ رہنے کے لئے سبحان پور کا انتخاب ہی کیوں کیا۔"

"ہم لوگ کسی کام سے سبحان پور گئے تھے۔ وہاں ہم نے ہوٹل کاسا بلانکہ میں قیام کیا تھا۔ چھوٹا سا بے حد پرسکون ہوٹل ہے حیرت کی بات یہ ہے کہ بے حد سستا ہونے کے باوجود بہترین سروس، بہترین کھانے ......" اس وقت رمیہ نے متاثر ہو کر کہا تھا کہ "اگر شہری ہنگاموں سے نجات حاصل کرنے کو جی چاہے اور یہ خیال ہو کہ دنیا کی نگاہوں سے چھپ کر کچھ وقت گزارا جائے تو اس کے لئے یہ جگہ جنت نظیر ہے اور اس سے عمدہ جگہ دوسری نہیں ہوگی۔ بس اس اتفاقیہ ضرورت کے وقت وہی جگہ یاد آگئی۔ سبحان پور یہاں سے زیادہ دور بھی نہیں ہے۔"

"ٹھیک، میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں کاسا بلانکہ میں کمرے کے حصول میں ذرا دقت تو نہیں ہوگی۔"

"فون پر کمرہ بک کرا لیا جائے گا۔"

"فون نمبر ہے......؟"

"میرے پاس ہے۔ میں نے موبائل میں فیڈ کر لیا تھا۔" رمیہ نے بتایا۔

"یہ کام آپ کر لیں گی......؟"

"میں کر لوں گی......" نگار نے کہا۔

"اوکے، میں خود آپ کو لے کر سبحان پور جاؤں گا۔ ایک ٹیکسی ڈرائیور کی حیثیت سے مجھ پر کسی کو کوئی شبہ نہیں ہوگا۔ میں اس وقت تک وہاں رکوں گا جب

تک آپ موبائل پر مجھے اوکے نہیں کہیں گی۔ ہوٹل میں آپ کو اپنے کمرے میں قید رہنا ہے۔ چائے کھانا وغیرہ سب کچھ کمرے میں طلب کریں۔ خود کو بیمار ظاہر کریں اور کہہ دیں کہ آپ عمل کر رہی ہیں ڈاکٹروں کی ہدایت پر۔ ہوٹل میں آپ کو اس وقت تک ٹھہرنا ہوگا جب تک میں آپ کو واپس آنے کے لئے نہ کہوں۔ میرا آپ سے فون پر مسلسل رابطہ رہے گا۔ آپ سمجھ رہی ہیں نا۔"

"جی بالکل۔"

"کوئی اعتراض......"

"بالکل نہیں ...... بلکہ میں اعتراف کرتی ہوں کہ اب تم نے زیادہ بہتر کام کر دیا ہے۔"

معاملات طے ہوئے ...... پانچ لاکھ روپے کے حصول کے لئے میرے اندر کا سکندر سو گیا تھا اور ایک ذہین دماغ کام کر رہا تھا۔ آخری مرحلے کے طور پر میں نے رمیہ سے اس سہیلی کے بارے میں تفصیل پوچھی جس کا نام لے کر وہ گھر سے نکلے گی۔ میں ہر پہلو کو سامنے رکھنا چاہتا تھا۔ پھر رمیہ کو سبحان پور پہنچانے کا وقت آ گیا۔ میں نے ایک اچھی سی ٹیکسی حاصل کر لی تھی اور ڈرائیور کا لباس بھی۔ دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر کوئی شناسا مل گیا تو بتا دوں گا کہ اب اس کے سوا کیا کروں۔ مقررہ وقت پر میں ہوٹل پہنچ گیا ابھی رمیہ کا انتظار کر رہا تھا کہ موبائل فون پر نگار کی کال آئی۔

"اگر میں سبحان پور تک اپنی کار میں تمہارا تعاقب کروں تو......؟"

"تو میں پہلی سنسان جگہ نظر آتے ہی تمہیں گولی مار دوں گا میں اس وقت داؤ پر لگا ہوا ہوں۔"

"پلیز، واپس آ کر مجھ سے فوراً رابطہ کرنا۔" وہ بولی اور اس نے فون بند کر دیا۔

رمیہ اس سے تیز ثابت ہوئی تھی کہ راستے بھر خاموش رہی تھی اور کوئی فضول بات نہیں کی تھی سبحان پور پہنچ کر میں نے اسے کامیابی کی دعا دی اور جب اسے کمرہ حاصل ہو گیا اور اس نے مطمئن لہجے میں اوکے کہا تو میں واپس چل پڑا شہر میں داخل ہو کر میں نے وعدے کے مطابق نگار کو فون کیا۔

"آ گئے تم ...... مجھ سے ملو۔"

"کہاں ملنا ہے ......؟" میں نے سوال کیا۔

"کاٹیج سب سے بہتر ہے۔"

"کیا تم فری ہو ...... میرا مطلب ہے مسٹر ہدایت علی کو تمہاری گمشدگی پر کوئی تشویش نہیں ہوتی خاص طور سے اس وقت جب ان کی بیٹی بھی ان کے پاس نہیں ہے۔"

"نہیں ہوتی بس ...... اس سے آگے کوئی سوال مت کرنا۔"

"کاٹیج کب پہنچنا ہے۔"

"ابھی ...... میں وہیں ہوں ......" جواب ملا اور اس نے فون بند کر دیا۔ ٹیکسی سے ہی میں وہاں پہنچا تھا کیونکہ میں نے اسے دو دن کے لئے حاصل کر لیا تھا۔ نگار پر نظر تھی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور آنکھوں میں تیز چمک نظر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی بولی۔

"کوئی گڑبڑ ......؟"

"ابھی تک تو نہیں ...... لیکن آپ کا چہرہ اتنا ہی سرخ رہا تو گڑبڑ ہے۔"

"نہیں، میں خود کو سنبھال لوں گی۔ یہ بتاؤ اب کیا کرنا ہے۔"

"آپ کو گھر جا کر تمام صورتحال کو مانیٹر کرنا ہے۔"

"میں تھوڑی سی آگے کی پلاننگ سے آگاہ ہونا چاہتی ہوں۔"

"یہ ضروری ہے، ابتدا اسی وقت ہو گی جب مسٹر ہدایت علی کو رمیہ کے گھر نہ پہنچنے کا احساس ہو گا۔ اتفاق سے اگر وہ اس پر توجہ نہ دیں تو آپ خود تشویش کا اظہار کریں گی اور پھر ظاہر ہے کہ اس سہیلی سے رابطہ کیا جائے گا جس کا نام لے کر رمیہ گھر سے نکلی ہے۔ بس اس کے بعد میرا فون پہنچے گا لیکن میرے خیال میں اس کے لئے صبح کا وقت بہتر رہے گا۔

"نہیں ...... رات ہی کو یہ کارروائی ہو جائے تو بہتر ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھے اعتراض نہیں ہے۔"

"اس طرح میں رات بھر ہونے والے تماشے سے بچ جاؤں گی۔"

"بالکل ٹھیک ہے، لیکن خیال رہے پولیس سے فاصلہ اختیار کرنا ہو گا۔"

"اس سے مطمئن رہو۔ میں اس کو سنبھال لوں گی پھر آگے کیا کرنا ہے۔"

"ہاں، اس کے بعد میں مسٹر ہدایت علی سے رقم کا مطالبہ کروں گا۔ انہیں دو دن کی مہلت دوں گا کہ وہ کیش رقم تیار کر لیں اور مزید ہدایت کا انتظار کریں۔ اب یہ آپ کا کام ہے میڈم کہ وہ روپے کی ادائیگی میں کوئی چالاکی نہ کر پائیں۔ مثال کے طور پر وہ بینک والوں کو ہدایت کر کے نوٹوں کے نمبر وغیرہ نہ لکھوا لیں اور بعد میں جب ان نوٹوں کو خرچ کرنے کے لئے نکلا جائے تو پکڑے جائیں۔"

"بے فکر رہو ...... میں یہ سب کچھ کر لوں گی۔ اس کے علاوہ تمہیں اطمینان رکھنا چاہیے وہ روپے پیسے اور اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ ہی میں رکھتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے ...... ہم ایسی جگہ منتخب کر لیتے ہیں جہاں انہیں ہدایت کی جائے رقم پہنچانے کی۔ مثلاً نیو پیلس، میں انہیں ہدایت کروں گا کہ وہ دو بجے رات کو گھر سے نکلیں اور کار میں نیو پیلس جانے والی سڑک پر جائیں ...... رات کے وقت اس حصے میں ٹریفک بالکل نہیں ہوتی۔ تمام رقم ایک بریف کیس میں ہونی چاہیے۔ سڑک پر کار ڈرائیو کرتے ہوئے ان کو ایک جگہ سڑک پر کوڑے کرکٹ کو آگ لگی ہوئی نظر آئے گی۔ اس جگہ وہ بریف کیس کار سے پھینک دیں۔ انہیں رکنا نہیں ہو گا۔ بریف کیس پھینک کر وہ دوسری سڑک سے کار موڑ کر گھر واپس آ جائیں۔ اس دوران رمیہ لوٹ آئے گی۔ واپس آ کر وہ اسی کاٹیج میں ہمارا انتظار کرے گی۔ میں جب بریف کیس لے کر آؤں گا تو اپنا حصہ نکال کر اس میں سے بقیہ رقم رمیہ کے حوالے کر دوں گا۔ اس کے بعد آپ لوگ اس کا کیا کرتے ہیں مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں ہو گا۔"

"نہیں، یہ بات غلط ہے میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتی ...... رقم تمہیں میرے حوالے کرنی ہو گی۔"

"وجہ ......"

"سیدھی سی بات ہے رقم کے معاملے میں کسی پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔"

"رمیہ پر بھی نہیں ......؟"

"کسی پر نہیں ...... رقم میرے ہاتھ میں آنی چاہیے۔"

"فی الحال یہ باتیں بیکار ہیں ...... اس طرح ہم وقت ضائع کر رہے ہیں ...... میں ایک اور دوسری تجویز بتاتا ہوں ...... میں رمیہ کو ایک خط تیار کر کے دوں گا ...... اسے اپنے ہاتھ سے دوسرے کاغذ پر نقل کر دے گی ...... اس طرح یہ کارروائی کچھ زیادہ حقیقت کے قریب نظر آ جائے گی ...... اس خط میں لکھا ہو گا کہ ہدایت علی مطلوبہ رقم ادا کرنے کے بعد نیو لائن آ جائیں ...... جہاں رمیہ ان کو مل جائے گی ...... وہاں تک پہنچنے میں انہیں ایک گھنٹہ ضرور لگے گا ...... اس ایک گھنٹہ کی مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ لوگ کاٹیج پہنچ سکتی ہیں اور اپنے سامنے روپے وصول کر سکتی ہیں ...... کیا خیال ہے؟"

"اس میں ایک خطرہ ہے ...... روپے ادا کرنے کے بعد اگر فوری طور پر ہدایت علی کو رمیہ نہ ملی تو ممکن ہے وہ پولیس تک جا پہنچیں۔"

"ہوں ...... ہے وزن ہے اس بات میں ...... اس صورت میں یہ کریں گے کہ ہدایت علی کو اس خط میں لکھا جائے گا کہ نیو پیلس میں انہیں رمیہ نہیں اس کا پتہ ملے گا ...... رمیہ کی کار پہلے سے وہاں کھڑی ہو گی اور میں اس کی اگلی سیٹ پر ایک کاغذ لکھ کر رکھ دوں گا کہ رمیہ گھر واپس پہنچ چکی ہے۔"

"دیکھو برا مت ماننا ...... رقم ایسی چیز ہوتی ہے ...... ایسا نہ ہو کہ تم رقم وصول کر کے اکیلے ہی ہضم کر جاؤ۔"

"اگر یہ خیال تمہیں پریشان کر رہا ہے تو تمہیں پہلے ہی میرا انتخاب نہیں کرنا چاہیے تھا یا جو طریقہ میں نے بتایا ہے اس سے اچھا کوئی پروگرام تمہارے ذہن میں ہو تو بتا دو ہم اس پر غور کر لیں گے۔" کچھ دیر تک وہ سوچتی رہی پھر بولی۔

"ٹھیک ہے ...... میں تم پر اعتبار کر رہی ہوں۔"

"مگر ایک بات کا خیال رکھنا ...... ہمیں ہر پہلو پر غور کر کے ہوشیار رہنا ہو گا۔ معاملہ اگر پولیس تک پہنچ گیا تو مختلف قسم کے سوالات میں جو پولیس کی طرف سے تم سے کئے جائیں گے تسلی بخش جواب دینے کے لئے تیار رہنا ہو گا۔"

"میں ایک بار پھر تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ ہدایت علی کبھی اس معاملے کو پولیس تک نہیں لے جائیں گے ...... تم بالکل پریشان نہ ہو۔"

"بس تو پھر طے ہو گیا ...... ہاں صرف ایک بات اور، رمیہ کے لئے ایک لباس خرید لینا کسی سستے سے اسٹور سے ...... لباس اس طرح کا ہو جس طرح آج کل اسکول کالج کی لڑکیاں پہنتی ہیں ...... اس کے ساتھ ایک مصنوعی بالوں والی وگ بھی خریدنا ہو گی۔"

"ٹھیک ہے ...... یہ بھی ہو جائے گا۔"

"تو بس باقی کام میں کر لوں گا۔"

یہ گفتگو نیو لائن کے کاٹیج میں ہی ہو رہی تھی اور یہاں میرا ٹیپ ریکارڈر موجود تھا جس نے ہر بار میری مدد کی تھی اور کوئی گڑبڑ نہیں ہونے دی تھی۔ میں نے اس ٹیپ ریکارڈر سے مزید فائدہ اٹھایا۔ رمیہ سے میں نے وعدہ کیا تھا کہ اس سے مسلسل رابطہ رکھوں گا۔ چنانچہ میں نے ٹیلی فون سے ایک بار پھر اس ٹیپ ریکارڈر کا رابطہ کر لیا اور اس کے بعد ٹیپ ریکارڈر آن کر کے رمیہ کو فون کرنے لگا۔ میں نے اسے تفصیلات بتاتے ہوئے اس کے اغوا کی کہانی اور خط کے بارے میں بھی گفتگو کی۔ میں بہت مطمئن تھا اور جانتا تھا کہ ہدایت علی اس وقت تک مجھے قانون کے حوالے نہیں کر سکتا جب تک اس کی بیوی اور بیٹی بھی قانون کے شکنجے میں نہیں آ جاتی۔ اگر وہ انہیں بچانا چاہے گا تو بعد میں اسے مجھے بھی بچانا پڑے گا اور ان بڑے آدمیوں کی پہنچ کے بارے میں مجھ سے زیادہ کون واقف ہو سکتا تھا۔ اس پہنچ نے ہی تو میرا ذہن تبدیل کر دیا تھا۔ رمیہ نے کہا۔

"میرا خیال ہے نگار نے بڑی چالاکی سے تمہیں یہ کام کرنے پر آمادہ کیا ہے اور مجھے یوں لگ رہا ہے کہ تم اس سے بھی زیادہ ہوشیار ہو۔"

"بہرحال اس نے ابھی تک کوئی چالاکی نہیں کی ...... ویسے کیا تم مجھے کوئی خاص بات بتانا چاہتی ہو؟"

"خاص بات تو نہیں کہہ سکتی میں اسے لیکن اتنا تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ بہت دن سے تمہارے پیچھے لگی ہوئی تھی۔ تمہارے کیس کے بارے میں اخبار میں ایک خبر چھپی تھی۔ وہیں سے اس نے تمہیں ٹریس کر لیا اور میرے علم کے مطابق تمہیں اس کام کے لئے منتخب کر لیا۔ بعد کے حالات بھی مجھے معلوم ہیں۔ ٹیلی فون

بوتھ میں ہینڈ بیگ بھول آنے کی ترکیب اسی نے سوچی تھی۔ اسے یقین تھا کہ تم بیگ اٹھانے بوتھ میں ضرور جاؤ گے۔ میرا خیال تھا کہ نہیں جاؤ گے۔ ہم دونوں نے اس پر آپس میں شرط بھی لگائی تھی اور میں یہ شرط ہار گئی تھی۔"

"مجھے حیرت ہوئی ہے ...... اچھا ایک بات مجھے بتاؤ، تم دونوں کو آخر اتنی رقم کی کیا ضرورت ہے ؟"

"یہ سوچنا تمہارا کام نہیں ہے ...... البتہ میں صرف تمہارے لئے اتنا کر سکتی ہوں کہ تمہیں نگار کے بارے میں بتا دوں وہ بہت چالاک عورت ہے ...... سمجھ رہے ہو نا، بہت ہوشیار ہے وہ ...... گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکی ہے۔"

"ٹھیک ...... اچھا ایک بات بتاؤ کیا تمہارا کوئی ایسا دوست بھی ہے جو کبھی تمہیں اپنے ساتھ باہر لے جاتا ہو؟"

"ہاں ایک دو لڑکے میرے کلاس فیلو ہیں۔"

"کسی کا نام بتاؤ ؟"

"آصف ......"

"کیا اس نے تمہیں کبھی فون کیا ہے ؟"

"ہاں ......"

"جب کوئی فون کال آتی ہے تو عام طور پر اس کا جواب کون دیتا ہے ؟"

"ہمارا کک، اس کا نام اشرف ہے۔"

"کیا وہ تمہارے دوست کی آواز پہچانتا ہے ...... میرا مطلب ہے آصف کی آواز......؟"

"شاید...... ویسے یقین نہیں ہے۔"

"اصل میں، میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ اس سہیلی کے سلسلے میں کیا ہوا ؟"

"یہ بات تو تمہیں لازمی امر ہے کہ نگار بتا دے گی۔"

"ہوں ...... تم کسی طرح کی پریشانی کا شکار تو نہیں ہو ؟"

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے ...... میں وہ کہانی سوچ رہا ہوں جو گھر جانے کے بعد تم اپنے ڈیڈی کو بتاؤ گی۔"

"میں خود بھی اس بارے میں سوچتی رہی ہوں۔"

"میں تمہیں بتاتا ہوں ...... مجھے ایک بات بتاؤ، کیا تمہارے والد تمہارے دوستوں کے ساتھ جانا پسند کرتے ہیں ؟"

"ظاہر ہے نہیں ......"

"خیر اب تم غور سے سنو، تم گھر سے نکلیں، تمہیں اپنی سہیلی کے ہاں جانا تھا، وہ تمہیں موجود نہیں ملی پھر جب تم گھر سے باہر آئی اور اپنی گاڑی کی جانب جانے لگی جو ذرا اندھیری جگہ پارک تھی تو کسی نے تمہارے اوپر کمبل ڈال دیا اور تمہیں زبردستی اپنے کندھے پر اٹھا کر ایک کار میں لے جا کر بٹھا دیا۔ یہ سب کچھ میں تمہیں وہ کہانی بتا رہا ہوں جو واپسی کے بعد تم اپنے والد یا جو بھی تم سے اس بارے میں سوال کرے، اس کے سامنے دہراؤ گی۔ ایک ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ کار میں تمہیں کمبل سمیت ڈال دیا گیا تھا اور تمہیں خاموش رہنے کے لئے اغواء کرنے والے طرح طرح کی دھمکیاں دے رہے تھے۔ ان میں سے ایک شخص نے جو بگڑے ہوئے لہجے میں اردو بول رہا تھا تمہیں جان سے مار ڈالنے کی دھمکی بھی دی۔ ان کی بات چیت سے تم نے اندازہ لگایا کہ وہ لوگ تین تھے۔ یہ تمام تفصیلات تم اچھی طرح یاد کر لو۔"

"بہت عمدہ جا رہے ہو تم ...... پولیس اگر درمیان میں نہ بھی آئے تو میرے ڈیڈی اس طرح کے سوالات ضرور پوچھیں گے ...... وہ بہت چالاک انسان ہیں۔"

"سمجھ رہی ہو نا۔"

"اچھی طرح ...... تمہاری باتیں سن کر تو میں یہ محسوس کرنے لگی ہوں جیسے سچ مچ مجھے اغواء کیا جا رہا ہے۔" اس نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

❂

اس میں کوئی شک نہیں کہ عالیہ ان عورتوں میں سے تھی جن کی جس قدر عزت کی جائے کم ہے۔ ان دنوں میری مصروفیتیں شدید تھیں۔ میں نے اسے ایک اچھی خاصی رقم بھی دی تھی۔ لیکن وہ گرہستن تھی۔ گھر میں، میں نے کوئی ہنگامہ آرائی نہیں دیکھی جس طرح کہ بہت دن کے بعد پیسہ مل جانے سے ہوتی ہے۔ وہ بالکل نارمل

چل رہی تھی۔ اس کے علاوہ اس نے مجھے ابھی تک ذرا بھی پریشان نہیں کیا تھا اور یہ نہیں پوچھا تھا کہ میں کن مصروفیات میں پھنسا ہوا ہوں کہ گھر میں وقت ہی نہیں دے پا رہا۔ بہرحال یہ اس کا تعاون اور احسان تھا جس کی میں دل سے قدر کرتا تھا۔

جب اس وقت میں گھر میں داخل ہوا تو عالیہ کے پاس نادیہ صمدانی بیٹھی ہوئی تھی۔ میری اخباری دوست یا یہ کہنا چاہیے کہ میری وہ واحد دوست جس پر میں ناز کرتا ہوں۔ باہر سے آئی تھی۔ بڑی تر و تازہ نظر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر گردن ہلائی اور بولی۔

"مر تو نہیں گئی تھی میں ...... جہاں گئی تھی وہاں کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے تھے ...... مجھے اطلاع دے سکتے تھے۔"

"ٹھیک ہے ...... ٹھیک ہے حق ہے تمہارا ...... اور کچھ ؟"

"میں یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ دنیا میں اپنائیت کوئی چیز نہیں ہوتی۔ بس رواداری والی بات ہے۔ جب کوئی منہ کے سامنے آتا ہے تو دوست، بھائی، بہن یا اور سب کچھ کہہ دیتا ہے بعد میں کوئی کسی کو یاد نہیں کرتا۔"

"ویسے زبردست بات ہے نادیہ ...... ایسی شکایت وہ لوگ کرتے ہیں جو کسی مصیبت کا شکار ہوں ...... یہ کچھ الٹے بانس بریلی والا معاملہ ہے ...... ویسے عالیہ تمہیں معلوم ہے، یہ بریلی اور بانس کا کیا چکر ہے۔" عالیہ ہنسنے لگی پھر بولی۔

"وہ چکر تو میں نہیں جانتی ...... البتہ کچن سے چائے کی بڑی زبردست خوشبو آ رہی ہے اور نادیہ کی فرمائش ہے کہ چائے کے ساتھ آلو کے چپس بھی ہوں، چنانچہ اگر تھوڑی دیر کی اجازت مل جائے تو بس ابھی آئی۔"

"اجازت ہے ......" میں نے کہا اور عالیہ کچن کی جانب چلی گئی۔

"مجھے واقعی بہت دکھ ہوا ہے ...... میں ساری کہانی سن چکی ہوں عالیہ سے ...... خدا کی قسم بے مثال عورت ہے ...... بڑے اچھے اچھے لوگ ہوتے ہیں دنیا میں ...... مگر جو بھی نظر آ جائے، عالیہ کے بارے میں، میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ اس جیسی عورت ملنا مشکل ہے۔"

"شکریہ ......"

"میرا خیال ہے اب مجھے ایک مہم کا آغاز کر دینا چاہیے ...... تمہاری نوکری کی بحالی کے لئے ...... ویسے اصولی طور پر تمہیں آئی جی کو اپیل کرنی چاہیے ...... سمجھ رہے ہو نا تم ...... تمہیں واپس لیا جا سکتا ہے۔"

"کروں گا ...... ضرور کروں گا لیکن پہلے تھوڑا سا آرام، بے شمار پرانے دوست ہیں جن سے ملنا جلنا بند ہو گیا تھا اور وہ لوگ بڑی شکایتیں کرنے لگے تھے۔ اب ذرا ان سے مل کر دل خوش ہوا ہے۔"

"ہاں ہاں مجھے بھی خوشی ہوئی ہے گھر کے حالات دیکھ کر ...... یار ہمیشہ تم سے کہا ہے کہ فرشتے آسمان پر ہوتے ہیں ...... تم زمین کے فرشتے ہو ...... بس اور کیا کہوں تم سے۔"

"چھوڑو ان باتوں کو ...... کہو اخبار کیسا جا رہا ہے؟"

"میں تو باہر گئی تھی ٹریننگ کے لئے، آ گئی ہوں۔ سرخیاں دیکھیں، آج کل اغوا اور ڈکیتی کی وارداتیں بہت بڑھ گئی ہیں۔ پولیس خاصی مستعد ہے لیکن اخبارات ایسی خبروں سے بھرے پڑے ہوتے ہیں۔"

"ہوں ......"

"ویسے تم اپنی دیانت داری کا شکار ہو گئے۔"

"نہیں نادیہ ...... اس بات کو میں قیامت تک تسلیم نہیں کروں گا کہ نیکیوں کا کوئی صلہ نہیں ملتا۔ وقت اور حالات کی بات ہے۔ کبھی کبھی حالات بگڑ جاتے ہیں لیکن سنور بھی جاتے ہیں۔ بہرحال دیکھیں گے کہ وقت کیا کہتا ہے۔"

اتنی دیر میں عالیہ چائے وغیرہ لے آئی تھی۔ نادیہ میری ہمدرد تھی۔ ہم صرف ایک دوسرے کے دوست تھے۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اگر میری شادی عالیہ سے نہ ہوئی ہوتی تو صرف نادیہ میری شریک زندگی ہوتی۔ وہ آخری الفاظ ادا کر کے اٹھ گئی۔

"مجھے اتنے حقوق حاصل ہیں سکندر کہ بعض معاملات میں تم سے مشورہ کیے بغیر یا تمہاری اجازت کے بغیر ٹانگ اڑا سکوں۔ میں ٹانگ اڑاؤں گی اور ضرور اڑاؤں گی کیونکہ میں حقیقت جانتی ہوں۔"

"نادیہ! میری بات تو سنو۔"

"خدا حافظ ......" اس نے کہا اور چلی گئی۔ میں گہری سانس لینے لگا تھا پھر میں نے عالیہ کی طرف دیکھا تو وہ جلدی سے شانے اچکا کر بولی۔

"میں ہر حالت میں آپ کے ساتھ ہوں۔" عالیہ نے یہ الفاظ شرارت سے کہے تھے جس پر مجھے ہنسی آ گئی۔ میں نے کہا۔

"وہ بے حد مخلص ہے لیکن ان دنوں میں جو کچھ کر رہا ہوں اس سے مجھے ایک معقول رقم مل جانے کی امید ہے جس کا ایڈوانس مجھے مل چکا ہے۔ میں کوئی ملازمت تو کر ہی نہیں سکتا۔"

سارے کام مکمل ہو گئے تھے۔ اب اس کا آغاز کرنا تھا۔ وہ وقت آ گیا جب مجھے سیٹھ ہدایت علی سے رابطہ کرنا تھا۔ اس کے لئے پہلے سے جگہ منتخب کر لی گئی تھی۔ ایک سنسان علاقے میں ایک پبلک کال بوتھ سے میں نے سیٹھ ہدایت علی کے فون نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف سے کسی نے فون اٹھایا تھا۔

"ہدایت علی سے بات کراؤ۔"

"کون صاحب بول رہے ہیں۔"

"دوست ہوں ان کا۔"

"آپ کا کیا نام ہے جناب؟"

"فضول باتیں کرنے کے بجائے میری ان سے بات کراؤ۔ نام وغیرہ میں ان کو بتا دوں گا۔"

"وہ دراصل ان کی کچھ طبیعت خراب ہے۔"

"تمہارا کیا نام ہے ...... لگتا ہے اس گھر میں تمہارے دن پورے ہو گئے ہیں۔ نام بتاؤ اپنا۔"

میری یہ دھمکی کارگر رہی۔ دوسری طرف خاموشی ہو گئی پھر کچھ دیر کے بعد ایک آواز سنائی دی۔

"کون صاحب ہیں؟"

"سیٹھ ہدایت علی بول رہے ہیں؟"

"ہاں، میں ہوں۔"

"سیٹھ صاحب! غور سے سنیئے، آپ کی لڑکی رمیہ ہدایت علی کو ہم نے اغوا کر لیا ہے۔ اس کی رہائی کے لئے آپ کو صرف پچاس لاکھ روپے ادا کرنا ہوں گے اور آپ نے ہماری ہدایت کے مطابق یہ روپیہ ادا نہ کیا تو ایک مقررہ وقت کے بعد کسی مناسب جگہ آپ کو رمیہ کی لاش مل جائے گی ...... فکرمند نہ ہونا ہم آپ کو ملنے کی جگہ کی نشاندہی کر دیں گے ...... مزید یہ کہ آپ نے پولیس کو اطلاع کی یا کوئی اور چالاکی کی تو ہم پہلے اس کے ہاتھوں کی انگلیاں پھر کلائی اور آخر میں اس کے دونوں بازو آپ کو پیش کر دیں گے ...... فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔"

دوسری طرف خاموشی چھا گئی تھی۔ میں نے کہا۔ "ہیلو ......"

"ہاں ...... ہاں ......" دوسری طرف سے پھنسی پھنسی آواز سنائی دی۔ "یہ رقم کس طرح ادا کرنا ہو گی۔"

"اڑتالیس گھنٹے یعنی دو دن کا وقت دیا جا رہا ہے آپ کو ...... یہ وقت روپے کے انتظام کے لئے کافی ہے لیکن خیال رکھئے گا، آپ کی بیٹی کی زندگی کا دارومدار آپ کی عقل مندی پر ہے اور عقل مندی یہی ہے کہ کسی طرح کی چالاکی نہ کریں۔"

ان جملوں کی ادائیگی کے بعد میں نے فون بند کر دیا تھا۔ یہ حقیقت ہے اور اپنے منہ سے یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ میں ایسا انسان نہیں تھا لیکن پھر دل کو ڈھارس دی کہ میں نے نہ تو کسی کا اغوا کیا ہے نہ یہ پروگرام میرا ہے۔ اگر یہ معمولی سا کام میں نہ کرتا تو وہ شاطر عورتیں کسی اور کو منتخب کر لیتیں۔ بہرحال خود کو بہلانے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ دل ملول تھا کہ نہ جانے بے چارے ہدایت علی پر کیا گزر رہی ہو گی۔

گھر پہنچا تو ایک دھماکہ میرا منتظر تھا۔ عالیہ نے بتایا پولیس ہیڈ کوارٹر سے ایس آئی فراز آئے تھے۔ ایس پی نظام اللہ صاحب نے صبح نو بجے بلایا ہے۔ کہا ہے کل لازمی ہیڈ کوارٹر رپورٹ کریں۔ میں دھک سے رہ گیا تھا۔

❀ ❀ ❀

ایس پی نظام اللہ کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا۔ بڑے سخت آدمی تھے۔ پتہ نہیں کیوں بلایا تھا مجھے۔ بہرحال رات بڑی مشکل سے گزری تھی۔

صبح کو اٹھا۔ غسل وغیرہ کیا۔ عالیہ ناشتہ تیار کر چکی تھی۔ ناشتہ میں نے اس کے ساتھ ہی کیا۔ میں جانتا تھا کہ اس کے چہرے پر سوال مچل رہے ہیں۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ ایس پی صاحب نے مجھے کیوں بلایا ہے۔ میں نے خود ہی اس کی تسلی کے لئے کہا۔

"پوچھ کیوں نہیں رہی مجھ سے جو پوچھنا چاہتی ہو، ویسے سچ بتاؤں ابھی تک میں بھی نہیں سمجھ پایا ہوں کہ ایس پی صاحب نے مجھے کیوں طلب کیا ہے۔"

"خدا کرے نوکری پر بحال ہو جاؤ۔" عالیہ نے دعائیہ انداز میں کہا۔ بہرحال اس کے بعد تیار ہونے لگا۔ ایس پی نظام اللہ کے بارے میں مجھے یہ پتہ تھا کہ وقت کے خاص طور سے پابند ہیں۔ چنانچہ اس کا بھی خیال رکھا تھا میں نے اور پھر ٹھیک ا بجے میں ان کے آفس کے دروازے پر پہنچ گیا اور ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ وہ میرے سامنے ہی اپنے آفس میں داخل ہوئے تھے مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے اندر داخل ہوئے۔ اپنی کرسی پر بیٹھ کر انہوں نے ٹوپی وغیرہ اتار دی اور پھر چشمہ اتار کر ٹشو پیپر سے صاف کیا اور اسے آنکھوں پر لگا کر بولے۔

"آؤ بیٹھو۔"

"یس سر تھینک یو۔" میں نے مستعدی سے کیا اور پھر کرسی پر بیٹھ گیا۔

"اخبار والوں سے بڑی زبردست دوستیاں ہیں تمہاری۔ ہمارے خلاف مہم چلانے کا ارادہ رکھتے ہو۔" نظام اللہ صاحب نے کہا۔

"نہیں سر...... میں ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ اعلیٰ حکام کا حکم ہمیشہ سر آنکھوں پر۔ ہاں اگر آپ مجھ سے یہ پوچھیں کہ میں نے جرم کیا کیا ہے تو میں آپ کو یہ بتاؤں گا کہ میرے ساتھ سخت ناانصافی ہوئی ہے۔ میں نے تو ایک ایسے خاندان پر ہاتھ ڈالا تھا جو مجرم خاندان تھا۔ سر میرے جیسے بہت سے افراد بہت سے الفاظ کہا کرتے ہیں۔ میں بھی وہی الفاظ کہوں گا کہ......"

"بس بس بس...... جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو سب کو معلوم ہے...... خیر ڈی آئی جی صاحب کا حکم ہے کہ تمہاری کہیں تعیناتی کر دی جائے۔ فی الحال میں تمہیں ہیڈ کوارٹر میں ہی رکھ رہا ہوں۔ کسی مناسب جگہ تمہاری ڈیوٹی لگا دی جائے گی۔ کل وردی پہن کر آ جاؤ۔"

"ٹھیک ہے......سر آپ نے اخبار والوں کے بارے میں ابھی کچھ کہا تھا؟"

"وہ ایک رپورٹر ہے کیا نام ہے اس کا شاید نادیہ صمدانی۔ ڈی آئی جی صاحب کے پاس براہ راست جا پہنچی تھی۔ میں بھی اتفاق سے اس وقت کسی کام سے وہاں موجود تھا۔ بڑے سخت الفاظ میں اس نے کہا کہ سکندر شاہ کو کیوں معطل کیا گیا ہے۔ اس نے تو ایک مجرم خاندان پر ہاتھ ڈالا تھا جو تین لڑکیوں کا قاتل ہے۔ سارے کام ہونے کے بعد صرف ایک بڑے آدمی کے اشارے پر نہ صرف یہ کیس ختم کیا گیا بلکہ سکندر شاہ کو معطل کر دیا گیا۔ وہ تمام تفصیلات اکٹھا کر رہی ہے۔ اگر سکندر شاہ کو فوراً ڈیوٹی پر نہ لیا گیا تو وہ صرف اپنے اخبار میں بلکہ جہاں جہاں اس کے تعلقات ہیں وہاں یہ خبریں لگائے گی اور تہلکہ مچا دے گی۔ بڑی پرجوش لڑکی ہے۔ تمہاری کون ہے؟"

"دوست ہے سر......صرف دوست۔"

"ہوں، اسی لئے میں کہہ رہا تھا کہ بھائی بڑی اچھی دوستیاں قائم کر رکھی ہیں تم نے۔ ویری گڈ، کمال ہے، ہمارا ایسا کوئی دوست نہیں ہے۔ اچھا ٹھیک ہے اب جاؤ۔"

"میں باہر نکل آیا۔ نادیہ صمدانی اس وقت ملک سے باہر تھی۔ جب میں زیرعتاب آیا تھا ورنہ اس کی مدد سے واقعی بہت کچھ کر سکتا تھا۔ اب بڑا الجھ گیا تھا۔

کل سے ڈیوٹی جوائن کرنا ہے اور اس کے ساتھ ہی اغوا کے اس دلچسپ ڈرامے میں مرکزی کردار بھی ادا کرنا ہے۔ بس کبھی کبھی اسی طرح کے دلچسپ واقعات ہوا کرتے ہیں۔ ہیڈ کوارٹر میں بھی ایس پی نظام اللہ صاحب کے پینل میں ڈیوٹی لگی تھی اور نظام اللہ صاحب نے فوراً ہی مجھے طلب کر لیا تھا۔

"ایک بڑے آدمی کے سلسلے میں پھر تمہیں ملوث ہونا پڑ رہا ہے۔ فوراً کام شروع کر دو۔ مسئلہ بڑا سنگین ہے۔ ایک بہت ہی سنسنی خیز واقعہ ہے جس میں تمہیں اپنی صلاحیتیں دکھانے کا موقع مل جائے گا۔"

"جی سر۔"

"تم نے سیٹھ ہدایت علی کا نام تو سنا ہوگا۔ مشہور کروڑ پتی ہے۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ اس کی لڑکی کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ تمہیں اس سلسلے میں کام کرنا ہے۔ کام تمہاری پسند کا ہی ہے۔"

ایک لمحے کے لئے میرا پورا بدن تھرا گیا تھا۔ میں نے سوچا کہ کہیں ایس پی نظام اللہ کوئی طنز تو نہیں کر رہے ہیں مجھ پر۔ پول تو نہیں کھل گئی ہے میری۔ میں اپنے اضطراب کو چھپانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا لیکن شکر ہے کہ ایس پی صاحب کی نگاہیں میرے چہرے پر نہیں تھیں۔ وہ دیوار کو دیکھ رہے تھے اور کچھ سوچنے لگے تھے۔ پھر انہوں نے کہا۔

"یہ کیس باقاعدہ ہمارے پاس نہیں آیا بلکہ اس کا ذریعہ کچھ اور بنا ہے۔ سب انسپکٹر زیدی تمہیں اسسٹ کرے گا۔ کیس کی فائل اسی کے پاس ہے۔ زیدی تمہارے پاس پہنچنے والا ہے، جاؤ۔"

جس طرح میرے قدم میرے اپنے آفس تک پہنچے تھے، میں ہی جانتا ہوں۔ بڑی عجیب سی کیفیت ہوگئی تھی لیکن اپنے آفس تک آتے ہوئے میں نے سوچا کہ اگر یہ صرف ایک اتفاق ہے تو بڑا دلچسپ اتفاق ہے۔ میں اپنی ملازمت پر بحال بھی ہوا اور پھر وہی کیس میرے پاس آ گیا۔ یہ ایک ڈرامائی بات تھی۔

پھر سب انسپکٹر زیدی میرے آفس میں پہنچ گیا۔ اس نے مجھے میری بحالی کی مبارک باد دی۔

"نظام اللہ صاحب نے کسی کیس کے بارے میں کہا ہے کہ تم اس کی انفارمیشن مجھے دو گے۔" میں نے براہ راست سوال کیا۔

"جی سر! ہمیں ایف آئی آر نہیں ملی ہے لیکن آپ اس تمام تفصیل کو ایف آئی آر ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اصل میں ہمیں ایک بینک کے منیجر نے اطلاع دی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ کئی بینکوں نے مل کر یہ انتظام کر رکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اچانک بینک سے کوئی بہت بڑی رقم نکلوائے تو وہ اس کی اطلاع پولیس کو ضرور دیں۔ تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ اس طرح اچانک بینک سے روپے نکالنے کا مطلب عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص کسی بلیک میلر کو یہ رقم ادا کر رہا ہے یا پھر کسی عزیز کے سلسلے میں اسے تاوان ادا کرنا ہے۔ عام طور سے اتنی بڑی رقم کو اچانک نکلوانے کی ضرورت اسی لئے پیش آتی ہے اور یہ رقم سیٹھ ہدایت علی نے ایمرجنسی میں بینک سے مانگی ہے۔"

"جہاں تک میرا علم ہے سیٹھ ہدایت علی ایک کاروباری آدمی ہے۔ ممکن ہے وہ کوئی تجارتی لین دین کر رہے ہوں۔"

"میں نے بھی یہ سوچا تھا سر! چنانچہ میں نے تحقیق کرنا مناسب سمجھی اور مجھے پتہ چلا کہ سیٹھ ہدایت علی کی لڑکی کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ یہ معلومات مجھے سیٹھ ہدایت علی کے ایک ڈرائیور سے حاصل ہوئیں جو ایک سابق پولیس مین ہے اور میرا شناسا۔ مجھے اسی سے یہ بات معلوم ہوئی کہ سیٹھ ہدایت علی کی بیٹی فلم دیکھنے اپنی سہیلی کے ساتھ جانے والی تھی مگر وہ سینما پہنچی اور نہ گھر واپس آئی۔"

"یہ بات کیسے پتہ چلی؟"

"سیٹھ ہدایت علی نے خود بھی بھاگ دوڑ کی۔ اس کی سہیلی سے بھی معلومات کی اور پتہ چلا کہ وہ وہاں نہیں پہنچی۔"

"اور ہدایت علی نے ابھی پولیس میں کوئی رپورٹ درج نہیں کرائی؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں ...... ویسے ابھی انہوں نے روپیہ نہیں نکلوایا ہے۔ ہمارے دو آدمی بینک کے باہر موجود ہیں جیسے ہی سیٹھ صاحب روپے نکالنے بینک آئیں گے، ہمیں اطلاع مل جائے گی۔"

"یار تم نے تو واقعی کافی کام کر لیا۔"

"جی سر! جیسے ہی مجھے ہدایت ملی، میں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ آپ کی طرف سے اگر میری اس جدوجہد کی پذیرائی ملی تو میری محنت وصول ہو جائے گی۔"

"گڈ، بہرحال ویسے اس لڑکی کے بارے میں مزید کچھ معلوم ہو سکا، ایسا تو نہیں ہے کہ وہ خود ہی اپنے کسی محبوب سے خفیہ طور پر شادی رچانے گھر سے چلی گئی ہو۔"

"ایسی صورت میں سر، سیٹھ ہدایت علی کو پچاس لاکھ روپے کی ضرورت اچانک کیوں پڑ جائے گی؟"

"ہو سکتا ہے کسی نے انہیں بلیک میل کیا ہو۔"

"بہرحال سر، یہ تو تحقیقات سے ہی پتہ چلے گا۔ ویسے اغوا کا امکان زیادہ ہے۔ جہاں تک لڑکی کا تعلق ہے وہ بیس بائیس سال کی ایک خوبصورت لڑکی ہے۔ حد سے زیادہ آزاد خیال اور شاید رومان پسند بھی۔"

"اس کی کوئی تصویر مل سکی ہے؟"

"ڈرائیور نے میری بڑی مدد کی ہے سر! ویسے ڈرائیور ہی کے ذریعے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ اس کی کار بھی غائب ہے۔ اس کا نمبر میں لے آیا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، اب اس کے علاوہ اور چارۂ کار کیا ہو سکتا ہے کہ ہم اسے تلاش کرنا شروع کر دیں۔ آئندہ اقدامات اس بات پر منحصر ہیں کہ سیٹھ ہدایت علی پولیس کی مدد طلب کرتے ہیں یا نہیں۔"

"ٹھیک ہے سر، لیکن کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ ہم ایک سادہ لباس میں آدمی سیٹھ ہدایت علی کے پیچھے لگا دیں تاکہ جب وہ کسی کو رقم ادا کرنے جائیں تو پتہ چلایا جا سکے......؟"

"نہیں، بالکل نہیں ...... یہی ایک ایسی بات ہے جسے ہم بالکل نہیں کرنا چاہتے۔ جب تک وہ خود ہم سے کوئی درخواست نہ کریں، ہم براہ راست کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔ فرض کرو کہ ہم نے ان کا تعاقب کیا اور اغوا کرنے والوں کا پتہ چلا لیا اور اغوا کرنے والوں کو ہماری نگرانی کی خبر لگ گئی اور انہوں نے غصے میں آ کر

لڑکی کو قتل کر دیا۔ اس وقت ہمارے لئے جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔ میں یہ خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ جب تک ہدایت علی ہم سے رجوع نہ کریں، ہم کوئی پیش قدمی نہیں کریں گے۔"

"ٹھیک ہے سر۔" سب انسپکٹر زیدی نے کہا اور مجھے سلوٹ کر کے باہر نکل گیا۔

میرا دماغ بری طرح چکرا رہا تھا۔ یہ سارے واقعات اس قدر برق رفتاری سے پیش آئے تھے کہ کسی بھی مسئلے میں سوچنے کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔ مجھے اس بات پر بھی شدید غصہ تھا کہ نگار نے مجھے پورا یقین دلایا تھا کہ یہ کیس پولیس تک نہیں پہنچے گا لیکن جو کچھ ہو رہا تھا وہ بھی میری تقدیر ہی تھی کہ میرے علم میں آ گیا تھا ورنہ سب کچھ کیا دھرا چوپٹ ہو جاتا۔ بہرحال نادیہ صمدانی کا بھی شکر گزار تھا۔ اس نے جو کچھ کیا تھا، اس قدر مخلصانہ کیا تھا کہ اس میں ذرہ برابر کھوٹ تلاش ہی نہیں کی جا سکتی تھی۔ صحیح معنوں میں اس نے میرے مستقبل کے لئے ایک کردار ادا کیا تھا لیکن ایسا تھوڑی دیر کے بعد ہوتا تو زیادہ اچھا تھا۔ میں ایک طرف کی مصروفیت سے فارغ ہو جاتا۔ ضمیر کو جو داغ لگایا تھا کم از کم اس کا نتیجہ ہی حاصل ہو جاتا۔ یہ فیصلہ کیا کہ نادیہ صمدانی کا شکریہ بعد میں ادا کروں گا، پہلے ذرا ان حالات کا جائزہ لے لوں۔ موبائل فون پر نگار سے رابطہ قائم کیا اور صرف اتنا کہا کہ وہ ہٹ پر پہنچ جائے۔ دوپہر کو ایک بجے میں اس ہٹ پر پہنچ جاؤں گا۔ نگار ہیلو ہیلو ہی کرتی رہ گئی مگر میں نے فون بند کر دیا۔ اس کے بعد وہ مس کالیں کرتی رہیں لیکن میں نے اس کا فون ریسیو نہیں کیا تھا۔ آخر مقررہ وقت پر میں نیو لائن پہنچ گیا۔ وہ ہٹ نمبر سولہ کے سامنے ٹہل رہی تھی۔ میں سادہ لباس میں تھا۔ کوئی بے وقوفی نہیں کر سکتا تھا۔ پہنچا بھی ٹیکسی سے ہی تھا اور میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو کافی فاصلے پر رکوا دیا تھا۔ نگار نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا اور بولی۔

"پہلی خوشخبری یہ ہے کہ ہدایت علی نے بینک سے رقم کا مطالبہ کر دیا ہے اور آج وہ یہ رقم نکلوا رہے ہیں۔ ویسے نجانے کیا کیفیت ہے میری الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ کاش ہم بغیر کسی مشکل کے اس روپے کے حصول میں کامیاب ہو جائیں۔

آؤ اندر آؤ۔"

میں اس کے ساتھ ہٹ کے اندر داخل ہو گیا لیکن میری پیشانی پر ناگواری کی شکنیں تھیں۔ وہ بولی۔ "کیوں خیریت ہے...... کیا بات ہے؟"

"سب کچھ چوپٹ کر دیا تم نے اور کہتی ہو کیا بات ہے۔"

"کیا مطلب......؟" وہ حیرت سے بولی۔

"یہ سن کر تمہیں خوشی ہوگی کہ تمہارے بینک کے منیجر اور ہدایت علی کے ڈرائیور نے سارا بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ پولیس کو معلوم ہو چکا ہے کہ رمیہ اغوا ہو گئی ہے۔"

"کیا......؟" وہ بری طرح اچھل پڑی۔ اس کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ پھر اس نے ہذیانی انداز میں کہا۔ "بھلا یہ کیسے ممکن ہے......نہیں یہ کیسے ممکن ہے...... کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم ہمت ہار گئے ہو اور آگے کام کرنے سے گریز کرنا چاہتے ہو۔"

"بکواس مت کرو نگار! تم نے مجھے بھی اپنی حماقت کے جال میں پھانس لیا ہے۔"

"مگر ہوا کیا......؟"

"تمہارے بینک منیجر نے پولیس کو فون کیا اور کہا کہ سیٹھ ہدایت علی پچاس لاکھ روپے کیش بینک سے نکلوانا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے بینک فوراً ہی اتنی بڑی رقم ادا نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ بینکوں نے اور پولیس کے منتظمین نے یہ بات پہلے سے طے کر لی ہے کہ اچانک غیر معمولی طور پر کوئی شخص بڑی رقم بینک سے نکلوانے کی کوشش کرے تو بینک منیجر اس بات کی اطلاع پولیس ہیڈ کوارٹر کو دے۔"

"تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوگی؟"

"میرے بارے میں شاید تم نے تحقیقات کرنا چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ پہلے تو تم نے بڑی تفصیل سے میرے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں۔ تمہیں یہ سن کر پتہ نہیں افسوس ہوگا یا خوشی کہ میری ملازمت بحال ہو گئی ہے۔"

"اوہ......آگے تو سناؤ۔"

"بس...... ایس پی نظام اللہ نے اس سلسلے میں بینک منیجر کی رپورٹ پر توجہ دی اور اس کے بعد ہدایت علی کے ڈرائیور سے بات چیت کی گئی۔ تمہاری اطلاع کے

لئے یہ بھی بتا دوں کہ تمہارا ڈرائیور ایک سابق کانسٹیبل ہے۔ اس نے ایس آئی زیدی کو بتا دیا کہ رمیہ اپنے پروگرام کے مطابق سہیلی کے ساتھ سینما دیکھنے گئی تھی اور رات کو گھر واپس نہیں آئی اسے اغوا کر لیا گیا ہے اور اب باقاعدہ پولیس ڈیپارٹمنٹ چوکس ہے اور اس نے کام شروع کر دیا ہے کہ کب اسے اس سنسنی خیز کیس میں ہاتھ ڈالنے کا موقع ملے۔"

نگار کے چہرے کی پیلاہٹیں قابل دید تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے بدن کا سارا خون ایک دم خشک ہو گیا ہو، بہت دیر تک وہ سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔

"تو پھر اب ہم کیا کریں گے......آہ مجھے تو روپے کی اشد ضرورت ہے۔"

"تم نے حماقتیں کی ہیں نگار! میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ پولیس بہر طور اس معاملے میں کسی نہ کسی طرح ملوث ہو جائے گی۔"

"ہاں، مگر اب بتاؤ...... اب تو تم ڈیوٹی پر آ گئے ہو...... کیا کر سکتے ہو اس بارے میں؟"

"پولیس اس وقت تک اس معاملے میں براہ راست مداخلت نہیں کرے گی جب تک تمہارے شوہر خود اس کی درخواست نہ کریں...... روپیہ لے جاتے ہوئے بھی شاید ان کی نگرانی نہ کی جائے کیونکہ میں اس معاملے میں مداخلت کروں گا...... بس شرط یہی ہے کہ تمہارے شوہر خود پولیس کے پاس نہ پہنچ جائیں۔"

"اوہ، میرے خدا...... یہ تو بڑی مشکل ہو گئی...... ہمارا پلان تو بہترین طریقے سے کام کر رہا تھا...... یہ بغلی راستے سے اس طرح ہمارے اوپر حملہ ہوگا، ہم نے سوچا بھی نہیں تھا۔"

"دیکھو، میں نے تم سے پہلے بھی یہ بات کہی تھی کہ کسی بھی طرح سیٹھ صاحب پولیس تک نہ پہنچنے پائیں...... اب بھی میں یہی کہہ رہا ہوں کہ انہیں باز رکھنا ضروری ہوگا۔"

"ٹھیک ہے......"

ہم دونوں سوچ میں ڈوب گئے تھے۔ میرا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا اور میں محسوس کر رہا تھا کہ اب میں زیادہ پرسکون ہوں۔ چونکہ کیس مکمل طور پر میرے

ہاتھ میں تھا اور میں دونوں رخ سنبھالے ہوئے تھا۔ میں نے چونک کر کہا۔

"ایک بات بتایئے نگار صاحبہ۔"

"جی ......"

"رمیہ کی کار ہوٹل سے گھر واپس پہنچی یا نہیں۔"

"ہاں پہنچ گئی ہے ...... علاقے کے پولیس اسٹیشن سے اطلاع ملی تھی ...... کار ہوٹل کے باہر کھڑی ہوئی تھی ...... انہوں نے یقیناً رجسٹریشن آفس سے اس کار کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور ہدایت علی صاحب نے فون کر دیا اور کہا کہ کار ان کے گھر پہنچا دی جائے غلطی سے وہاں رہ گئی ہے۔"

"گڈ، اس طرح مجھے سیٹھ صاحب سے ملاقات کا موقع مل سکے گا ...... یہ بہت اچھا ہوا ...... بہرحال ادھر تو میں سیٹھ صاحب سے ملاقات کروں گا اور یہ جائزہ لینے کی کوشش کروں گا کہ وہ رمیہ کے اغوا کے واقعے کو پولیس تک پہنچانا چاہتے ہیں یا نہیں ...... دوسری طرف میرا خیال ہے کہ رمیہ کو اب سبحان پور سے واپس بلا لیا جائے تاکہ یہ لین دین فوراً ہی ہو جائے ...... رمیہ کو واپس بلا کر ہمیں عارضی طور پر اسی ہٹ میں چھپا دینا ہوگا اور جب رقم کا لین دین ہو جائے گا تو فوراً ہی اسے واپس بھجوا دیا جائے گا۔"

"رقم کے حصول کے لئے کیا کہو گے؟"

"بس یہی کہ سیٹھ صاحب مقررہ جگہ پر دھیمی رفتار سے کار چلاتے ہوئے جائیں گے ...... یہاں تک کہ انہیں کسی سڑک پر آگ جلتی ہوئی نظر آئے گی ...... وہ نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس اسی جگہ سڑک پر پھینک دیں گے ...... رات کو تقریباً ڈھائی بجے کا وقت دیں گے ہم انہیں اور یہ رقم ہمارے قبضے میں آ جائے گی ...... کیا سمجھیں، یہ پروگرام اس وقت طے ہوگا جب سیٹھ صاحب بینک سے رقم نکال لیں گے اور اس کی اطلاع تم مجھے دو گی۔"

"ٹھیک ہے ......"

"اور اس کے بعد رمیہ کو گھر پہنچا دیا جائے گا ...... ہاں، ایک بات میں تمہیں خاص طور سے بتاؤں وہ یہ کہ اپنے ڈرائیور سے ہوشیار رہنا اور جب گھر سے نکلو تو

اطمینان کر لینا کہ وہ تمہیں جاتے ہوئے نہیں دیکھ رہا ...... پولیس کا مخبر ہے۔"

"میں سمجھتی ہوں۔" نگار نے جواب دیا۔

بہرحال میں نے اپنی دانست میں اپنی کارروائی مکمل کر لی تھی اور چونکہ اب اس کیس کا انچارج مجھے بنا دیا گیا تھا، چنانچہ ایس آئی زیدی کو ساتھ لے کر میں سیٹھ صاحب کے گھر پہنچ گیا، میں نے چوکیدار سے کہا۔

"مس رمیہ ہدایت علی سے ملاقات کرنی ہے۔"

"سر! وہ تو موجود نہیں ہیں۔" چوکیدار نے کہا۔

"پھر ان سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے؟"

"میں کیا بتا سکتا ہوں؟"

"سیٹھ ہدایت علی موجود ہیں؟"

"جی ہاں ہیں صاحب!"

"جاؤ، ان سے کہو انسپکٹر سکندر شاہ ان سے ملاقات کرنے آیا ہے۔"

"میں اندر اطلاع کرتا ہوں۔"

چوکیدار جلد ہی واپس آ گیا اور ہمیں اندر آنے کا اشارہ کیا۔ پھر خانساماں کی راہنمائی میں مختلف برآمدوں اور کمروں سے گزرتے ہوئے ہم ایک بڑے ہال میں داخل ہوئے ہدایت علی ایک آرام کرسی پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ چہرے سے ہی بیمار نظر آ رہے تھے۔ ان سے کچھ ہی فاصلے پر ایک کرسی پر نگار بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے نگاہ اٹھا کر ہمیں دیکھا۔ ایک انگلش میگزین اس کے ہاتھ میں تھا۔ میں آگے بڑھا اور میں نے ہدایت علی کو سلام کر کے ان سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"میرا نام انسپکٹر سکندر شاہ ہے۔ آپ کو تکلیف دینے کے لئے معذرت چاہتا ہوں۔"

"بیٹھئے، فرمایئے میں کس کام آ سکتا ہوں؟"

"یہ میرے معاون سب انسپکٹر زیدی ہیں۔ میں اصل میں محترمہ رمیہ ہدایت علی سے ملنے آیا تھا۔ پتہ چلا ہے وہ گھر پر موجود نہیں ہیں۔ ان سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے؟"

"آپ اس سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟"

"اصل میں ایک کار ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ ایک عورت کار کی زد میں آ کر کافی زخمی ہو گئی ہے جس کار سے اس کی ٹکر ہوئی تھی وہ کار حادثے کے بعد رکی نہیں اور اس وقت اس کار کو مس رمیہ چلا رہی تھیں۔ کار بعد میں ایک ہوٹل کے سامنے کھڑی ہوئی ملی تھی جس کے بارے میں رجسٹریشن آفس سے معلومات کے بعد پولیس نے اسے آپ کے گھر پہنچا دیا ہے۔ اس عورت کے لواحقین نے معلومات کرنے کے بعد کار کا نمبر دیا ہے اور ایف آئی آر درج کرائی ہے۔ اس سلسلے میں آپ کی صاحبزادی سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"نہیں ...... اگر رمیہ سے کوئی حادثہ ہوا ہوتا تو وہ کبھی اس طرح کار لے کر نہ بھاگتی ...... وہ اپنی کسی سہیلی کے گھر گئی ہے اور مجھے اس کا پتہ نہیں معلوم ...... آپ جانتے ہیں آج کل کی نوجوان نسل کس قدر آزاد ہو گئی ہے۔"

"اوہ ...... مگر اس واقعے کو تو دو دن گزر گئے ہیں۔"

"وہ دو دن سے نہیں آئی ...... بہرحال جب وہ واپس آ جائے گی تو میں اس سے بات کروں گا ...... مجھے یقین ہے کہ اس کی کار سے حادثہ نہیں ہوا ہو گا ورنہ وہ مجھے کم از کم اس بارے میں اطلاع دیتی۔"

"یہ بات تو ظاہر ہے کہ وہ کار ہوٹل کے باہر ملی ہے ...... آخر آپ کی صاحبزادی اسے وہاں چھوڑ کر کیوں فرار ہو گئیں ...... اگر سہیلی کے ہاں گئی تھیں تو کار کو سہیلی کے گھر ہونا چاہیے تھا۔"

"میں نے کہا نا میں اس بارے میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا ...... جب وہ واپس آ جائے گی تو میں آپ کو اس سے ملنے کا موقع ضرور دوں گا۔"

"بہتر ہے ...... میں انتظار کروں گا کیونکہ یہ معلومات حاصل ہونا ضروری ہے۔"

نگار نے اس دوران ایک بار بھی ہم لوگوں کی گفتگو میں دخل نہیں دیا تھا۔ یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ سیٹھ صاحب اس بارے میں کسی کو کچھ بتانا پسند نہیں کرتے اور شاید وہ پولیس میں رمیہ کے اغوا کی رپورٹ بھی درج نہ کرائیں۔ بہرحال دیکھنا یہ تھا

کہ رقم کے حصول کے لئے وہ کیا کرتے ہیں اور اس بارے میں نگار نے ہی اطلاع دی تھی کہ سیٹھ ہدایت علی نے پچاس لاکھ کیش نکلوا لیا ہے۔ میں خوش ہو گیا تھا اور اس کے بعد میں نے اغوا کنندگان میں سے کسی ایک کی حیثیت سے سیٹھ صاحب سے گفتگو کی اور انہیں ہدایت کی کہ یہ رقم وہ فلاں فلاں سڑک پر لے کر چلیں اور جہاں انہیں سڑک پر کافی آگ جلتی نظر آئے وہاں بریف کیس ڈال دیا جائے۔ سیٹھ صاحب نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"اور رمیہ ......"

"جب آپ رقم ڈال کر گھر واپس پہنچیں گے تو رمیہ آپ کو آپ کے گھر میں ہی ملے گی۔"

اب اس کے بعد دوسرا عمل یہ تھا کہ رمیہ کو سجان پور سے واپس بلا لیا جائے۔ رمیہ سے فون پر بات ہوئی اور میں نے اسے وقت بتا دیا کہ کب اسے یہاں پہنچنا ہے۔ بہرحال یہ سارا منصوبہ ابھی تک بڑی کامیابی سے زیر تکمیل تھا۔ رمیہ واپس آ گئی۔ میں نے ہی اسے بس اسٹینڈ پر ریسیو کیا تھا۔ اس وقت بھی میں ایک ٹیکسی لئے وہاں موجود تھا۔ جس بس سے رمیہ آئی تھی اس کا انتظار مجھے کوئی بیس منٹ تک کرنا پڑا تھا۔ وہ ایک جدید لباس پہنے ہوئے تھی اور اچھی نظر آ رہی تھی۔ میں اسے لے کر چل پڑا اور آخر کار اسے اسی ہٹ میں پہنچا دیا جس میں اب تک اس معاملے کی تمام تر کارروائی ہوتی رہی تھی۔ میں نے رمیہ کو ساری تفصیل بتائی اور آگے کے بارے میں اسے ہدایات دیں کہ اسے سیٹھ صاحب سے کیا کہنا ہے۔ اسے یہی کہنا تھا کہ اس کی سہیلی نے اسے سینما جانے کے لئے جگہ مقرر کی تھی۔ کار ہوٹل کے سامنے کھڑی کر کے وہ ہوٹل میں اپنی سہیلی کو تلاش کرنے گئی اور اسے نہ پا کر واپس آئی تو کچھ لوگوں نے اس کے چہرے پر کپڑا ڈال کر اسے بے ہوش کیا اور پھر اسے اغوا کر کے لے گئے۔

رمیہ کو ہٹ میں چھوڑنے کے بعد میں تھوڑی دیر تک ادھر اُدھر گشت کرتا رہا اور آخر کار اس سڑک کی جانب چل پڑا جس کی میں نے سیٹھ ہدایت علی کو ہدایت کی تھی۔ پھر ایک سنسان جگہ میں نے گھاس پھونس اکٹھا کر کے آگ لگا دی۔ یہ اشارہ

تھا سیٹھ ہدایت علی کے لئے جہاں اسے نوٹوں بھرا بریف کیس گرانا تھا۔ اس جگہ وہ اپنی کار سمیت بڑی آسانی سے سڑک پر گزرنے والوں کی نگاہوں سے چھپا رہ سکتا تھا۔ ٹھیک دو بج کر دس منٹ پر میں نے سیٹھ ہدایت کی کار آتی ہوئی دیکھی۔ میری ہدایت کے مطابق وہ کار میں اکیلے ہی تھے۔ اس جگہ پہنچ کر جہاں گھاس پھونس میں آگ لگی ہوئی تھی، سیٹھ ہدایت علی نے کار سے ہاتھ نکال کر بریف کیس سڑک پر گرا دیا۔ بریف کیس سڑک پر پھینکنے کے بعد وہ رکے نہیں اور سیدھے چلے گئے۔ میں نے اپنی پناہ گاہ سے نکل کر ادھر اُدھر دیکھا۔ سڑک دور دور تک سنسان تھی۔ بریف کیس اٹھاتے ہوئے میرے ہاتھ بری طرح لرز رہے تھے۔ میں نے جرم کرنے والوں کو پکڑا تو ضرور تھا لیکن آج خود ایک مجرم کی حیثیت سے یہ کام کر رہا تھا۔ ٹیکسی میں ہٹ کی طرف جاتے ہوئے دل ہی دل میں مجھے بڑی خوشی ہو رہی تھی۔ پانچ لاکھ روپے کی یہ رقم جو اس بریف کیس میں میرے حصے کی موجود ہے بس تھوڑی دیر کے بعد میری جیب میں منتقل ہونے ہی والی تھی۔ ایمانداری سے کام کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ میں اس وقت پچاس لاکھ بھی ہضم کر سکتا تھا لیکن بعد کا عذاب میرے لئے زیادہ شدید ہوتا۔ جلدی سے اس عذاب سے نجات حاصل کر لینی چاہیے۔ پنتالیس لاکھ نگار اور رمیہ کے حوالے کرنے کے بعد میں اس طرح ان لوگوں سے الگ ہو جاؤں گا کہ اگر دوبارہ کبھی نظر آئیں بھی تو ان کی صورت پہچاننے سے انکار کر دوں گا۔ دل ہی دل میں نجانے کتنے فیصلے کیے تھے میں نے۔

آخر کار میں ہٹ پہنچ گیا۔ نیو لائن کے اطراف میں چاروں طرف اندھیرا طاری تھا۔ ہٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے آس پاس نگاہیں دوڑائیں، کوئی کار وغیرہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ حالانکہ منصوبے کے مطابق اس وقت نگار کو رمیہ کے پاس ہونا چاہیے تھا کار کے نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نگار ابھی تک نہیں آئی۔ ہٹ میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ تعجب کی بات ہے کہ رمیہ نے کسی ایک کمرے میں بھی روشنی نہیں کی تھی ہو سکتا ہے اسے نیند آ گئی ہو۔ میں نے رمیہ کو آواز دی مگر کوئی جواب نہیں ملا۔ اندر داخل ہو کر میں نے بریف کیس میز پر رکھا اور لائٹ آن کر دی۔ رمیہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کا رخ دوسری طرف تھا۔ لمبے سیاہ بال تکیے پر پھیلے ہوئے

تھے۔

"ہیلو رمیہ! رمیہ اٹھو، کیا نگار نہیں آئی!" میں نے کہا اور آگے بڑھ کر رمیہ کے قریب پہنچ گیا لیکن اچانک ہی میرے جسم میں سردی کی ایک تیز لہر دوڑ گئی۔ میں نے دیکھا کہ نائلوں کا لمبے سائز کا موزا رمیہ کی گردن میں اس بری طرح جکڑا ہوا تھا کہ کھال کے اندر تک گھس گیا تھا۔ میں برق رفتاری سے بڑھ کر اس کے سامنے پہنچا۔ گردن کی جلد پھولی ہوئی تھی۔ رنگ نیلا ہو رہا تھا۔ زبان منہ سے باہر نکل آئی تھی اور سفید سفید جھاگ منہ سے بہہ رہا تھا۔ ایک پولیس آفیسر ہونے کے باوجود میرے پورے بدن میں کپکپی کی لہریں دوڑ گئیں اور میں گھبرا کر یوں ہٹا جیسے بجلی کا زبردست جھٹکا لگا ہو۔ کسی نے بڑی بے رحمی سے نائلون کے موزے سے رمیہ کا گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا تھا۔ قتل کی یہ واردات کس نے کی تھی۔ اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کچھ اس طرح بدحواس ہوا میں کہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ شدید حیرانی ہوئی تھی مجھے۔ آخر یہ کیسے ہوا۔ نگار کہاں ہے۔ وہ اب تک یہاں کیوں نہیں آئی۔ بمشکل تمام میں نے خود کو سنبھالا اور نگار کو اس کے گھر کے فون نمبر پر رنگ کیا۔ کسی ملازم نے ریسیور اٹھایا تھا۔

"میں میڈم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"میڈم تو سو چکی ہیں جناب نیند کی دوا لے کر۔"

"کیا......؟"

"جی ہاں...... کچھ بیمار بھی ہیں وہ۔"

میں حیران رہ گیا۔ یہ اچانک ہی کیا چکر چل گیا۔ نگار بیمار ہے۔ رمیہ قتل ہو گئی ہے۔ اوہ میرے خدا، رمیہ کے تاوان کی رقم میرے پاس موجود ہے اور میں اس ہٹ میں ہوں جو نگار کی ملکیت ہے۔ اس ہٹ میں رمیہ کی لاش پڑی ہوئی ہے جسے گردن دبا کر ہلاک کر دیا گیا ہے...... اگر اس عالم میں کسی کو میری یہاں موجودگی کا علم ہو جائے تو پھر دنیا کی کوئی شخصیت مجھے اس قتل کے الزام سے نہیں بچا سکتی۔ اوہ مائی گاڈ، ان حالات میں تو وہ کیسٹ بھی مجھے نہیں بچا سکیں گے جو میں نے محفوظ کر دیئے تھے۔ اغوا کی جھوٹی سازش ایک علیحدہ بات تھی مگر اب تو معاملہ قتل تک پہنچ گیا

ہے۔ اس قتل کا الزام مجھ پر لگایا جا سکتا ہے۔ پولیس کہہ سکتی ہے کہ رقم کی تقسیم پر رمیہ کا اور میرا جھگڑا ہوا۔ میں نے اسے قتل کر دیا۔ یہ لاش اگر یہاں پائی بھی گئی تب بھی نگار میری نشاندہی کر سکتی ہے۔ اب کیا کرنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے نگار مجھے رمیہ کا قاتل قرار دے دے۔ چنانچہ عقل کا تقاضا یہ تھا کہ پہلے لاش کو کسی مناسب جگہ ٹھکانے لگانا چاہیے۔ کافی غور و خوض کے بعد میں نے ایک جگہ منتخب کی۔ یہ ایک پہاڑی ٹیلوں کا سلسلہ تھا اور اگر ذرا سی محنت کر کے لاش وہاں تک لے جائی جائے تو لاش کا پتہ نہیں چل سکے گا۔ بہر حال وہ ٹیکسی جو میں اس تمام کام کے لئے حاصل کر لیتا تھا اور اس وقت بھی موجود تھی، بمشکل تمام میں نے لاش رکھنے کی گنجائش نکالی اور پھر ہٹ میں آ کر پلنگ پر بچھی ہوئی چادر کو لاش پر اچھی طرح لپٹ دیا۔ اسے ٹیکسی کی ڈکی میں رکھا، بریف کیس پر نظر پڑی۔ ان حالات میں، میں بریف کیس ہی بھول گیا تھا۔ مگر اب روپے سے میری دلچسپی ختم ہو گئی تھی کیونکہ اس رقم کے ساتھ اب ایک قتل بھی وابستہ تھا۔ نہیں، زندگی ان تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے اور عزت اس سے بھی زیادہ قیمتی۔ شاید خدا نے مجھے میرے گناہ کی سزا دی تھی۔ آخر میں نے یہ برائی قبول ہی کیوں کر لی تھی۔ ایک عجیب گورکھ دھندا تھا جس نے اس وقت واقعی مجھے ذہنی طور پر بھی معطل کر دیا تھا۔ بریف کیس کو میں نے کار کی ڈکی میں ڈالا اور ہٹ کی بجلی بجھا کر باہر نکلا، دروازہ بند کیا اور وہاں سے چل پڑا۔ اس وقت سڑک پر آمدورفت بالکل نہ ہونے کے برابر تھی لیکن مجھے معلوم تھا کہ رات کو پولیس کی گشتی پارٹیاں گشت پر ہوتی ہیں۔ اس وقت وحشتیں عروج پر تھیں، ٹیکسی اچھا خاصا سفر کر رہی تھی کہ اچانک ہی اس کا انجن بند ہو گیا۔ میں نے اسے نیوٹرل کر کے دوبارہ گیئر لگایا مگر کار کو جنبش نہیں ہوئی۔ پتہ نہیں کیا ہوا تھا۔ ابھی اس نئی افتاد سے پیچھا نہیں چھوٹا تھا کہ دور سے ایک پولیس موبائل آتی ہوئی نظر آئی اور میرے اوسان بالکل ہی ساتھ چھوڑنے لگے لیکن اس وقت ذرا سی لغزش مجھے قتل کا مجرم قرار دے سکتی تھی، ہوش و حواس قائم رکھنا بہت ضروری تھا۔ موبائل میرے قریب آ کر رک گئی۔ اس میں سے ایک شخص نے کرخت لہجے میں کہا۔

''اے کیا ہوا...... کیا بات ہے...... کیا کر رہے ہو؟''

''گاڑی خراب ہو گئی ہے...... دیکھ رہا ہوں...... انجن کیوں بند ہو گیا؟''

''پتہ چلا......''

''نہیں...... میرا خیال ہے گاڑی یہیں چھوڑنی پڑے گی۔''

''لائسنس دکھاؤ......'' پولیس ہیڈ کانسٹیبل نے کہا اور نیچے اتر آیا۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ دماغ کو ٹھنڈا رکھ کر پولیس کی گاڑی کو مطمئن کیا جا سکے۔

''یہ دیکھو......'' میں نے لائسنس نکال کر اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ ساتھ ہی اپنا شناختی کارڈ بھی دکھایا۔ پولیس کانسٹیبل نے فوراً ہی سلوٹ کیا اور بولا۔

''گستاخی معاف صاحب! میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔''

''کوئی بات نہیں ہے...... ایسا کرو کہ کوئی انتظام کرو، گاڑی یہاں سے لے جانی ہے۔''

''ہم جاتے ہیں کوئی بندوبست کرتے ہیں یا پھر آپ ایسا کریں آرام سے گاڑی یہاں چھوڑ دیں، ہم دن میں اس کو ٹھیک کرالیں گے۔''

''ہاں دیکھتے ہیں آؤ ذرا اسے سائیڈ تو لگاؤ۔'' میں نے کہا۔ ان لوگوں نے میری مدد کی اور گاڑی سائیڈ پر لگوا دی۔ میں پاگل ہوا جا رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ بہت ہی پریشانی ہو رہی تھی۔ موبائل نے مجھے ایک ایسی جگہ چھوڑ دیا جہاں سے مجھے ٹیکسی مل سکتی تھی۔ سارا کام غلط ہو گیا تھا۔ موبائل تو چلی گئی لیکن میں سوچتا رہا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر میں نے اچانک ہی ایک فیصلہ کیا۔ ٹیکسی کے بجائے میں نے وہاں کھڑے ہوئے ایک لوڈر سے رابطہ قائم کیا۔ لوڈر والا لوڈر میں سو رہا تھا۔ پتہ نہیں اس کا کوئی گھر بار نہیں تھا یا پھر کوئی خاص ڈیوٹی سرانجام دے رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

''میرا تعلق پولیس سے ہے...... ایک گاڑی خراب ہو گئی ہے اسے کھینچ کر لانا ہے...... تمہیں معاوضہ ادا کردوں گا۔''

کسی کی مجال کہاں کہ پولیس سے کسی کام کے لئے انکار کر سکے...... اب اس وقت اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں ٹیکسی کو گھر ہی لے جاؤں...... ٹیکسی

میرے ایک شناسا کی تھی اور میں اکثر یہ ٹیکسی اس سے حاصل کر لیا کرتا تھا۔ چنانچہ میں ٹیکسی لے کر سیدھا اپنے گھر آ گیا میں جانتا تھا کہ مصیبت نے میری جانب رخ کر لیا ہے۔ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔ نیکیوں کے راستے چھوڑ کر بدی کے راستوں پر نکلا تھا چنانچہ اب وہ وقت آ گیا تھا کہ اس بدی کا مجھے نتیجہ ملے۔ آنے والے دن لاش کار کی ڈکی میں پڑی سڑتی رہے گی۔ میری بیوی کو معلوم بھی نہیں تھا کہ میں کیا کیا گل کھلاتا پھر رہا ہوں۔ وہ بے چاری نہیں جانتی تھی کہ اس کے گھر میں ٹیکسی کی ڈکی میں ایک عورت کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ میں نے اس وقت عالیہ کو جگانا مناسب نہیں سمجھا اور لباس تبدیل کر کے بستر پر لیٹ گیا۔ اب اس وقت ایک ایسی بے بسی کا عالم تھا کہ میں کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔ ایسے وقت میں کمبخت فون کی گھنٹی نے دل پر وہ ضرب لگائی کہ سارے اعصاب جھنجھنا کر رہ گئے۔ رات کے اس وقت فون کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ میرا فون بحال ہو گیا تھا۔ ڈیوٹی پر آ جانا ہی بڑی بات تھی۔ میں نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے ایس آئی زیدی تھا۔

"معافی چاہتا ہوں جناب! ایس پی نظام اللہ صاحب کا حکم تھا کہ آپ کو اسی وقت فون کروں ...... وہ خود بھی ہیڈ کوارٹر پہنچ رہے ہیں۔"

"خیریت ...... کیا بات ہے ......؟" میں نے بمشکل اپنی آواز پر قابو پایا تھا۔

"وہ سر ایس پی نظام اللہ صاحب کو شاید اوپر سے کہیں سے فون ملا تھا ...... انہوں نے فوراً ہی مجھے فون کیا اور کہنے لگے کہ اس وقت آپ گھر پر موجود نہیں ہیں ...... میں فوراً پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچوں ...... چنانچہ میں ہیڈ کوارٹر آ گیا ...... یہاں آ کر مجھے پتہ چلا کہ سیٹھ ہدایت علی نے اپنی بیٹی کے اغوا کی رپورٹ درج کرا دی ہے۔"

"اوہ ...... مجھے فون کیا تھا نظام اللہ صاحب نے؟"

"ہاں ...... مجھے یہی بتایا ...... انہوں نے کہا کہ آپ کی مسز نے کہا کہ وہ گھر پر نہیں ہیں۔"

میں نے تھوک نگلا ...... پے در پے حادثے ہو رہے تھے ...... بمشکل تمام میں نے کہا۔ "میں آ رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے سر آپ پہنچ جایئے۔" میں یہ بات کر ہی رہا تھا کہ پیچھے سے آہٹ ابھری اور مجھے عالیہ کی آواز سنائی دی۔

"کیا بات ہے خیریت ...... کس کا فون تھا؟"

"بس بھئی ڈاکٹر اور پولیس آفیسر اپنے گھر کے ہوتے کہاں ہیں ...... ہیڈ کوارٹر جا رہا ہوں۔" میں نے کہا اور اپنے کپڑے دوبارہ پہننے لگا۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح ہیڈ کوارٹر پہنچ ہی گیا تھا۔

"نظام اللہ صاحب ابھی نہیں آئے لیکن سرکاری طور پر یہ کیس ہمارے ہاتھ میں آ گیا ہے ...... سیٹھ ہدایت علی نے اپنی بیٹی کے اغوا اور رقم کے مطالبے کی رپورٹ درج کرا دی ہے ...... نظام اللہ صاحب نے ابھی ابھی فون کیا تھا اور میں نے انہیں تفصیل بتا دی کہ میں آپ سے رابطہ قائم کر چکا ہوں ...... انہوں نے کہا کہ وہ ہدایت علی کے گھر جا رہے ہیں جیسے ہی آپ پہنچیں ...... میں آپ کو ساتھ لے کر وہاں پہنچ جاؤں۔"

"کچھ اور تفصیل بتائی انہوں نے ......؟"

"ہاں، پوری تفصیل مجھے معلوم ہو گئی ہے ...... اغوا کرنے والوں نے سیٹھ ہدایت علی سے کہا تھا کہ ان کی لڑکی رقم کی ادائیگی پر ان کے گھر واپس پہنچ جائے گی ...... مگر لڑکی گھر نہیں پہنچی۔"

"اس کا مقصد ہے کہ انہوں نے رقم ادا کر دی ہے۔" میں نے اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"ایسا ہی لگتا ہے جناب۔"

"آؤ ......" اور پھر ہم پولیس جیپ میں بیٹھ کر ہدایت علی کی کوٹھی کی طرف چل پڑے۔ راستے میں زیدی نے کہا۔

"مجھے تو یہ خوف ہے کہ کہیں رمیہ ہدایت علی کو قتل نہ کر دیا گیا ہو ...... کاش ہدایت علی رقم ادا کرنے سے پہلے ہمیں رپورٹ کر دیتا۔"

"روپے پیسے کی اس کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے ...... وہ ہر قیمت پر اپنی لڑکی کی واپسی چاہتا تھا ...... بہرحال دیکھیں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔"

یہ الفاظ میں نے اپنے آپ سے بھی کہے تھے۔ پھر ہم ہدایت علی کی کوٹھی پر پہنچ گئے۔ ہمیں ہدایت علی تک جانے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ وہ اسی بڑے ہال میں موجود تھا اور پہلے سے زیادہ کمزور اور بیمار نظر آ رہا تھا۔

"کیا آپ لوگ میری بیٹی کی لاش مل جانے کی خبر لائے ہیں؟"

"نہیں جناب! امکان اس بات کا ہے کہ وہ زندہ سلامت واپس آ جائے گی۔ ہم آپ سے کچھ معلومات کرنے آئے تھے۔"

میں نے کہا۔ اس وقت میں جو کردار ادا کر رہا تھا۔ وہ خود میری زندگی کا اہم ترین کردار تھا۔ جس لڑکی کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی، اس کی لاش میرے گھر میں ٹیکسی کی ڈکی میں موجود تھی اور میں اس کے بارے میں ایک ذمے دار افسر کی حیثیت سے تفتیش کرتا پھر رہا تھا۔ سیٹھ ہدایت علی نے یہی کہا تھا کہ وہ رمیہ کا انتظار کر رہے تھے اور جب رقم ادا کرنے کے باوجود نہیں آئی تو انہوں نے بحالت مجبوری اس بارے میں پولیس کو اطلاع دی۔ ورنہ اس وقت تک وہ تاوان وصول کرنے والوں کی خواہش کی تکمیل کر رہے تھے تاکہ ان کی بیٹی کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

"جب آپ نے بریف کیس سڑک پر پھینکا تو کیا رقم وصول کرنے والا آپ کے سامنے آیا تھا؟"

"نہیں ...... بالکل نہیں ......"

"ہوں ...... کیا آپ ہمیں وہ جگہ دکھا سکتے ہیں؟"

"میں ایک بیمار انسان ہوں ...... زبانی آپ کو سمجھا سکتا ہوں ...... میرے لئے وہاں جانا مشکل ہے ...... ویسے بھی میں اس وقت شدید اعصابی دباؤ کا شکار ہوں۔"

اسی دوران نظام اللہ صاحب کا فون پھر موصول ہوا۔ اسے میں نے ہی ریسیو کیا تھا۔

"میں اس وقت وعدے کے مطابق نہیں پہنچ سکا ...... تم لوگ ہدایت علی کے پاس گئے؟"

"جی سر! اس وقت بھی وہیں ہیں ...... کیا میں ہدایت علی صاحب سے آپ کی بات کراؤں؟" میں نے مستعدی سے کہا۔

"ضرورت نہیں ہے ...... تم تفتیش کرو ...... بعد میں تم سے رپورٹ لے لوں گا۔"

نظام اللہ صاحب نے فون بند کر دیا۔ ہدایت علی سے باقاعدہ اس جگہ کے بارے میں تفصیل پوچھی گئی جسے مجھ سے زیادہ اور کون جان سکتا تھا۔ چنانچہ ہم لوگ وہاں پہنچ گئے۔ اس وقت اجالا پوری طرح پھوٹ چکا تھا۔ اس دوران میری ہدایت پر سب انسپکٹر زیدی نے پولیس ہیڈکوارٹر فون کر کے کچھ اور نفری طلب کر لی تھی جو بڑی مستعدی سے اس وقت وہاں پہنچ گئی تھی۔ جب ہم اس جگہ پہنچے میری ہدایت پر پولیس والے سڑک کا چپہ چپہ چھان مارنے لگے اور اس ٹیلے تک گئے جس کے پیچھے آگ روشن کی گئی تھی۔ ہم لوگ اُس جگہ کا جائزہ لینے لگے۔

"دیکھئے، دیکھئے ...... یہاں مجرم کے جوتوں کے نشانات موجود ہیں ...... کار کے پہیوں کے نشانات بھی واضح ہیں ...... یہاں موبل آئل بھی گرا ہوا ہے ...... کار میں کوئی خرابی تھی شاید۔" ایس آئی نے کہا۔

میرا خون خشک ہو رہا تھا۔ بہرحال بڑی دیر تک وہاں تفتیش جاری رہی اور اس کے بعد مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے ہم ضرورتاً ہدایت علی کی کوٹھی پر پہنچے لیکن حیرانی کی بات یہ تھی کہ جب ہم دوبارہ کوٹھی پر پہنچے تو ایس پی نظام اللہ صاحب ہدایت علی کے ڈرائنگ روم میں موجود تھے۔ میری اس وقت جو کیفیت ہو رہی تھی کاش میں انہیں الفاظ میں بیان کر سکتا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کب اور کون سا لمحہ ایسا ہو گا جو میرے لئے مصیبت بن جائے۔ ایس پی نظام اللہ صاحب مجھ سے میری تفتیش کے بارے میں معلومات کرنے لگے۔ پھر بولے۔

"ہدایت علی صاحب سے ملنے چلا آیا تھا۔" انہوں نے کہا اور پھر ایک بریف کیس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے۔ "ہدایت علی صاحب اس بریف کیس میں وہ رقم پھینک کر آئے تھے۔" میں نے بریف کیس کی طرف دیکھا اور اس زور کا چکر آیا مجھے کہ گرتے گرتے بچا۔ یہ تو وہی بریف کیس تھا جس میں پچاس لاکھ روپے کی رقم اس ہٹ میں موجود تھی۔ یہ بڑی خوفناک اور سنسنی خیز بات تھی۔ یہ بریف کیس یہاں کہاں سے آ گیا۔ میں نے سوچا کہ کہیں لاش کا راز کھل نہ گیا ہو لیکن نظام اللہ صاحب کے دوسرے الفاظ نے مجھے سکون بخشا۔ وہ کہہ رہے تھے۔

"اس طرح کے دو بریف کیس ہدایت علی صاحب کے پاس تھے اور ان میں
سے ایک میں وہ رقم پھینک کر آئے ہیں۔ ٹھیک ہے ہدایت علی صاحب! یوں سمجھ لیجئے
کہ ہم انتہائی جانفشانی سے آپ کی بیٹی کو تلاش کر رہے ہیں اور اپنے عمل کے ساتھ
ہماری دعا بھی ہے کہ ہمیں وہ مل جائے۔"

بہرحال ان تمام تیاریوں کے بعد گھر پہنچنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا اور
ویسے بھی میں ابھی گھر نہیں جانا چاہتا تھا چنانچہ ہیڈ کوارٹر پہنچ گیا۔ جب یہاں پہنچا تو
میں نے نادیہ صمدانی کو دیکھا جو میرے دفتر میں بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ پر اعتماد اور
پرسکون چہرہ، آنکھوں میں زندگی اس طرح تڑپتی ہوئی کہ لگتا تھا اسے دنیا کی کسی بات
کی کوئی فکر نہ ہو۔

"جی سر...... آپ کو دوبارہ وردی میں دیکھ کر جتنی خوشی ہو رہی ہے بیان نہیں کر
سکتی...... لیکن جناب عالی، ایک بات بتایئے...... یہ جو ہدایت علی والی واردات ہوئی
ہے آپ نے میرے اخبار کے لئے مجھے خبریں کیوں نہیں دیں؟"

"خدا کی قسم کچھ سوچنے کا موقع ہی نہیں ملا نادیہ!"

"چلئے چھوڑیئے اب سہی...... میری طرف سے مبارکباد۔"

"جس چیز کو تم نے خود میرے حوالے کیا ہے اس کی مبارکباد دے رہی ہو۔"

"اچھا ٹھیک ہے...... اب یہ بتاؤ سارا قصہ کیا ہے؟"

میں اسے تفصیل بتانے لگا۔ ظاہر ہے سب کچھ جاننے کے باوجود میں اپنی
کمزوری کے بارے میں تو نہیں بتا سکتا تھا۔ حالانکہ جانتا تھا کہ وہ میرے ہر راز کو
راز رکھے گی لیکن پھر بھی اپنا کردار زخمی کرنے سے کیا فائدہ۔

"ہدایت علی صاحب کی کوٹھی تو ایک طرح سے پولیس ہیڈ کوارٹر بنی ہوئی ہے
میں وہاں گئی تھی لیکن ان سے ملاقات نہیں ہو سکی۔"

"ہاں وہ ویسے بھی بیمار آدمی ہے۔ خطرہ یہ ہے کہ یہ حادثہ کہیں اس کی موت کا
سبب نہ بن جائے۔"

"اور اس کی حسین نوجوان بیوی کا کیا رنگ ہے...... سنا ہے کہ وہ خبر سن کر
ہوش ہو گئی تھی؟"

"کہاں سنا یہ تم نے؟"

"بس سنا تھا اور اب ڈاکٹر کے زیر علاج ہے۔"

"زبردست! میں یہ نہیں سمجھتا وہ اپنے کمرے میں موسیقی سن رہی ہو گی۔"

"بہرحال کیا تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ سیٹھ ہدایت علی کا خاندان اس فرقے
سے تعلق رکھتا ہے جس میں وراثت کا قانون کچھ مختلف ہے۔"

"مطلب......" میں حیرت سے بولا۔ ایک اور انکشاف ہو رہا تھا۔

"ہاں تعلق یہ ہے کہ قانون کے مطابق ایک بچے کو ماں باپ کی جائیداد کا
نصف حصہ ملتا ہے یعنی سیٹھ ہدایت علی کے فرقے کے عقیدے کے مطابق ان کی
لڑکی ان کی آدھی جائیداد کی حق دار ہے۔ چاہے اس کا باپ اپنی پوری جائیداد اپنی
بیوی کو دینا چاہے۔ تب بھی وہ ایسا نہیں کر سکتا اور شاید یہ بات آپ جانتے ہوں
جناب سکندر شاہ صاحب کہ سیٹھ ہدایت علی کی آدھی جائیدار کی مالیت بھی کروڑوں
روپے تک پہنچتی ہے۔"

میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا اور گلے میں کوئی چیز اٹکنے لگی...... نادیہ صمدانی
انکشافات کیے جا رہی تھی۔

"اب اگر اس لڑکی کو قتل کر دیا گیا ہے اور جیسا کہ بظاہر نظر آتا ہے کہ ہدایت
علی بھی ایک شدید بیمار آدمی ہے اور اپنی بیماری کی جہ سے وہ جلد ہی مر جاتا ہے تو
ساری جائیدار صرف اور صرف نگار کو مل جائے گی۔ میرا خیال ہے یہ سارا کھیل اسی کا
کھیلا ہوا ہے۔ اگر تم ان لائنوں پر تفتیش کرو تو میں دعویٰ کرتی ہوں کہ تمہیں بہت
سے نکتے ملیں گے۔"

نکتے تو مجھے مل رہے تھے مگر یہ قاتل نکتے مجھے اپنی گردن کے گرد پھانسی کا پھندا
بنتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے یہ ساری سکیم رمیہ کے قتل کے سلسلے میں بھی ہو سکتی تھی
اور سارا پلان اسی انداز میں بنایا گیا ہو کہ نگار میرے کندھے پر رکھ کر بندوق چلا سکے۔

"واقعی ایک اچھی طرف اشارہ کیا ہے تم نے نادیہ! میں ان لائنوں پر ضرور کام
کروں گا۔"

"اور اگر کوئی نیا پوائنٹ ملے تو اپنے اعلیٰ افسران کو بتانے سے پہلے مجھے اس

بارے میں اطلاع دو گے۔"

"وعدہ" میں نے نادیہ صمدانی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

نادیہ مجھے خدا حافظ کر کے چلی گئی۔ اس نے واقعی کچھ ایسے انکشافات کیے تھے جن کی طرف میرا ذہن نہیں گیا تھا۔

ایس پی نظام اللہ صاحب براہ راست اس معاملے میں ملوث ہو چکے تھے اور تمام تفتیشی رپورٹیں مہیا کر کے ان تک پہنچائی تھیں اور اپنی کارکردگی بھی دکھائی تھی چنانچہ میں نے کئی پولیس پارٹیاں ترتیب دیں اور ان کی ذمے داری لگائی کہ وہ ہر طرح سے رمیہ ہدایت علی کو تلاش کریں اور دو باتیں ذہن میں رکھیں۔ وہ زندہ بھی ہو سکتی ہے اور مردہ بھی۔ اغوا کرنے والوں نے ممکن ہے اسے ہلاک کر دیا ہو چنانچہ اس کی لاش بھی تلاش کی جائے۔ یہ تمام ضمنی کارروائیاں تھیں خود میرے ہوش و حواس بھی گم تھے۔ پچاس لاکھ روپے کی رقم اور رمیہ کی لاش خود میرے اپنے گھر میں موجود تھی۔ شکر ہے کہ اس دوران نگار نے بدحواسی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا اور مجھ سے رابطہ نہیں قائم کیا تھا بلکہ وہ بہترین طریقے سے اپنے نمبر بنا رہی تھی۔ ایک طرف وہ ایک اچھی سوتیلی ماں ہونے کا اظہار کر رہی تھی اور اس نے بے ہوشی کا ناٹک رچا لیا تھا تو دوسری طرف نادیہ صمدانی کے الفاظ بھی مجھے بے چین کر رہے تھے۔ کیا واقعی یہ ایک بھیانک سازش تو نہیں ہے۔ جس میں گردن گردن تک مجھے پھنسا دیا گیا ہے کہاں میری پول کھلے گی وہ اللہ ہی جانتا تھا اور اللہ جو جانتا وہ میرے علم میں بھی آ گیا تھا۔

عالیہ نے مجھے فون کیا تھا۔

"سنیئے، گھر کب تک واپس آئیں گے؟" اس کے لہجے کی فکرمندی نے مجھے بھی فکرمند کر دیا۔

"کیوں کیا بات ہے؟"

"سارے گھر میں ایک عجیب سی بو پھیلی ہوئی ہے...... ایسی بو جیسے لاش سڑ رہی ہو...... آپ جانتے ہیں یہ بو کہاں سے آ رہی ہے؟"

میں نے کچھ بولنے کی کوشش کی لیکن آواز میرے حلق میں پھنسنے لگی۔ وہ مجھ سے پوچھ رہی تھی کہ میں جانتا ہوں کہ یہ بو کہاں سے آ رہی ہے جبکہ میں ہی تو اس

بو کا ذمے دار تھا۔

"ہیلو......" عالیہ کی آواز سنائی دی۔

"ہاں سن رہا ہوں میں۔" نجانے کس طرح یہ الفاظ میرے منہ سے نکلے تھے۔

"اس ٹیکسی کی ڈکی سے جو آپ نے یہاں لا کھڑی کی ہوئی ہے کچھ اور لوگ پوچھ رہے تھے پڑوس کے کہ یہ بو کہاں سے اٹھ رہی ہے...... میں نے یہی کہا کہ کوئی چوہا وغیرہ مر گیا ہے جبکہ کسی مرے ہوئے چوہے کی بو اتنی تیز نہیں ہوتی۔"

"میں آ رہا ہوں...... کسی چیز کو چھیڑنے کی کوشش مت کرنا۔" میں نے کہا۔

اپنی سیٹ سے اٹھا تو یوں لگ رہا تھا جیسے پاؤں من من بھر کے ہو گئے ہوں۔ انسپکٹر زیدی کام سے گیا ہوا تھا۔ میں پولیس جیپ لے کر چل پڑا لیکن راستہ جس طرح طے ہوا تھا میرا دل ہی جانتا تھا۔ خدا خدا کر کے گھر پہنچا لیکن دروازے پر دو کانسٹیبلوں کو دیکھ کر میرا دم گھٹنے لگا۔ اگر لاش کا راز کھل گیا تو پھر میری درگت دیکھنے کے قابل ہو گی۔ کانسٹیبل دروازے پر جمے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر اٹینشن ہو گئے۔ سلوٹ کیا پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"سر اس گھر سے تعفن اٹھ رہا ہے۔ بو انسانی گوشت کے سڑنے جیسی ہے۔"

"یہ میرا گھر ہے کانسٹیبل! کچن کا گٹر خراب ہو گیا ہے...... میری بیوی نے مجھے فون کر کے بلایا ہے...... میں راستے میں ایک سینٹری اسٹور پر کہہ کر آیا ہوں...... وہاں سے آدمی آنے والے ہیں...... بدبو کا راز یہ ہے...... تمہارا شکریہ کہ تم نے اس طرف توجہ دی۔"

"نہیں سر...... ہماری ڈیوٹی تھی۔" کانسٹیبل سلام کر کے آگے بڑھ گئے۔ میں نے جیپ سے اتر کر بیل بجائی۔ کئی بار بیل بجانے پر عالیہ باہر آئی تھی۔ اس کا چہرہ دھلے ہوئے لٹھے کی طرح سفید ہو رہا تھا۔ آنکھوں میں بے پناہ خوف تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر سرسراتی آواز میں کہا۔

"کیا...... کیا بات ہے عالیہ۔"

"لل...... لاش...... لاش......!" عالیہ کی دہشت بھری آواز ابھری۔

❁ ❁ ❁

عالیہ کا چہرہ دھلے ہوئے لٹھے کی طرح سفید ہو گیا تھا ...... میں اسے اندر لے
آیا ...... عالیہ کا بدن پسینے سے تر ہو رہا تھا ...... اس میں ہلکی ہلکی تھرتھری پیدا ہو گئی تھی
...... میں نے عالیہ سے کہا۔

''تم ایک پولیس آفیسر کی بیوی ہو ...... ایک لاش دیکھ کر تمہاری یہ کیفیت ہو گئی
...... سنو ہمارا واسطہ تو دن رات لاشوں سے پڑتا رہتا ہے۔''

''مم ...... مگر یہ ہمارے گھر میں اس طرح ...... پڑوسی بڑے بے چین ہیں ......
آخر آپ نے اس طرح اسے کیوں چھپا رکھا ہے ...... یہ ٹیکسی گھر میں کیوں لا کھڑی
کی ہے؟''

میں ایک لمحے تک سوچتا رہا ...... آخر کار میں نے یہی فیصلہ کیا کہ عالیہ کو مکمل
بات بتا کر اعتماد میں لے لوں اور پھر میں نے اسے ساری باتیں تفصیل سے سمجھا
دیں۔

''تو اب تم کیا کرنا چاہتے ہو؟''

''سب سے پہلے اس لاش کو ٹھکانے لگانا ہے۔ رات کو موقع نہیں مل سکا کہ
ایسی صورت حال پیش آ گئی تھی کہ مجھے اسے مجبوراً یہاں لا کر کھڑا کرنا پڑا۔''

''بریف کیس ڈکی ہی میں ہے؟''

''ہاں ......''

پھر میں نے پرفیوم کی بوتلیں لیں، ناک پر رومال باندھا۔ آنکھوں پر چشمہ لگا
اور کار کی ڈکی کھول کر لاش پر اسپرے کرنے لگا۔ لاش اسی طرح لپٹی لپٹائی پڑی تھی
پرفیوم کی کئی شیشیاں اس پر انڈیل کر میں نے بریف کیس اٹھایا اور ایک جھٹکے سے

دوبارہ ڈکی بند کر دی۔ بریف کیس لے کر ہم اپنے کمرے میں واپس آئے اور میں
نے بریف کیس میز پر رکھ کر اس کا تالا کھولا۔ تالا کھولنے میں کوئی دقت پیش نہیں
آئی۔ ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ تالا کھل گیا لیکن بریف کیس میں نوٹوں کی موٹی
گڈیاں نظر نہیں آئیں بلکہ ان کے بجائے ردی کاغذوں کا ڈھیر میرے سامنے تھا۔
حیرت سے میرا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ عالیہ نے بھی سفید کاغذوں کے اس ڈھیر کو
دیکھا اور پھر میرا چہرہ دیکھنے لگی۔

''یہ تو کاغذ ہیں۔''

''ہاں عالیہ ...... تقدیر چرکے پر چرکہ لگا رہی ہے ...... یہی ہونا بھی چاہیے تھا
میرے ساتھ ...... ساری عمر کی نیکی اور ایمانداری پر میں نے داغ لگایا اور نتیجہ کچھ بھی
نہیں نکلا۔''

''مگر آخر یہ کیسے ہوا ...... اس کا مطلب ہے کہ ہدایت علی نے چالاکی کی۔''

''نہیں عالیہ! ہدایت علی کے لئے پچاس لاکھ روپے کوئی حیثیت نہیں رکھتے ......
وہ کروڑ پتی ہی نہیں بلکہ میرا خیال ہے ارب پتی ہے۔ وہ سمجھتا تھا کہ اگر اس نے کوئی
چالاکی کی تو اس کی بیٹی کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ یہ مسئلہ بالکل الگ معلوم
ہوتا ہے۔ اس وقت جب سیٹھ ہدایت علی روپے ادا کرنے گھر سے چلا تو بڑی
ہوشیاری سے ردی اخبارات والا بریف کیس اسے دے دیا گیا اور یہ کام اس کی بیوی
اور اسی شاطر عورت نے کیا۔ اس کے علاوہ اور کوئی یہ کام کر ہی نہیں سکتا۔ اتنی بڑی
رقم کے لئے وہ مجھ پر اعتبار کیسے کرتی مگر میں نے اپنی حماقت سے سمجھا کہ وہ مجھ پر
اعتبار کرنے پر مجبور ہے۔ بہت چالاک تھی وہ کمبخت۔ اس نے دوسرا بریف کیس ردی
اخبارات سے بھر کر تیار رکھا اور موقع ملتے ہی نوٹوں کے بریف کیس سے بدل دیا۔
اس کا شروع ہی سے مجھے روپے ادا کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اوہ میرے خدا، اس
کا مطلب ہے کہ اسی نے روپے کے لئے اپنی سوتیلی بیٹی رمیہ کو بھی قتل کیا۔''

''کیا کرو گے؟''

''کچھ بھی نہیں کار کے بغیر لاش کو لے جانا ناممکن ہے ...... ایک کے بعد دوسرا
جرم کرنا پڑے گا۔''

"دوسرا جرم!" عالیہ نے چونک کر کہا۔

ہاں ...... ایک پولیس والا ہر طرح کے جرائم سے واقف ہوتا ہے اور اگر تقدیر اسے کبھی خود بھی جرم پر آمادہ کر دے تو اس کا جرم ہر طرح سے مکمل ہوتا ہے۔ واقعی مجھے بڑے بدترین تجربات ہو رہے ہیں۔ اب مجھے ایک کار چرانی پڑے گی اور کوئی راستہ نہیں ہے۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر بریف کیس بند کر کے الماری میں رکھ دیا اور اس کے بعد وقت کا انتظار کرنے لگا۔

ایک کار چوری کرنا میرے لئے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ وہ ایک مرسڈیز تھی جو ایک جگہ کھڑی ہوئی تھی۔ ماسٹر کی سے اس کا لاک کھولا اور اس کے بعد اسے اسٹارٹ کرنا میرے لئے مشکل نہیں ہوا اور میں نے یہ کام کر لیا لیکن اس عورت پر رہ رہ کر مجھے طیش آ رہا تھا جس نے مجھ جیسے زیرک آدمی کو بڑی آسانی سے احمق بنا دیا۔ میں نے اب عالیہ کو پوری طرح اعتماد میں لے لیا تھا۔ اس سے اچھا ساتھی روئے زمین پر نہیں مل سکتا تھا۔ ہم دونوں اسی موضوع پر بات کر رہے تھے۔ ہمیں تھوڑے سے وقت کا انتظار تھا تا کہ لاش کو ٹھکانے لگایا جا سکے۔ عالیہ نے کہا۔

"ویسے دوہرا فائدہ حاصل ہوا ہے نگار کو...... اب ہدایت علی کی تمام دولت اس کے قبضے میں آ جائے گی۔"

"میں ایک اور الجھن میں گرفتار ہوں۔"

"کیا......؟"

"کیا نگار نے رمیہ کو خود اپنے ہاتھوں سے قتل کیا یا کسی سے کرایا۔ وہ اس کے بعد سے روپوش ہے اور اس کے بارے میں اطلاع مل رہی ہے کہ وہ بیمار ہے لیکن بہرحال کوئی بھی اس کیس کی تفتیش کرے گا تو اس کا شبہ نگار کی طرف ہی جائے گا۔"

"تم نے یہ بتایا ہے کہ کسی زمانے میں اسٹیج ڈانسر تھی؟"

"ہاں مجھے یہی معلوم ہوا ہے۔"

"ایسی عورتیں ہر طرح کے لوگوں کو پال کر رکھتی ہیں ...... ہو سکتا ہے اس نے اپنے کسی آدمی سے یہ کام کرایا ہو۔"

"ہاں ...... اس بات کے امکانات ہیں بلکہ اس نے تذکرہ بھی کیا تھا اس بات

کا کہ ہدایت علی کے انتقال کے بعد وہ آدھی جائیداد کی مالک بن جائے گی اور باقی آدھی جائیداد رمیہ کو ملے گی۔ فرض کرو اس کے ذہن میں یہ تبدیلی پیدا ہوئی ہو کہ پوری جائیداد اس کے حصے میں آئے چنانچہ اس نے اپنے اس شناسا عاشق یا جو کچھ بھی کہہ لو، اس کی مدد سے مجھے پھنسانے کی یہ سازش کی تو اغوا کا ڈرامہ کھیلا گیا اور میں واقعی پھنس گیا۔ البتہ ایک بات میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہی کہ خود رمیہ روپے کے لالچ میں کیوں آئی۔ اوہو، ایک نیا راستہ کھلا ہے عالیہ! یقیناً کوئی نہ کوئی مرد بھی اس سازش میں شریک ہے ...... مگر کون؟ اس نکتے کو ذہن میں رکھ کر کام کرنا پڑے گا۔"

اس وقت رات کا ایک بجا تھا جب ہم نے اپنے کام کا آغاز کیا۔ میں نے گیراج کا دروازہ کھولا، ڈکی میں رمیہ کی چادر میں لپٹی ہوئی لاش نکالی۔ عالیہ نے اب ہمت کر ڈالی تھی اور میری وجہ سے میری مدد کر رہی تھی۔ میں واقعی اس کی ہمت کی داد دے رہا تھا اور مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ اگر تنہا میں یہ سارے کام کرتا تو میری کیفیت کافی خراب ہو جاتی۔ لاش کو کار کی ڈکی میں رکھ اور ساتھ ہی بریف کیس بھی۔ سنسان سڑکوں اور چھوٹی سڑکوں سے گزرتا ہوا میں کافی دور نکل گیا پھر میں نے ایک تنگ سی گلی میں کار روکی۔ بریک لگایا اور ہم دونوں کار کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آئے۔ میں نے عالیہ کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ یہ طویل ترین سفر ہم نے چھوٹی چھوٹی گلیوں اور دکانوں کے شیڈوں کے نیچے ہو کر طے کیا تھا تا کہ ہمیں کوئی دیکھ نہ سکے۔ پھر دوسرے دن صبح دس بجے پولیس رمیہ کی لاش دریافت کر چکی تھی۔ لیکن صبح اٹھ کر سب سے پہلے میں نے اپنا کام شروع کیا۔ ٹیکسی کی ڈکی اچھی طرح صاف کی اور ایک ایک نشان صاف کر کے ٹیکسی واپس اس کی جگہ پہنچائی اور وہاں سے ایک اور ٹیکسی لے کر بھاگم بھاگ تھانے پہنچ گیا۔ اے ایس آئی زیدی اپنی کارروائی میں مصروف تھا۔ اس نے ساری رپورٹ مجھے پیش کی۔ وہ مرسڈیز بھی تھانے میں لائی جا چکی تھی۔ جس کی ڈکی میں رمیہ کی لاش ملی تھی۔ لاش کے فوٹو وغیرہ بھی اتار لئے گئے تھے اور پھر میری اجازت پر لاش پوسٹ مارٹم کے لئے پولیس سرجن کے پاس روانہ کر دی گئی۔ بہرحال اس بارے میں مزید تحقیقات کے لئے کام شروع کر دیا

گیا۔ مجھے پتہ چلا کہ ابھی تک سیٹھ ہدایت علی کو اس قتل کی خبر نہیں دی گئی ہے۔

"تو پھر کیا فون پر اس بارے میں بتایا جائے؟"

"نہیں ...... میں خود سیٹھ ہدایت علی کے پاس جاتا ہوں ...... بیمار آدمی ہے ...... وہ اپنی بیٹی کو اس حالت میں مشکل ہی سے دیکھ پائے گا۔"

پندرہ منٹ کے بعد میں ایک بار پھر سیٹھ کے بنگلے کے سامنے کھڑا تھا۔ ملازموں سے معلوم ہوا کہ سیٹھ ہدایت علی کی طبیعت خراب ہے اور وہ ابھی تک بستر سے نہیں اٹھے۔

"بیگم صاحبہ ہیں؟"

"ہاں ......" ڈرائنگ روم میں، میں نے نگار کا انتظار کیا اور جب نگار ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو ایک لمحے کے لئے ٹھٹک کر رہ گئی۔ خوف اور اضطراب کے اثرات اس کے چہرے پر ظاہر ہوئے لیکن کمبخت بہت ہی مضبوط اعصاب کی مالک تھی۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور مجھے وردی میں دیکھ کر گردن ہلائی۔ ملازم وہاں سے چلے گئے تو اس نے کہا۔

"اچھے لگ رہے ہو وردی میں ...... مجھے علم ہو گیا ہے کہ تمہیں تمہاری ملازمت پر واپس لے لیا گیا ہے۔"

"ہاں ظاہر ہے ...... تمہارے لئے اس وقت مجھ سے زیادہ اہمیت کا حامل اور کون ہو سکتا ہے؟"

"ہاں ...... بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔" اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔ میرے طنز کا جواب اس نے طنز سے دیا تھا۔

"پولیس کو رمیہ کی لاش مل گئی ہے ...... مگر اس ہٹ میں نہیں جہاں تم یہ لاش چھوڑ کر آئی تھی۔"

"کیا ...... کیا رمیہ مر گئی؟" نگار نے بہترین اداکاری کی۔

"تم بہت اچھی اداکارہ ہو نگار ...... اسٹیج ڈانسر ہونے کی حیثیت سے بھی تم نے اداکاری کے بڑے بڑے جوہر دکھائے ہوں گے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو ...... کیا تمہارے علاوہ اور بھی اس کا قاتل ہو سکتا ہے؟

تمہیں یہ نہیں کرنا چاہیے تھا سکندر شاہ!"

"تمہارا کیا خیال ہے ...... کیا میں بے وقوف ہوں نگار! میرے پاس درجنوں ثبوت ہیں کہ تم نے رمیہ کو قتل کر دیا۔"

"ارے واہ اسے کہتے ہیں کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔"

"بے وقوف ہو تم نگار ...... بے وقوف ہو۔"

"یہ تم مجھ سے گفتگو کس لہجے میں کر رہے ہو؟"

"ایک پولیس آفیسر کی حیثیت سے میں تمہارے پاس آیا ہوں۔"

"تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اس طرح تم میرے جرم کو افشا کر دو گے۔ کس غلط فہمی کا شکار ہو سکندر شاہ! تمہارے پاس اس بارے میں کوئی ثبوت نہیں ہو گا ...... یہ بات میں جانتی ہوں۔"

"کسی دھوکے میں نہ رہنا نگار! اس کو قتل کرنے میں تمہارا ایک خاص مقصد تھا ...... اس کی موت کے بعد اب تم اپنے شوہر کی تمام جائیداد حاصل کر سکتی ہو ...... جب کہ اس کی زندگی میں اس کی صرف آدھی جائیداد تمہارے ہاتھ آتی۔"

میری نگاہیں نگار کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں لیکن مجھے اعتراف کرنا پڑا کہ وہ کمبخت بہت شاطر عورت ہے اور واقعی مجھے ایک خطرناک مشن کا سامنا ہے۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"تم بھول رہے ہو کہ اس کے اغوا کی سازش تم نے تیار کی تھی اور تم ہی وہ شخص ہو جسے اس سے حتمی ملاقات کرنا تھی۔ میں اس وقت اپنے گھر میں موجود تھی اور میں یہ ثابت کر سکتی ہوں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے ڈارلنگ ...... اگر فرض کیجئے مجھ پر یہ الزام لگتا ہے تو آغاز کہاں سے ہو گا ...... تمہارے نام سے ہی نا۔"

"صرف تمہارے کہنے سے جبکہ تم ایک کرپٹ آفیسر رہ چکے ہو۔"

"تمہاری بدقسمتی ہے نگار ...... یہ باتیں پہلے ہی جانتا تھا کہ اگر بات بگڑ گئی تو تم مجھے مصیبت میں پھنسا کر خود الگ ہو جاؤ گی ...... چنانچہ میں نے اس کا بھی انتظام کر لیا تھا ...... میں نے ایک ٹیپ ریکارڈر پر اپنی اور تمہاری گفتگو محفوظ کر لی ہے

...... وہ گفتگو جو تم مجھ سے کرتی رہی ہو۔" میری یہ بات سن کر وہ پہلی بار چونکی اس کے چہرے پر ایک وحشت سی پھیل گئی۔ کچھ لمحے کے لئے وہ خاموش رہی بولی۔

"ٹیپ ریکارڈر......"

"جی بیگم صاحبہ...... ایک ایک لفظ جو ہمارے درمیان کہا گیا ہے، ریکارڈ گیا ہے...... میں اگر پھنسا تو سمجھ لو کہ ہم دونوں ہر مشکل کے ساتھی ہوں گے۔"

اس کی اداکاری اب ختم ہونے لگی اور وہ نروس نظر آنے لگی۔ چہرے کا رنگ آہستہ آہستہ تبدیل ہوا اور پھر وہ خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"بب...... بکواس کر رہے ہو...... بکواس کر رہے ہو...... بھلا اس کی کیا گنجائش تھی کہ تم......"

ابھی میں کچھ اور کہنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ دفعتاً دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد قامت کا مالک، طاقتور ورزشی جسم کا خوبصورت سا آدمی ڈرائیور کی وردی پہنے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ میں ایک دم سنبھل گیا۔ یہ وہی آدمی ہے جو سابقہ کانسٹیبل بھی اور اس کا نام شاید گلو تھا۔ سو فیصد وہی آدمی معلوم ہوتا ہے۔ وہ کہنے لگا۔

"کار تیار ہے بیگم صاحبہ......!"

"نہیں رہنے دو...... میں نے ارادہ ملتوی کر دیا ہے...... ویسے بھی صاحب کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"جیسا آپ کا حکم۔" وہ باہر نکلا تو نگار کھڑی ہو گئی۔

"سنئے نگار صاحبہ! آپ تو جا رہی ہیں لیکن جو باتیں میں نے آپ کو بتائی ہیں ان کے سلسلے میں ذرا غور فرما لیجئے گا...... خاص طور سے وہ بریف کیس۔"

میں نے اس کا جائزہ لینا چاہا لیکن وہ غرور سے اکڑ کر چلتی ہوئی کمرے باہر نکل گئی۔ جیسے ہی وہ باہر نکلی ڈرائیور فوراً ہی اندر داخل ہو گیا۔

"آپ سکندر شاہ صاحب ہیں نا؟"

"ہاں گلو! رمیہ کی لاش مل گئی ہے اور تم چل کر اسے شناخت کر لو۔"

"آپ جو حکم دیں گے صاحب...... ویسے کیا پولیس کو رقم بھی مل گئی ہے؟"

"نہیں......"

"سنا ہے پچاس لاکھ روپے کی رقم ہے؟"

"تم نے جو کچھ سنا ہے وہ تم زیادہ بہتر جانتے ہو گے۔"

"میں تو کچھ اور بھی جانتا ہوں جناب لیکن ظاہر ہے آپ کو اس بارے میں نہیں بتا سکتا۔ ویسے کیا پولیس کو ابھی تک کوئی سراغ نہیں ملا کہ اسے کس نے گلا گھونٹ کر ہلاک کیا ہے؟"

"گلو......" باہر سے نگار کی آواز سنائی دی اور وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ لیکن میرے دماغ میں زوردار دھماکے ہونے لگے۔ کیا کہا تھا اس نے...... کیا کہا تھا ابھی اس نے...... رمیہ کو گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا ہے...... یہ بات ابھی تک کسی کو پتہ نہیں چلی تھی کہ رمیہ کس طرح قتل ہوئی...... پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کسی کو نہیں بتائی گئی تھی...... پھر اسے کیسے پتہ چلا کہ رمیہ کو گلا گھونٹ کر قتل کیا گیا ہے...... اوہو جو گفتگو عالیہ سے ہوئی تھی، اس کا سب سے بڑا سرا ہاتھ آ گیا تھا...... مطلوبہ شخص مل گیا تھا...... نگار کا عاشق...... سابق پولیس کانسٹیبل، گلو کو ہر بات کا علم تھا...... وہ اپنی محبوبہ کے ساتھ اسی کی کوٹھی میں زندگی گزار رہا تھا...... یقیناً قاتل بھی وہی ہے...... سو فیصد نگار کا دست راست وہی ہے...... اسی نے رمیہ کا گلا اپنے ہاتھوں سے گھونٹا ہو گا...... وری نائس وری نائس...... اب میرا یہاں رکنا غلط تھا چنانچہ میں کمرے سے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے گلو کو دیکھا...... ممکن ہے اتنے وقت میں نگار نے اسے یہ خبر بھی سنا دی ہو کہ میں نے تمام گفتگو بھی ٹیپ کر ڈالی ہے مگر وہ ٹیپ ریکارڈر جس طرح نگار کو قتل کا مجرم ثابت نہیں کر سکتا تھا اسی طرح گلو کے معاملے میں بھی بیکار تھا۔

"میں تیار ہوں صاحب! بیگم صاحبہ کی اجازت لے لی ہے میں نے کہ آپ کے ساتھ جا کر لاش کی شناخت کر لوں۔"

"ٹھیک ہے چلو......" میں نے اسے پولیس کار میں بٹھایا۔ راستے میں، میں نے اس سے کہا۔

"ہوں...... اب نگار اس جائیداد کی تنہا وارث ہو گی...... رمیہ کی موت اس

کے لئے بڑی خوش قسمتی کا باعث ثابت ہوئی ہے۔"

گلو نے یہ سن کر بے چینی سے پہلو بدلا اور بولا۔ "اگر وہ زندہ رہتی تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آدھی جائیداد بھی بیگم صاحبہ کے لئے شہزادیوں جیسی زندگی گزارنے کے لئے کافی ہے۔"

"مگر دولت کی ہوس انسان کا پیچھا کہاں چھوڑتی ہے؟" میں نے گردن گھما کر گلو کو دیکھا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اور پھر گلو نے کہا۔ "بہر حال صاحب، تھوڑی بہت معلومات مجھے بھی حاصل ہیں۔"

"کس طرح کی معلومات؟"

"بس صاحب! انہی سارے معاملات کے بارے میں۔"

"یہ بھی معلوم ہوگا تمہیں کہ پولیس کو وہ بریف کیس بھی مل گیا ہے...... وہ کار میں لاش کے ساتھ ہی تھا۔" میں نے محسوس کیا کہ یہ سن کر گلو واضح طور پر کچھ چونکا ہے۔

"اس کا مطلب ہے کہ رقم برآمد ہوگئی؟"

"میں نے یہ تو نہیں کہا...... اس بریف کیس میں نوٹوں کے بجائے ردی کاغذ بھرے تھے...... لیکن تمہیں اس بریف کیس کے بارے میں ضرور معلوم ہوگا جو بالکل اسی کی شکل کا تھا۔"

"نہیں صاحب! ان کا ڈرائیور ہوں میں...... پرسنل سیکرٹری نہیں ہوں بیگم صاحبہ یا صاحب کا۔"

"بریف کیس کسی نے بدل دیئے تھے گلو...... یقینی طور پر اس وقت جب سیٹھ ہدایت مطلوبہ رقم لے کر گھر سے چلے تھے، کسی نے کمال ہوشیاری سے ردی اخبارات والا بریف کیس ان کے ہاتھ میں پکڑا دیا اور دونوں بریف کیسوں کے ایک جیسا ہونے کی وجہ سے وہ اسے نہ پہچان سکے اور یہ کام تم نے بڑی مہارت سے کیا گلو!" میں نے کہا اور اطمینان سے سامنے دیکھنے لگا لیکن یہ وار کچھ کارگر رہا۔ گلو بری طرح بے چین ہوگیا تھا۔ کچھ لمحے خاموشی رہی پھر اس کی کپکپاتی ہوئی آواز ابھری۔

"آپ کیا کہہ رہے ہیں صاحب! میرا نام لے رہے ہیں آپ!"

"نہیں نہیں...... نام وام نہیں لے رہا گلو یہ میرا نظریہ ہے...... جہاں تک میں نے سمجھا ہے...... حقیقت کچھ بھی تھی کہ رمیہ کو اغوا کرلیا گیا...... ہدایت علی مطلوبہ رقم ادا کرنے پر تیار تھے مگر نگار صاحبہ کے دماغ میں ایک اچھوتا خیال پیدا ہوا...... اگر اغوا کرنے والوں کو فریب دیا جائے تو وہ یقیناً غصے میں آ کر رمیہ کو قتل کردیں گے اور بیگم صاحبہ تمام جائیداد کی وارث بن جائیں گی...... چنانچہ انہوں نے دوسرے بریف کیس میں ردی کاغذ کے ٹکڑے بھرے اور عین اس وقت جب کہ سیٹھ صاحب گھر سے بریف کیس لے جانے والے تھے، بریف کیس بدل دیا...... اس طرح میڈم کے ہاتھ میں نہ صرف پچاس لاکھ روپے کی رقم آ گئی بلکہ جائیداد کا دوسرا وارث بھی ان کے راستے سے ہٹ گیا۔"

اسی وقت جیپ تھانے کی عمارت میں داخل ہوگئی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ گلو کی چال میں لڑکھڑاہٹ ہے جب کہ پہلے وہ ضرورت سے زیادہ مطمئن اور پرہمت نظر آرہا تھا۔ بہر حال لاش کی شناخت کرا دی گئی اور اس کے بعد دوسری کارروائی ہونے لگی۔ ایس پی نظام اللہ صاحب کو وقفے وقفے سے ساری رپورٹ پیش کرنا پڑ رہی تھی۔ انہوں نے مجھ سے کہا۔

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پچاس لاکھ روپے آخر کہاں گئے...... ویسے میری رائے ہے کہ رمیہ کے حلقہ احباب کا بھی جائزہ لیا جائے اور ہوسکتا ہے وہاں سے مزید کچھ سراغ دریافت ہوسکیں۔"

"یس سر!"

"میرا خیال ہے ایس آئی زیدی کی سرکردگی میں ایک اور پارٹی تشکیل دے دو جو یہ کام کرے۔"

"یس سر!" میں نے کہا اور نظام اللہ صاحب کے کمرے سے باہر نکل کر اپنے کمرے میں داخل ہوگیا جہاں ٹیلی فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر فون ریسیور اٹھا لیا تو دوسری طرف سے مجھے عالیہ کی آواز سنائی دی۔

"ہاں عالیہ! کیا بات ہے خیریت؟" میں نے سوال کیا۔

"سکندر! تم اس وقت گھر پر آ سکتے ہو؟" عالیہ کی آواز ابھری۔ بظاہر لہجہ صاف ستھرا تھا لیکن یہ بات صرف میں اچھی طرح جان سکتا تھا کہ عالیہ کی آواز میں خوف کا ایسا عنصر ہے جسے میں نے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔

"کیا بات ہے عالیہ خیریت تو ہے؟"

"مجھے تم سے بہت ضروری کام ہے۔"

"کیا شام کو بات نہیں ہو سکتی؟"

"نہیں پلیز تم آ جاؤ۔"

"ٹھیک ہے میں آ رہا ہوں۔"

میں نے یہ کہہ کر ریسیور رکھ دیا اور جلدی سے واپسی کے لئے پلٹ پڑا۔ ایک عجیب سی بے چینی میری رگ و پے میں پھیل گئی تھی۔ ضرور کوئی بہت ہی اہم اور خاص بات ہے۔ ہم نے لاش کو ٹھکانے لگا دیا تھا اور اپنا کوئی نشان نہیں چھوڑا تھا۔ لاش پولیس کو دستیاب ہو گئی تھی۔ کیا اس سلسلے میں کوئی بات ہوئی ہے۔ بہرحال میں پولیس کار لے کر چل پڑا اور رفتار خاصی بڑھا دی۔ ساتھ ہی میں نے سائرن بھی آن کر دیا تھا۔ میری بے چینی مجھے احساس دلا رہی تھی کہ کوئی بہت ہی نازک اور خطرناک بات ہو گئی ہے۔ میں راستہ جلد از جلد طے کر لینا چاہتا تھا۔ بہرحال بہت سے خیالات ذہن میں بسائے میں گھر پہنچ گیا۔ میں نے کار دروازے کے سامنے کھڑی کی اور انجن کے سوئچ سے چابیاں نکال کر گھر میں داخل ہو گیا پھر میں اپنے گھر کی راہداری طے کر رہا تھا کہ عالیہ کی آواز ابھری۔

"سکندر! یہاں آ جاؤ اس طرف۔"

میں نے عالیہ کی آواز کا رخ پہچان لیا تھا۔ یہ بھی عجیب بات تھی ...... کسی اہم مسئلے میں میری منتظر ہونے کے باوجود وہ مجھے کمرے میں بلا رہی تھی اور خود باہر نہیں آئی تھی۔ بہرحال میں کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس وقت کسی بھی مصلحت کو ذہن میں نہیں رکھنا تھا پھر میں جیسے ہی اندر داخل ہوا میرے قدم زمین پر گڑ کر رہ گئے۔ عالیہ ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا سفید اور ستا ہوا چہرہ میری طرف تھا اور اس سے تھوڑی ہی فاصلے پر ایک دوسری کرسی پر گلو بڑے آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ٹوتھ

پک منہ میں دبائے ہوئے تھا اور اس کے دوسرے ہاتھ میں ریوالور تھا جس کی نالی عالیہ کی جانب اٹھی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرایا اور بولا۔

"آیئے سر! آپ کی بیگم صاحبہ میری آمد سے خوش نظر نہیں آتیں۔"

میں ایک دم سنبھل گیا۔ گلو کے بارے میں میرا نظریہ پہلے بھی ٹھیک نہیں تھا اور اس وقت اس کی تصدیق ہو گئی تھی لیکن میرے اپنے گھر میں ریوالور لے کر وہ کیا کرنے آیا تھا۔

"کیا بات ہے گلو! خیریت تو ہے؟" میں نے کہا اور عالیہ کی جانب بڑھ گیا۔ پھر میں نے عالیہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے عالیہ خیریت تو ہے ...... یہ شخص یہاں کیسے گھس آیا؟" عالیہ کے منہ سے بات نہیں نکل پا رہی تھی۔ میں نے غصیلے انداز میں گلو سے کہا۔

"میں نہیں جانتا تھا کہ تمہاری موت میرے ہاتھوں لکھی ہے ...... جو حرکت تم نے کی ہے اور جس طرح میرے گھر میں گھس آئے ہو اس کے بدلے اگر میں تمہیں یہیں اسی جگہ ختم بھی کر دوں تو تم جانتے ہو میرے اوپر کوئی کیس نہیں بنے گا ...... میں ایک پولیس آفیسر ہوں اور تم ریوالور سمیت میرے گھر میں موجود ہو۔"

"واہ ......" گلو ہنس پڑا پھر بولا۔ "دیکھو ایس ایچ او صاحب! تم اپنے نزدیک بہت چالاک اور ہوشیار ہو لیکن ہمارا نام بھی گلو ہے ...... ہم نے بھی اسی دشت کی سیاحی میں عمر گزاری ہے اور ہر طرح کے راستے طے کرنا جانتے ہیں ...... تم جیسے پولیس والوں سے ہمارا واسطہ پڑتا رہا ہے اس لئے اب فضول دھمکیاں مت دو ...... جب ہم کھل کر سامنے آ گئے ہیں تو سمجھ لو بات کھلی ہے۔"

"کیوں آئے ہو یہاں اور کیا چاہتے ہو ......؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ دونوں کیسٹ ہمیں دے دو ...... ہمیں ان کی ضرورت ہے اور سنو ...... کیسٹوں سے کم پر کوئی بات ہو نہیں سکتی۔"

"ویری گڈ ...... اس کا مطلب ہے گلو کہ تم رمیہ کے قتل کا اعتراف کرنے آئے ہو۔"

"سرکار ہو تم ...... مائی باپ ہو ہمارے ...... جو دل چاہے سمجھ لو۔"

"اچھا...... ویری گڈ۔"

"واقعی ویری گڈ...... ویسے تم بھی کس قدر احمق ہو...... اپنی زبان پر قابو نہ
رکھ سکے دوست...... اگر تم ان کیسٹوں کے بارے میں خاموش رہتے تو میڈم اور م
اپنے آپ کو محفوظ خیال کرتے رہتے مگر تم نے سب کچھ میڈم کو بتا دیا...... اس م
کچھ شک نہیں کہ میڈم تمہاری باتوں کو سن کر پریشان ہو گئی ہے...... مجھے ان کیسٹ
سے کوئی خطرہ نہیں تھا لیکن چونکہ میں اور وہ ساتھ ساتھ کام کر رہے ہیں اس ل
میں بھی مجبور ہو گیا...... میں نے میڈم سے وعدہ کیا ہے کہ میں وہ دونوں ٹیپ ا
لا کر دے دوں گا۔"

"تو دے دو......" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اب میں نے بھی اپنے آ
کو سنبھال لیا تھا۔ گلو نے اپنے ریوالور کی طرف دیکھا اور پھر میری طرف پھ
بولا۔

"فرض کرو! اگر میں اس کھلونے سے تمہاری حسین بیوی کے پاؤں ہمیشہ ک
لئے بیکار کر دوں تو......"

میں نے عالیہ کی طرف دیکھا تو عالیہ دلیری سے بولی۔ "نہیں...... یہ میرا ک
نہیں بگاڑ سکے گا...... میں ان دھمکیوں سے خوفزدہ ہونے والی نہیں ہوں۔"

"اگر تم گولی چلاؤ گے تو ذرا سی دیر میں سارے پڑوسی اکٹھے ہو جائیں گے۔"

"دیکھو! بے وقوفی کی باتیں مت کرو...... جو کچھ میں کہہ رہا ہوں غور سے
...... اس معاملے میں لاکھوں روپے کا سوال ہے...... وہ دونوں ٹیپ میری تمام ا
فیل کر سکتے ہیں جو میں پسند نہیں کرتا...... اب میں تمہیں اصل چیز دکھاتا ہوں۔"

اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹی سی چیز نکال لی۔ ایک لمحے کے
تو میں سمجھ نہیں پایا کہ اس بوتل میں کیا ہے پھر اسی نے مجھے اس کے بارے
بتایا۔

"دیکھو! یہ معمولی چیز اپنے اثرات کے اعتبار سے بڑی خطرناک ہے......
چیز ہے جو حسین سے حسین چہرے کو عمر بھر کے لئے ناکارہ کر سکتی ہے...... اگر تم
وہ ٹیپ میرے حوالے نہ کیا تو کسی بھی دن کسی بھی وقت اور کسی بھی جگہ یہ تیز

تمہاری بیوی کے چہرے پر پھینکا جا سکتا ہے اور یہ کام بھی میں خود نہیں کروں گا......
بہت سے لوگ کام کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں...... تھوڑی سی رقم کسی
معمولی سے چور اچکے سے یہ کام کرا سکتی ہے...... مگر تم یہ سوچو کہ اس کے بعد تمہاری
بیوی کی کیا حالت ہو گی۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ سردی کی ایک تیز لہر میری ریڑھ کی ہڈی میں اتر
گئی۔ عالیہ کا چہرہ بھی پہلے سے زیادہ پیلا پڑ گیا تھا۔ بہر حال اب مجھے یہ اندازہ ہوتا
جا رہا تھا کہ اس بازی میں مجھے مات ہو گئی ہے۔ فیصلہ کرنا تھا۔ گلو کے بارے میں تو
مجھے پہلے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ خاصا سخت گیر اور سو فیصد جرائم پیشہ ہے۔ ظاہر
ہے محکمہ پولیس سے نکالا ہوا تھا اور جرائم کے سارے گر جانتا تھا۔

کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے گلو! میں تیار ہوں...... کیسٹ میں تمہیں دے دوں گا۔"

"میری بات سنو سکندر......" عالیہ نے پھر درمیان میں مداخلت کی۔ اس
دوران گلو کرسی سے کھڑا ہو گیا تھا پھر اس نے کہا۔

"واقعی تم نے سمجھداری کی بات کی ہے آفیسر صاحب!"

"اب تمہیں میرے ساتھ چلنا ہو گا۔"

"کہاں......؟"

"کیسٹ یہاں گھر میں نہیں ہیں چاہو تو تلاشی لے سکتے ہو۔"

"نہیں، نہیں ایسی بات نہیں ہے...... میں نے کہا نا کہ اس وقت کچھ بھی نہیں
ہو گا ہمارے درمیان فیصلہ تو اس وقت ہو گا جب تم مجھے بالکل انکار کر دو گے۔"

"آؤ میرے ساتھ......" میں اسے لے کر باہر آیا اور پولیس کار میں بیٹھتے
ہوئے کار اسٹارٹ کر دی۔

میں دل ہی دل میں شدید پچھتا رہا تھا کہ میں نے واقعی نگار سے ٹیپ کا تذکرہ
کیوں کیا۔ میں نے خود ہی یہ مصیبت اپنے گلے میں ڈالی تھی۔ پھر میں نے اس سے
کہا۔

"بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک ہر ایک بات تمہارے حق میں جا

رہی ہے مگر ایک بات یاد رکھنا تم اسی ناواقفیت کی بناء پر مارے جاؤ گے اور دو
محض اس لئے کہ تم عورتوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے گلو! تم جس عورت
لئے کام کر رہے ہو میرا خیال ہے مکمل طور پر تمہیں اس سے بھی واقفیت نہیں ہے
وہ اسٹیج کی باقاعدہ اداکارہ رہ چکی ہے ...... اس نے سیٹھ ہدایت علی جیسے آدمی کو
وقوف بنا کر اپنے جال میں پھانس لیا ہے ...... اس نے پچاس لاکھ روپے کی رقم
حصول کے لئے کتنا خوبصورت گیم کھیلا ہے ...... کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ اپنے راز دا
اسی طرح چھوڑ دے گی یعنی تمہیں جب کہ اس نے اپنی سوتیلی بیٹی کو بآسانی را
سے ہٹا دیا ہے ...... یہ کام اگر اس نے تمہارے ذریعے سے کیا ہے تو تمہارے
وہ کسی دوسرے ذریعے سے کام کر سکتی ہے ...... مثلاً مجھ سے بھی کہہ سکتی ہے دو
میں تمہیں ٹھکانے لگا دوں ...... کیا سمجھے۔"

"تم مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو ...... یہ جوابی کارروائی ہے۔"
نے کہا مگر اس کی آنکھوں میں فکرمندی جھلک رہی تھی۔ پھر اس نے ایک دم سے
گردن جھٹکی اور بولا۔ "خیر جو کچھ بھی ہے تم اس کی پرواہ نہ کرو ...... تمہارے پا
چڑھنے سے پہلے ہی میں اور نگار ایک دوسرے سے شادی کر چکے ہوں گے۔"

اب مجھے ہنسی آ گئی تھی ...... میں نے کہا۔ "اس سے زیادہ بے وقوفی کی بات
تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔"

یہ کہہ کر میں نے اپنی کار اس بینک کے گیٹ میں داخل کر دی جس میں کیس
محفوظ کئے گئے تھے۔ دو بجنے والے تھے۔ "ٹھیک ہے آؤ۔" بینک کے اندر پہنچ
میں نے اپنے سیف ڈیپازٹ لاکر سے دونوں ٹیپ نکالے اور گلو کے ہاتھ میں د
دیئے۔ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا بینک سے باہر نکل گیا۔ میں نے فوراً ہی ایک ٹیلیفون
بوتھ سے عالیہ کو اطلاع دی کہ گلو ٹیپ لے گیا ہے چنانچہ وہ خوفزدہ نہ ہو۔ بہرحال
اس کے بعد میں بینک سے سیدھا تھانے چلا گیا۔ یہ جو کچھ ہوا تھا میرے لئے بہ
ہی پریشانی کا باعث تھا۔ اپنی کرسی پر بیٹھ کر میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ زیادہ د
نہیں گزری تھی کہ ایس پی صاحب کے اردلی نے آ کر کہا کہ ایس پی صاحب
طلب کر رہے ہیں۔

ایس پی نظام اللہ صاحب کے کمرے میں داخل ہوا تو حیرت کا ایک اور جھٹکا
میرا منتظر تھا۔ نادیہ صمدانی ان کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ نادیہ کے چہرے پر تشویش
کے آثار تھے۔ ایس پی نظام اللہ نے مجھے بغور دیکھا اور بولے۔ "آؤ، کہاں سے آ
رہے ہو؟"

"سر ایک کام سے گیا ہوا تھا۔"

"ہوں ...... اچھا یہ بتاؤ کیا تم ہدایت علی کی بیٹی رمیہ سے اس کی موت سے
پہلے کبھی ملے ہو؟"

"نہیں سر!" میں نے جواب دیا حالانکہ اس سوال نے میرے اوسان خطا کر
دیئے تھے۔ یہ ایک انوکھا سوال تھا۔ میں نے نادیہ صمدانی کی طرف دیکھا تو ایس پی
نظام اللہ نے فوراً ہی کہا۔

"دراصل یہ اخبار والے پولیس والوں کے دست راست ہوتے ہیں۔ ہمیں ان
سے جو مدد ملتی ہے وہ بے مثال ہوتی ہے۔ اب تم یہ دیکھو کہ نادیہ صمدانی نے تمہارے
سلسلے میں کتنا بڑا کام کیا۔ خیر کچھ نئی باتیں پتہ چلی ہیں اور اس کے ذریعے کچھ نئے
راستے کھلے ہیں۔ میں نے تم سے رمیہ ہدایت علی کے بارے میں جو سوال کیا اس کا
مقصد یہ تھا کہ اگر تم اسے پہلے سے کچھ جانتے ہو تو کیا تمہیں اس بات کا علم تھا کہ وہ
کس کردار کی لڑکی تھی لیکن تم کہتے ہو کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے ...... ہم لوگ یہ تصور
دہرا رہے تھے کہ کہیں رمیہ کے کسی بوائے فرینڈ نے رقم کے چکر میں اسے اغوا نہ کیا
ہو۔"

"آپ سر فرما رہے تھے کہ کئی نئی باتیں آپ کو معلوم ہوئی ہیں؟"

"ہاں یہ باتیں ہمیں اخباری رپورٹرز کی تفتیش سے معلوم ہوئی ہیں جس کی روح
رواں نادیہ صمدانی ہیں۔ سبحان پور کی نشاندہی ہوئی ہے۔ سبحان پور میں ایک ہوٹل
ہے کاسابلانکا۔ کاسابلانکا کے بارے میں جو تفتیش کی گئی تو وہاں سے پتہ چلا کہ رمیہ
کی ہمشکل ایک لڑکی چند روز پہلے یعنی اس دن جس دن اسے اغوا کیا گیا تھا۔ رات
کو ایک ٹیکسی میں اس ہوٹل میں پہنچی۔ جو شخص ٹیکسی ڈرائیو کر رہا تھا اس کی شکل بھی
ایک پورٹر کے ذہن میں محفوظ ہو گئی اور ٹیکسی کا نمبر بھی۔ بہرحال یہ لڑکی اس ہوٹل

میں آ کر ٹھہری اور کئی دن تک اس ہوٹل میں رہی۔ وہ اپنے کمرے میں بند تھی۔ کھانا بھی کمرے ہی میں کھایا کرتی تھی۔ کہتی تھی، میری طبیعت خراب ہے۔ اس دوران اسے کئی ٹیلی فون کالیں بھی موصول ہوئیں جو یہاں سے کی گئی تھیں پھر ایک دن وہ ہوٹل چھوڑ کر چلی گئی۔ جس ڈرائیور نے اسے اسٹیشن پہنچایا اس سے بھی رابطہ ہو چکا ہے۔ ہوٹل کے کمروں میں اس کی انگلیوں کے نشانات بھی پائے گئے اور ان نشانات سے یہ پتہ چل گیا کہ یہ نشانات رمیہ ہی کی انگلیوں کے ہیں۔ کیا سمجھے۔ اس کے علاوہ پولیس سرجن سے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ بھی ملی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ پہلے اس کے سر پر چوٹ مار کر اسے بے ہوش کیا گیا اور بعد میں نائلون کے موزے سے گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا گیا۔ ایک اور خاص بات جس کا پتہ چلا ہے وہ یہ ہے کہ اس کے جوتوں سے جو تھوڑی سی ریت کے ذرات برآمد ہوئے ہیں وہ یہاں کے ایک علاقے جو نیو لائن جھیل کے نام سے مشہور ہے اور جہاں بہت ہٹ بنے ہوئے ہیں وہاں کی مٹی ہے۔ یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد میں نے اسپیشل ڈیپارٹمنٹ کے سرور شاہ کو وہاں مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیج دیا ہے بہرحال بہت سی نئی معلومات مجھے محترمہ نادیہ صمدانی سے معلوم ہوئی ہیں اور بہت سی معلوم ہونے والی ہیں۔ میں نے یہ تفصیل تمہیں بھی بتا دی ہے۔ چاہو تو نادیہ صمدانی سے اس موضوع پر مزید بات کر لو۔''

''سر! اگر اجازت ہو تو میں ......''

''ہاں ہاں تم لوگ جا سکتے ہو۔'' ایس پی نظام اللہ نے کہا۔ مجھ پر اس تمام گفتگو کے دوران سکتہ طاری رہا تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے گنجان دائرے رقص کر رہے تھے۔ یہ تو موت کی آمد آمد تھی۔ ایک بار ایک نیک کام کیا تھا تو معطل ہو گیا تھا اور اس بار حالات کا شکار ہوا تھا اور لالچ کی دلدل میں پاؤں ڈال دیا تھا تو زندگی ہی جانے والی تھی۔ ٹیکسی نمبر، کاسابلانکا میں رمیہ کو پہنچانے والے کی شکل آشنائی، یہ دو ثبوت بہت کافی تھے۔ آہ، کاش آغاز ہی نہ ہوتا ...... وہ پرس مع رقم کے نگار کے منہ پر مار دیتا میں ...... لیکن پتہ نہیں تقدیر کیا چاہتی تھی ...... پہلے صحیح راستوں کا صلہ غلط ملا اور اب صحیح راستوں کا صلہ ملنے والا ہے۔

نادیہ صمدانی میرے ساتھ کمرے میں داخل ہو گئی۔ اس نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''سوری، اصل میں یہ معلومات میں تمہارے لئے لائی تھی ...... تم گئے ہوئے تھے ...... اتفاق سے نظام اللہ صاحب مجھے نظر آ گئے اور انہوں نے مجھے اپنے کمرے میں بلا لیا ...... دوران گفتگو بات کچھ اس طرح نکل گئی کہ میں اپنی معلومات تمہیں فراہم نہ کر سکی ...... ویسے میں ایک بات بتاؤں کہ رمیہ کو سرے سے اغواء ہی نہیں کیا گیا تھا۔''

خود کو سنبھالنے کے لئے میں پانی پینا چاہتا تھا لیکن اس وقت اپنی سب سے بہترین دوست نادیہ صمدانی سے بھی اپنے آپ کو چھپانا چاہا تھا اور اپنی تمام تر اعصابی قوتوں کو بروئے کار لا کر اپنے چہرے کو کسی تغیر کا شکار نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''ایس پی نظام اللہ نے میری کاوشوں کو بہت سراہا ہے ...... مجھے یقین ہے کہ اغواء کی واردات محض ایک ڈرامہ تھی جسے رمیہ اور شاید اس کے کسی دوست آشنا محبوب نے مل کر کھیلا ...... میرا اندازہ ہے کہ وہ شخص رمیہ کے ذریعے دولت حاصل کرنا چاہتا تھا اور اس نے اس مقصد کے لئے رمیہ کو اپنا آلہ کار بنایا اور جب رقم حاصل ہو گئی تو اس نے رمیہ کو قتل کیا اور اپنا راستہ صاف کر لیا۔''

''کہانی مضبوط ہے ...... لیکن تم نے مجھے بتایا نہیں کہ تم اس سلسلے میں تحقیق کر رہی ہو۔''

نادیہ مسکرا دی پھر بولی۔ ''ایس پی نظام اللہ صاحب نے بلاوجہ ہی تو میرے کہنے پر تمہارے لئے کاوش نہیں کی ورنہ تم اپنے ہاتھ کٹا بیٹھے تھے ...... بس یہ سب کچھ تو کرنا ہی پڑتا ہے ...... شوق بھی سمجھ لو اور فرض بھی ...... میں تمہیں سرپرائز دینا چاہتی تھی۔''

''اور سرپرائز دے دیا تم نے ایس پی نظام اللہ صاحب کو۔'' میں نے پھیکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

''بہت سے کلیو ملے ہیں ...... تم کام شروع کر دو ...... پہلی بات سبحان پور میں ہوٹل جا کر وہاں پورٹر سے اس شخص کے حلیے کے بارے میں تفصیلات معلوم کرو ...... وہ تمہیں بتا دے گا ...... ٹیکسی کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے ...... چٹکیوں میں یہ معاملہ حل ہو جائے گا ...... اس کے علاوہ نیو لائن لیک پر جو ہٹ بنے ہوئے ہیں ان کے درمیان

کئی چوکیدار رہا کرتے ہیں ...... چوکیدار بھی اس شخص کو شناخت کرلیں گے سمجھ لو سارا معمہ حل ہو جائے گا۔"

گویا میرے دفن کے تمام انتظامات مکمل ہو چکے تھے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا مگر پھر بھی اپنے آپ کو پوری طرح سنبھال کر میں نے نادیہ صمدانی کو چائے وغیرہ پلائی اور اس سے تھوڑی سی رسمی باتیں کیں اور جب وہ چلی گئی تو میرا دل چاہا کہ میں زمین پر سیدھا لیٹ جاؤں ...... یہ کیا ہو گیا ...... ذہن دوڑاتا تھا اس سلسلے میں اور بڑی گہری سوچوں میں ڈوبا تھا ...... ہمت بالکل ساتھ چھوڑتی جا رہی تھی چنانچہ گھر واپس چل پڑا ...... میرے چہرے ہی سے عالیہ نے اندزہ لگا لیا کہ میں اس وقت کس کیفیت سے گزر رہا ہوں۔ عالیہ پریشان ہو گئی، کہنے لگی۔ "کیا بات ہے خیریت ......؟"

عالیہ میری پوری طرح راز دار بن چکی تھی اور ویسے بھی یہ حقیقت ہے کہ وہی میرا سب کچھ تھی۔ اس سے کچھ چھپانا بالکل حماقت تھی۔ آنے والے وقت کے لئے اسے ہی تیار ہونا تھا۔ نجانے اس پر کیا بیتنے والی تھی۔

میں نے گلوگیر لہجے میں کہا۔ "جاؤ عالیہ دروازہ بند کر دو ...... گھنٹی کا بٹن بند کر دو ...... اس وقت اگر گھنٹی بجی تو ہوسکتا ہے میرے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں۔" عالیہ نے میری ہدایت پر عمل کیا اور باہر جا کر دروازہ بند کر کے گھنٹی کا بٹن بند کر دیا۔

"کیا بات ہے اتنے پریشان کیوں ہو؟"

"لگ رہا ہے عالیہ کوئی بہت بڑی مصیبت میرا گھر دیکھ چکی ہے اور اب ہم کسی بڑے عذاب میں گرفتار ہونے والے ہیں ...... ہوسکتا ہے یہ عذاب میری زندگی کے خاتمے پر ختم ہو۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو؟" عالیہ کی آواز میں آنسو گندھ گئے۔

"یار خدا کی قسم عالیہ! میں جان بوجھ کر اس طرف متوجہ نہیں ہوا تھا ...... تقدیر مجھے گھسیٹ کر اس طرف لے گئی تھی ...... تمہیں پوری تفصیل بتا چکا ہوں میں کہ کس طرح نگار نے مجھے پہلے سے تاک رکھا تھا اور تقدیر اس کا ساتھ دیتی چلی گئی تھی ...... میں برے حالات کے ایسے جال میں پھنس گیا ...... بس یہی کچھ لمحے سنبھلنے کے

ہوتے ہیں یا تو انسان سنبھل گیا یا پھر تباہی کے گہرے غار میں گر گیا۔"

"ہوا کیا ......" عالیہ گھبرا کر بولی اور میں نے اسے پوری تفصیل بتا دی۔

عالیہ کا چہرہ دھواں ہو گیا۔ دیر تک خاموشی طاری رہی پھر عالیہ نے کہا۔ "اللہ کے بعد صرف ایک ہی شخصیت ایسی ہے جو تمہیں اس مشکل سے نکالنے میں مدد کر سکتی ہے۔ میری مراد نادیہ صمدانی سے ہے ...... میرا خیال ہے تمہیں اسے مکمل اعتماد میں لینا چاہیے ...... ساری تفصیل اسے بتا دو بلکہ بہتر ہے کہ ابھی اسی وقت اسے گھر پر بلا لو ...... میں بھی اس گفتگو میں شریک ہو جاؤں گی۔"

عالیہ سچ ہی کہہ رہی تھی باقی کسی اور پر بھروسہ کرنا انتہائی خطرناک ہو سکتا تھا۔ ایس آئی زیدی بیچارہ بالکل ہی بے بس، اچھا دوست اور اچھا ساتھی بے شک تھا لیکن بے اختیار تھا جہاں تک بات رہی ایس پی صاحب کی تو بہرحال وہ افسر اعلیٰ تھے ...... پتہ نہیں کس انداز میں سوچیں۔ نادیہ صمدانی ایک اعلیٰ دماغ رکھتی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ ایس پی نظام اللہ کو اسی نے یہ اشارے دیئے تھے، ورنہ بات گول ہو جاتی۔ عالیہ کا کہنا بالکل درست تھا۔

فوراً ہی میں نے نادیہ صمدانی کو موبائل ٹیلی فون پر کال کیا۔ وہ کہیں کسی ہنگامے کی رپورٹنگ کر رہی تھی۔ فون پر کافی شور تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

"نادیہ! میں گھر پر ہوں اور تمہیں فوری طور پر میرے پاس پہنچنا ہے۔"

"خیریت سے تو ہو؟"

"نہیں ہوں ...... تمہاری ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔"

"آدھے گھنٹے میں آ رہی ہوں ...... دو تین منٹ کا کام یہاں اور ہے بس آدھے گھنٹے میں پہنچ رہی ہوں۔"

آدھے گھنٹے میں نادیہ صمدانی میرے گھر آ گئی۔ اس نے کہا۔ "خیریت ...... یہ چہرہ پیلا کیوں پڑ رہا ہے ...... اچھا بھئی عالیہ! کافی ہے گھر میں؟"

"میں لاتی ہوں بنا کر ...... کچھ کھاؤ گی ساتھ ......؟"

"یار ہو جائے تو بڑی خوشی ہو گی۔" میں نے ممنون نگاہوں سے عالیہ کو دیکھا۔ عالیہ چلی گئی تو نادیہ بولی۔

"مسئلہ کیا ہے...... کوئی گھریلو جھگڑا ہے یا کوئی اور معاملہ؟"

"عالیہ کو آ جانے دو...... تفصیل اسی کے سامنے بتاؤں گا۔"

میں نے خلوص نیت سے کہا۔ عالیہ بہت جلد واپس آ گئی۔ مطلوبہ اشیاء لے آئی تھی۔ نادیہ صمدانی نے دو پیالی کافی پی۔ اس دوران ہم نے خاموشی اختیار کیے رکھی تھی پھر عالیہ ہی نے کہا۔

"نادیہ! برا مت ماننا میری باتوں کا...... یہ بات میں جانتی ہوں کہ تمہارے لئے ہمارے دل میں کیا مقام ہے...... تم نے ہر موقع پر ہمارا ساتھ دیا ہے...... اس وقت بھی ایک بڑی الجھن پیش آ گئی ہے...... ہم تمہاری مدد چاہتے ہیں۔"

"ہاں کہو کہو کیا بات ہے؟"

"پچھلے دنوں نادیہ! بلکہ یہ نہیں، میں یہاں سے آغاز کروں گی بلا تکلف، تم مجھ سے زیادہ جانتی ہو گی یعنی دوست اور بیوی کا جو مقام ہے اس میں بعض جگہ بیوی کو فوقیت حاصل ہوتی ہے بعض جگہ دوستوں کو...... ایک دوست کی حیثیت سے تم سکندر کی نیچر جانتی ہو گی...... اس کی فطرت سے واقف ہو گی...... وہ ایک ایماندار آدمی ہیں اور جس مشکل کا شکار ہوئے وہ ایمانداری ہی کی وجہ سے ہوئے۔"

"ہاں...... میں جانتی ہوں اور بلا شک و شبہ جانتی ہوں۔" نادیہ صمدانی نے پرخلوص لہجے میں کہا۔

"نادیہ! پچھلے دنوں ہم بڑے عذاب میں گرفتار تھے۔ کسی تھانے کا ایس ایچ او رہ کر تصور تو یہ پیدا ہو جاتا ہے کہ بس وارے نیارے ہو گئے ہوں گے...... لیکن جو لوگ اپنی دنیا کے شہنشاہ ہوتے ہیں وہ نہ وارے ہوتے ہیں نہ نیارے ہوتے ہیں...... ہم بھی انہی میں سے تھے...... حالات کی بے کسی انتہا کو پہنچ چکی تھی کہ سکندر شاہ کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا۔" اور اس کے بعد عالیہ نے وہ ساری تفصیل نادیہ کو بتا دی۔ نادیہ پتھرائی ہوئی سی بیٹھی یہ ساری کہانی سن رہی تھی اور میں شدید شرمندگی کا شکار تھا۔

جب عالیہ حرف آخر تک پہنچی اور ساری مشکلیں نادیہ صمدانی کے سامنے آ گئیں تو نادیہ صمدانی نے ایک گہری سانس لی۔

پھر وہ مجھے آگے کے اقدامات سمجھانے لگی اور میرا دل روشن ہو گیا۔ میں نے نادیہ سے کہا۔ "کیا ہم ایس پی نظام اللہ صاحب کو یہ باور کرا سکتے ہیں کہ یہ سب کچھ ایک منصوبے کے تحت ہوا۔"

"یہ ذمہ داری تم مجھ پر چھوڑ دو۔" نادیہ صمدانی نے کہا۔ مجھے یوں لگا جیسے کسی نے مجھے پھانسی کے پھندے سے نیچے اتار لیا ہو۔ مجھے نادیہ کی ذہنی صلاحیتوں پر مکمل اعتماد تھا۔ عالیہ بھی خاصی پرسکون نظر آئی تھی۔ نادیہ بولی۔

"مجھے آج کا دن دے دو...... کل میں تمہیں بتاؤں گی کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

بہرحال میں اعتراف کرتا ہوں کہ جو کہانی نادیہ کے ذہن نے ترتیب دی تھی، میں زندگی بھر اس طرح کی کوئی کہانی نہیں سوچ سکتا تھا۔ نادیہ ایس پی نظام اللہ صاحب سے وقت لے کر ان کے گھر پہنچی اور اس نے نظام اللہ صاحب کو تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "جناب عالی! میں جانتی ہوں کہ آپ مجھ پر خصوصی مہربانی کرتے ہیں اور سچی بات یہ ہے کہ آپ کے بل پر میں بڑے بڑے رسک لیا کرتی ہوں۔"

"اس کی وجہ ہے نادیہ بیٹی! تم ایک باصلاحیت رپورٹر ہو...... اب یہ تو ممکن نہیں کہ ایک مخلص اور پیاری بیٹی کی ہر بات کو نظر انداز کر دیا جائے بلکہ صرف تمہاری سفارش پر میں نے بہت بڑا رسک لے کر بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ ڈی آئی جی اور آئی جی صاحب کی مخالفت مول لے کر سکندر شاہ کو اس کی نوکری پر بحال کیا ہے...... وہ تو شکر ہے کہ کھلانہ کے دوست آئی جی صاحب یہاں سے چلے گئے ورنہ شاید میں سکندر شاہ کو بحال نہ کر پاتا۔"

"سر! مجھے آپ پر ناز ہے...... بہرحال اس وقت میں ایک انوکھے انکشاف کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔"

"ہاں بولو...... میں جانتا ہوں کہ تم ایک ذہین صحافی ہو۔"

"سر! کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے اس وقت کی جب سکندر شاہ معطل تھے...... سر! وہ میرے بہت پرانے دوست ہیں اور ہم دونوں ایک دوسرے کی بہت عزت کرتے ہیں...... یہ بات تو آپ بھی جانتے ہیں کہ کھلانہ صاحب کے مسئلے میں صرف وہ شکار ہوئے۔"

"ہاں یہ بات مجھے معلوم ہے ...... وہاں میں ذاتی طور پر اسے بالکل بے قصور سمجھتا تھا ...... اس نے تو صرف اپنی ڈیوٹی سرانجام دی تھی۔"

"سر! جو انکشاف میں کر رہی ہوں، آپ کو عارضی طور پر وہ ایک اختراع محسوس ہوگی لیکن ایسی بات نہیں ہے ...... یہ ایک پراسرار کہانی ہے ...... بڑی حیرت انگیز ...... یہاں بھی ہم لوگوں نے بہت بڑا رسک لیا ...... خاص طور سے سکندر شاہ نے ...... میں نے ہی اسے اس سلسلے میں مجبور کیا تھا ...... حالانکہ وہ بے چارہ خوفزدہ ہوگیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ نادیہ میں تو اس وقت ویسے ہی زیر عتاب ہوں ...... یہ ایماندارانہ کوشش کہیں میرے لئے موت کا پھندہ نہ بن جائے ...... میں نے اس سے کہا کہ نہیں خدا پر بھروسہ رکھے ...... ہم ایک بار پھر حقیقتوں کو منظر عام پر لانے کا جرم کر رہے ہیں ...... عارضی طور پر اسے جرم ہی کہا جا سکتا ہے لیکن آنے والا وقت یقیناً اسے جرم قرار نہیں دے گا ...... بہرحال سر آپ یقین کر لیجئے ...... میرے بہت اصرار پر وہ کام کے لئے تیار ہوا جو سراسر ایک مجرمانہ کام تھا لیکن اس سے ایک حقیقت کا انکشاف ہونے والا تھا ...... افسوس ہم وہ تو نہ کر سکے جو ہماری خواہش تھی لیکن اب یہ ضروری ہوگیا ہے کہ سچائی وقت سے پہلے آپ کے سامنے لائی جا سکے۔"

"بھئی! تم نے تو مجھے بہت متجسس کر دیا ہے ...... آخر ایسی کیا بات ہے جس کے لئے تم اتنی تمہید باندھ رہی ہو؟"

"سر! میں ہدایت علی کی بیٹی رمیہ کے قتل کے سلسلے میں آپ کو ایک گہرے راز سے آشنا کرنا چاہتی ہوں ...... جس کے بارے میں آپ سنیں گے تو دنگ رہ جائیں گے۔"

ایس پی نظام اللہ صاحب حیرت سے نادیہ صمدانی کو دیکھنے لگے۔

❀ ❀ ❀

نادیہ نے کچھ لمحے توقف کیا، کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ بولی۔ "سر! ہمیں رپورٹنگ کے لئے جس قدر محنت کرنا ہوتی ہے، آپ کو بتانا بے کار ہے ...... ایک دن میں اپنی ساری مصروفیتوں سے نمٹنے کے بعد سخت بھوک کے عالم میں نیشنل پارک جا بیٹھی، میں نے وہاں سے ایک گھٹیا قسم کا برگر خریدا اور اسے کولڈ ڈرنک کے ساتھ حلق سے نیچے اتار رہی تھی جس جگہ بیٹھی ہوئی تھی وہاں میری پشت پر کراٹا کی اونچی باڑھ لگی ہوئی تھی، مجھے اس کے پیچھے سے کچھ آوازیں سنائی دیں ...... کوئی کہہ رہا تھا، دیکھو گلو! اگر ہم اس مقصد میں کامیاب ہو گئے تو تم یوں سمجھ لو کہ اربوں روپے کے وارث ہوں گے، میں نے درحقیقت سیٹھ ہدایت علی سے شادی ہی اس لئے کی ہے تم نے مجھے بے وفا قرار دیا لیکن سچ یہ ہے کہ گلو! میں نے سوچا کہ تم بھی محنت مزدوری کر کے زندگی گزارتے رہو گے، تمہیں میرا اسٹیج پر کام کرنا پسند نہیں ہے ...... تم یہ نہیں چاہتے میں بہت سی نگاہوں کی زینت بنوں ...... میں نے سوچا کہ اگر میں تم سے شادی کر لوں تو کچھ ہی دنوں کے بعد محبت کا یہ بھوت اتر جائے گا اور فاقہ کشی کی زندگی تمہیں خودکشی پر مجبور کر دے گی چنانچہ گلو! میں نے یہ قدم اٹھایا تمہارے لئے ...... صرف تمہارے لئے ...... اب تمہیں میرا ساتھ دینا ہوگا ...... رمیہ سیٹھ ہدایت علی کی اکلوتی بیٹی ہے ...... سیٹھ ہدایت علی اسے بہت زیادہ چاہتے ہیں ...... اگر رمیہ کو اغوا کر لیا جائے اور سیٹھ ہدایت علی سے اس کے عوض دس بیس لاکھ روپے کی رقم مانگی جائے تو وہ رقم سیٹھ ہدایت علی فوراً ہی ادا کر دیں گے ...... یہ بات میں جانتی ہوں لیکن میرے ذہن میں جو ترکیب ہے وہ کچھ اور ہی ہے ...... میں سیٹھ ہدایت علی اور اپنے درمیان کے تمام راستے صاف کر دینا چاہتی ہوں رمیہ اس دولت کی واحد حصے دار ہے چنانچہ

میں چاہتی ہوں کہ چالاکی سے رمیہ کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔"

"آخر کیسے......؟" یہ آواز مردانہ تھی۔

"میرے ذہن میں ایک زبردست منصوبہ ہے...... ہمیں ایک ایسے آدمی کی تلاش ہوگی جو ہمارا شکار بن سکے اور ہم اس کے شانے پر رکھ کر بندوق چلا سکیں...... میں رمیہ کو تیار کرلوں گی کہ وہ اغواء ہو جائے...... سیٹھ ہدایت علی ایک کنجوس آدمی ہیں...... رمیہ کو بھی اکثر پیسے کی ضرورت ہوتی ہے...... وہ ایک روشن خیال اور ماڈرن لڑکی ہے...... وہ سوسائٹی میں ہر قسم کی تفریحات میں حصہ لینا چاہتی ہے مگر ہدایت علی صاحب کی طرف سے اس پر پابندیاں عائد ہیں...... اسے ٹھیک سے جیب خرچ نہیں ملتا...... میں اسے مجبور کروں گی کہ وہ پچاس لاکھ روپے کے حصول کے لئے میرا ساتھ دے...... رقم ہم آدھی آدھی بانٹ لیں گے...... اصل میں اس طرح میں رمیہ کو لائن پر لانا چاہتی ہوں...... ہم ایک ایسا جال پھیلائیں گے کہ رمیہ خود بھی ہمارا ساتھ دے اور بعد میں ہم خاموشی سے اسے راستے سے ہٹا دیں...... گلو تمہیں اس سلسلے میں میری مدد کرنا ہوگی۔"

"میں تمہارا ساتھ حاصل کرنے کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔" تب سر! میں نے اس عورت کو دیکھا...... یہ نگار تھی...... کسی زمانے میں اسٹیج پر کام کرتی تھی لیکن نگار نے جو منصوبہ بنایا تھا وہ میرے لئے بڑی دلچسپی کا باعث تھا اور سر! اس چالاک عورت نے بھرپور طریقے سے کام کر کے نجانے کس طرح سکندر شاہ کا پتہ لگا اور سکندر شاہ سے پینگیں بڑھانے لگی، سکندر شاہ ان دنوں بیروزگاری کا شکار تھے اور مارے مارے پھر رہے تھے...... اس عورت نے انہیں تاکا لیکن چونکہ اس دن سے میں نگار کے پیچھے لگ گئی تھی چنانچہ مجھے علم ہوگیا کہ بے چارے سکندر شاہ کو نشانہ بنایا گیا ہے بس اس کے بعد سر میرا کھیل شروع ہو گیا...... سکندر شاہ ایک شریف آدمی ہیں...... وہ انتہائی خوفزدہ ہوا...... اس نے کہا کہ کہیں وہ کسی چال میں نہ پھنس جائے اس کے بہت برے دن چل رہے ہیں لیکن میں نے اس سے کہا کہ میں ساری ذمہ داری قبول کرتی ہوں...... اس کا بال بیکا نہیں ہوگا بلکہ ہم دونوں مل کر ایک شیطان صفت عورت کی منصوبہ بندی کو ناکام بنائیں گے...... سر! پھر اس کے بعد یہ ہوا کہ

نگار نے سکندر شاہ کے ساتھ مل کر رمیہ کی مدد کی اور رمیہ اغواء ہونے کے لئے تیار ہو گئی...... وہ سبحان پور اپنی مرضی سے چلی گئی...... آپ چاہیں تو تحقیقات کرا سکتے ہیں کہ وہ وہاں مطمئن تھی اور اپنے آپ کو بیمار لڑکی ظاہر کر کے تنہا رہ رہی تھی...... یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ اسے اغوا نہیں کیا گیا تھا بلکہ وہ اپنی مرضی سے وہاں گئی تھی تاکہ نگار، سکندر شاہ کے ذریعے اس کے باپ سے پچاس لاکھ روپے وصول کر سکے...... سر! اس کے بعد نیو لائن کے ایک ہٹ میں جس کا نمبر سولہ تھا، نگار نے رمیہ کو بلایا...... وہاں گلو نے اسے قتل کر دیا...... منصوبے کے مطابق جب سکندر شاہ وہاں پہنچا تو اسے رمیہ کی لاش نظر آئی...... اس دوران میری کاوشوں سے آپ نے اسے اس کی ڈیوٹی پر بحال کر دیا تھا...... سر! وہ ایک شریف آدمی ہے...... گھبرا گیا اور اس کے بعد رمیہ کی لاش کو وہاں سے ہٹا دیا...... یہ لاش پولیس کو حاصل ہو گئی...... سر! یہ ہے پوری تفصیل......؟ پچاس لاکھ روپے کی وہ رقم گلو نے وہاں سے حاصل کر کے کہیں چھپا دی ہے اور اب وہ لوگ آنے والے وقت کا انتظار کر رہے ہیں، تفتیش ہو رہی ہے لیکن میں جانتی ہوں سر! کہ حقیقت بھی منظر عام پر نہیں آ سکے گی، میں نے پوری کہانی آپ کے گوش گزار کر دی ہے اور اب آپ کی ہدایت کی منتظر ہوں۔"

نظام اللہ صاحب ششدر رہ گئے تھے...... بہت دیر تک خاموش رہنے کے بعد انہوں نے کہا۔ "بھئی سکندر شاہ تو اس سلسلے میں چکر میں آ سکتا ہے۔"

"سر! ساری تحقیقات سامنے ہیں...... سکندر شاہ نے دو کیسٹ ریکارڈ کئے تھے، ان کیسٹوں میں اس کے اور نگار کے درمیان ہونے والی گفتگو موجود تھی لیکن گلو نے سکندر شاہ کی بیوی پر تیزاب ڈالنے کی دھمکی دے کر وہ کیسٹ اس سے حاصل کر لئے...... اب صورتحال یہ ہے کہ ہمیں ایک بھرپور داؤ مارنا ہوگا...... ایک ایسی چال چلنی ہو گی جس سے حقیقت منظر عام پر آ جائے۔"

"کیا تمہارے ذہن میں کوئی ایسا منصوبہ ہے؟"

"جی سر! گلو کو پوری طرح نگاہوں میں رکھا جا رہا ہے...... اچانک ہی ہم ٹیلیویژن پر اعلان کریں گے کہ پچاس لاکھ روپے کی وہ رقم جو سیٹھ ہدایت علی سے حاصل کی گئی تھی، پولیس کی کاوشوں سے دستیاب ہو گئی ہے اور اس کے ساتھ وہ کیسٹ

بھی ملے ہیں جن میں ایک اہم راز پوشیدہ ہے ...... گلو یہ داستان سن کر اس
دوڑے گا جہاں اس نے یہ کیسٹ وغیرہ چھپائے ہیں ...... ہم اس کا پیچھا کریں گے
"اور اگر وہ رقم خود اس نے اپنے پاس ہدایت علی کی کوٹھی ہی میں رکھ
تب......؟"

"تب بھی سر یہ کام اسی انداز میں کیا جائے گا۔"

"اگر تم سمجھتی ہو کہ اس طرح ہم گلو اور نگار کو ٹریس کر سکیں گے تو میں تمہیں
اجازت دیتا ہوں ...... پولیس کا بھرپور تعاون تمہیں اور سکندر شاہ کو حاصل ہوگا۔"

اس نے یہ تفصیل مجھے بتائی اور میری حالت پھر سے خراب ہو گی ...... حقیقت
ہے کہ شاید میں محکمہ پولیس میں فٹ تھا ہی نہیں ...... بہرحال بڑی ذمہ داری کے
میں اور نادیہ صمدانی ہدایت علی کی کوٹھی میں جا چھپے ...... ہم لوگ بس قدرت کی طرف
سے کسی معجزے کے منتظر تھے ...... خبروں کا وقت ہوا اور مختلف خبروں کے ساتھ
کاسٹر نے ہیڈ لائن پڑھتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ ہدایت علی کی بیٹی رمیہ کے قتل کے
میں اہم ترین انکشافات ہوئے ہیں ...... بالکل اتفاقیہ طور پر وہ رقم دستیاب ہوگئی
جو سیٹھ ہدایت علی نے تاوان کے طور پر ادا کی تھی ور اس کے ساتھ ہی دو کیسٹ
...... نگار اور گلو بدحواس ہو گئے تھے۔

"یہ ...... یہ کیا ہوا ...... یہ کیسے ہوا؟" گلو نے پریشانی سے کھڑے
ہوئے کہا۔

"یہ تو تم جانتے ہو ...... میں نے تو تمہیں ساری جائیداد کا مالک بنانا چاہا
لیکن پچاس لاکھ روپے کی رقم حاصل کر کے تم نے سوچا کہ وہی تمہاری زندگی کا
ہے ......تم مرد ہوتے ہی ایسے ہو۔"

"بے وقوف عورت اس وقت طعنہ زنی کے بجائے فوراً ہی یہ جا کر دیکھنا چا
کہ پولیس نے کہیں یہ بات غلط تو نہیں کہی یا پھر ہو سکتا ہے کسی نے مخبری کی ہو۔"

"مگر تم نے آخر وہ رقم چھپائی کہاں ہے؟"

"نیو لائن کے اسی ہٹ میں، میں نے اسے ایک جگہ پوشیدہ کر دیا ہے۔"

"اور ٹیپ ......؟"

"ٹیپ بھی اس کے ساتھ ہیں۔"

"لیکن تم نے تو کہا تھا کہ تم نے انہیں ضائع کر دیا؟"

"نہیں ضائع کیا ......"

"تم جھوٹ بول رہے ہو ...... تم وہ رقم حاصل کرنے کے لئے یہ بہانہ بنا رہے
ہو۔"

"تم یہ بتاؤ کہ تم میرے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو یا نہیں؟"

"کہاں ......؟"

"وہیں ہٹ تک ......"

"نہیں ...... میں اتنی بے وقوف نہیں ہوں ...... مجھے تو یہ پولیس کی ہی ایک چال
معلوم ہوتی ہے" اور اسی وقت اچانک گلو نے پستول نکال لیا۔

"ہوں ...... تو ٹھیک ہے پچاس لاکھ روپے میرے لئے کافی ہیں ...... اگر پولیس
نے یہ بہانہ بھی بنایا ہے تو میں کوشش کرنے میں کوئی ہرج نہیں سمجھتا۔"

"تو کیا تم مجھے قتل کر دو گے؟"

"ہاں ...... تم غلط فہمی کا شکار تھیں نگار! میرے دل میں تمہارے لئے کوئی جگہ نہیں
ہے ...... پچاس لاکھ روپے لے کر میں یہاں سے نکل جاؤں گا اور پولس سمجھے گی کہ تم
نے اپنے گناہ سے ڈر کر خودکشی کر لی۔"

"ریوالور رکھ دو ...... یہ بات سکندر شاہ جانتا ہے کہ تم نے رمیہ کو قتل کیا ہے ......
بہرحال وہ تمہاری نشاندہی کر دے گا۔"

"مگر اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہوگا ڈارلنگ ......!"

اب اس کے بعد کسی اور توقع کی ضرورت نہیں تھی چنانچہ میں اور نادیہ صمدانی اندر
داخل ہو گئے۔ میرے پاس سروس ریوالور موجود تھا۔ گلو نے ہم پر گولی چلانے کی
کوشش کی لیکن میں نے اس سے پہلے اس پر گولی چلا دی۔ میرا نشانہ کارگر رہا تھا۔ گلو
ایک چیخ مار کر فرش پر لڑھک گیا۔ نگار کسی ہسٹریا کی مریضہ کی طرح گلا پھاڑ کر چلا رہی
تھی۔ بہرحال گلو زخمی ہو گیا تھا۔ نگار کو گرفتار کر لیا گیا اور میں گلو کو لے کر پولیس
اسپتال پہنچ گیا۔ اس نے اپنا بیان ریکارڈ کرا دیا تھا۔ بہرحال نادیہ کی یہ کوشش اس قدر

کارگر رہے گی، مجھے خود بھی اس کا اندازہ نہیں تھا۔ گلو کا بیان دونوں کیسٹوں کی دستیابی
اور پھر روپوں کی برآمدگی ...... اس کے بعد نگار کے بچنے کا کیا سوال تھا ...... اسے
گرفتار کرلیا گیا ...... ایس پی نظام اللہ نے کہا۔

''ایک سینئر آفیسر کی حیثیت سے میں تمہیں ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔''

''جی سر ......!''

''تمہارے اندر جلد بازی بہت ہے ...... ہر عمل کا ایک وزن ہوتا ہے ...... کوئی
قدم اٹھانے سے پہلے اپنے عمل کا وزن کرنا چاہیے ...... پولیس صرف قانون کی محافظ
ہوتی ہے ...... قانون کی مالک نہیں ...... اگر تفتیش کا رخ تمہاری طرف مڑ جاتا اور ربیہ
کی لاش تمہاری تحویل سے برآمد ہو جاتی تو تمہارا کیا بنتا ......؟''

''جی سر ......!'' میں نے اپنے بدن میں کپکپی محسوس کی تھی۔

''اس کے علاوہ نادیہ ایک ذہین رپورٹر ہے لیکن اس کے اندر بھی برق رفتاری
ہے ...... اصولی طور پر اسے اس انکشاف کے بعد فوراً کم از کم مجھے مطلع کرنا چاہیے تھا
تاکہ تمہیں ایک سیف سائیڈ مل جاتی لیکن تم نے فوراً لمبی چھلانگ لگا دی۔''

''سر بس! ذہن دہری کیفیت کا شکار ہو جاتا ہے ...... خوف رہتا ہے کہ کہیں
راستے نہ روک دیئے جائیں۔''

''میری بات سنو! تم کیا سمجھتے ہو اختیارات کا، دولت کا فائدہ صرف اسی دور میں
اٹھایا جانے لگا ہے ...... برخوردار ہم بھی پولیس والے ہیں ...... ہم نے بھی یہ مشکل
وقت گزارا ہے ...... ہمیں بھی بڑے بڑے عفریتوں سے مقابلہ کرنا پڑا ہے ......
ہمارے بھی راستے اسی طرح روکے گئے ہیں کہ اگر ذرا بھی چوکتے تو سمجھ لو حالات
خراب سے خراب تر ہو جاتے ...... اس طرح کے رستے ناسور ہر دور میں ہوا کرتے
ہیں ...... بہرحال میں تمہیں پیش کش کرتا ہوں کہ کوئی کتنا ہی خفیہ معاملہ کیوں نہ ہو، مجھ
سے ذاتی طور پر مشورہ کر سکتے ہو۔''

ایس پی نظام اللہ صاحب بالکل ٹھیک کہہ رہے تھے، میرے سینئر تھے اس لئے
میں ان سے یہ نہ کہہ سکا کہ حضور گزرے ہوئے دور میں جرم کرنے والے بھی اس قدر
ذہین نہیں تھے ...... چور لنگوٹی باندھ کر تیل چپڑ کر آیا کرتے تھے ...... سر بھی منڈا لیا

کرتے تھے تاکہ انہیں پکڑنے والے بال نہ پکڑ لیں اور اس وقت جو ہو رہا ہے، وہ
بہت خطرناک ہے۔ نادیہ صمدانی کا دلی طور پر شکرگزار تھا کہ واقعی اس نے اس وقت
میری بھرپور مدد کی تھی۔ بہت احسان تھا اس کا مجھ پر۔ میری بحالی کے لئے ایک موثر
قدم اٹھانا اور اس کے بعد جب میں گلے گلے تک دلدل میں پھنس گیا تھا تو یہ کہانی
تیار کر کے مجھے دودھ میں سے بال کی طرح نکال لیا تھا اس نے۔ ایس پی نظام
صاحب اپنے تمام تر تجربے کے باوجود حقیقت کی تہہ تک نہیں پہنچ پائے تھے اور اس
کہانی نے ساری مشکل آسان کر دی تھی۔ بہرحال ان کے پاس سے اٹھ کر گھر کی
طرف چل پڑا۔

دل میں ایک خوشی کا احساس تھا۔ بے خیالی کے انداز میں رفتار پر قابو نہیں رہا
تھا۔ گاڑی بڑی سپیڈ سے دوڑا رہا تھا کہ نیر اسکوائر پر اچانک سڑک کے نشیب سے
ایک بڑا ٹرک نمودار ہوا اور سڑک کے بیچوں بیچ اس طرح کھڑا ہو گیا کہ اس سے ٹکرانا
ایک یقینی امر ہو گیا ...... ایک بھیانک حادثہ ہونے والا تھا ...... فاصلہ اتنا تھا کہ کوئی
معجزہ ہی مجھے بچا سکتا تھا ...... بہرحال اپنی جیسی کوشش تو انسان کرتا ہی ہے ...... بریک
پیڈل فلور سے لگا دیا تھا ...... وہ تو شکر تھا کہ جیپ نئی تھی اور بریک پاور فل ......
زبردست چنگھاڑ نے کانوں کے پردے پھاڑ دیئے اور جیپ گھوم گئی ...... جیسے ہی
جیپ گھومی، میں نے بریک پر سے پاؤں ہٹا دیئے کیونکہ بریک لگنے کے باوجود اس کا
ٹرک سے ٹکرانا یقینی تھا ...... میں نے اسے بڑی مہارت کے ساتھ سڑک کے نشیب
میں اتار دیا اور پھر ایک دم سوئچ آف کر دیا ...... جیپ نے دو زوردار جھٹکے کھائے اور
رک گئی ...... عین اسی وقت ٹرک اسٹارٹ ہوا اور اس برق رفتاری سے آگے بڑھا کہ
میرے فرشتے بھی اس کا نمبر نہیں دیکھ سکے ...... دھول کا غبار بلند ہوا اور ٹرک اس کی
سیدھ میں سیدھا چلا گیا تھا ...... میں نے بمشکل تمام خود کو سنبھالا ...... پورا وجود پسینے
میں ڈوب گیا تھا ...... اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں تھا کہ یہ مجھ پر ایک قاتلانہ حملہ
تھا اور حملہ آوروں نے پلاننگ جس طرح بھی کی ہو لیکن زبردست پلاننگ تھی ......
جیپ اگر ٹرک سے ٹکرا جاتی تو اس کے پرخچے اڑ جاتے ...... نقصان بے شک ٹرک کو
بھی پہنچتا لیکن کسی بھی شکل میں یہ حادثہ، حادثہ بنایا جا سکتا تھا ...... ٹرک نکل گیا اور میں

اس کا نمبر بھی نہیں دیکھ سکا ...... گرد و غبار کا طوفان بلند تھا ...... تھوڑی دیر تک میں اپنے آپ کو سنبھالتا رہا ...... یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اتفاق سے کوئی اور گاڑی وغیرہ بھی آس پاس سے نہیں گزری تھی ورنہ لوگ ضرور جمع ہو جاتے ...... ٹرک بھی سڑک کے نشیب سے ہی آیا تھا ...... میں نے جیپ کا جائزہ لیا ...... اس کا بھی کچھ نہیں بگڑا تھا ...... خود کو سنبھالا، سروس ریوالور نکال کر اوپر آیا ...... چاروں طرف دیکھا مگر آس پاس کوئی موجود نہیں تھا ...... جو لوگ تھے، وہ کارروائی کر کے نیچے اتر چکے تھے ...... میں واپس سڑک کے نشیب میں اترا، ایک مناسب جگہ تلاش کی اور پھر جیپ کو اسٹارٹ کر کے اوپر لے آیا اور اس کے بعد پھر گھر کی جانب چل پڑا۔

بہت شدید حملہ تھا لیکن یہ کون ہو سکتا ہے ...... گلو ایک عام سا آدمی تھا ...... میرے خیال میں اس کے ایسے ہمدرد نہیں ہو سکتے تھے یا پھر ممکن ہے ہوں۔ لوڈنگ ٹرک تھا اور گلو بھی بہر حال ایک ڈرائیور تھا۔ ہو سکتا ہے اس کے کسی بہت ہی قریبی دوست نے اس کا بدلہ مجھ سے لینا چاہا اور ویسے بھی پولیس والوں کے دوست کم دشمن زیادہ ہوتے ہیں۔ کوئی اور دشمن بھی ہو سکتا ہے جسے میری بحالی پر دکھ ہوا ہو۔"

گھر پہنچ گیا تھا ...... اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا ...... بیوی کو ایسی باتیں بتانا ممکن نہیں ہوتا ...... عالیہ کے ساتھ میں نے بڑے اچھے انداز میں گفتگو کی ...... عالیہ بھی میری گلوخلاصی سے بہت خوش تھی ...... مقدور بھر وہ بے چاری بھی میرے معاملات میں میرا ساتھ دیتی رہتی تھی بس اتنا سا فرق تھا کہ نادیہ صمدانی گھر سے باہر نکلی ہوئی ایک تیز طرار لڑکی تھی۔ دنیا کو بہت قریب سے دیکھنے والی اور عالیہ ایک گھریلو عورت ...... لیکن پھر بھی اس معاملے میں عالیہ نے میرا بڑا ساتھ دیا تھا۔

رات کو بستر پر لیٹ کر میں بہت دیر تک اپنے اس دشمن کے بارے میں سوچتا رہا لیکن کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔

تیسرے دن کی شام ایک بار پھر خوف کا باعث بن گئی ...... میں ہیڈ کوارٹر سے واپس آ رہا تھا ...... خاصی شام ہو گئی تھی اور اب تیز ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے ...... میں ایک ایسی سڑک پر مڑ گیا جو اس وقت بالکل اجاڑ ہوتی تھی ...... دور دور تک روشنی کا نام و نشان نہیں تھا ...... ہر طرف جھاڑیاں اور ریت کے بلند و بالا ٹیلے پھیلے

ہوئے تھے ...... پرسوں کا تجربہ بھول گیا تھا ...... بس اس وقت راستہ مختصر کرنے کے لئے اس سڑک پر آ گیا تھا اور اب افسوس کر رہا تھا کہ خواہ مخواہ اس علاقے کا رخ کیا میں اسی تنگ سڑک پر چلا جا رہا تھا ...... گاڑی کی رفتار بھی تیز نہیں تھی ...... ہوا آہستہ آہستہ کم ہوتی جا رہی تھی اور پھر وہ ایک عجیب سے انداز میں بند ہو گئی ...... ابھی تھوڑی دیر پہلے تو اچھی خاصی ہوا چل رہی تھی ...... اچانک ہی ہوا بند ہونے کی وجہ سے کچھ گھٹن سی محسوس ہونے لگی ...... میں دوسرے دن کے پروگرام کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ کل کیا کرنا ہے۔ بہر حال کار کی روشنی میں اچانک میں نے دیکھا کہ سڑک آگے سے کھدی ہوئی ہے اور اس راستے پر آگے جانا ممکن نہیں ہے ...... میں نے کار روکی اور ابھی واپس ہونے ہی لگا تھا کہ پیچھے سے ایک کار نے میرا راستہ روک لیا ...... میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ...... میں نے مدہم روشنی میں ایک شخص کو کار سے نکل کر جھاڑیوں میں چھپتے ہوئے دیکھا ...... ہیڈ لائٹس میں پہلے ہی بند کر چکا تھا ...... میں آہستہ سے دروازہ کھول کر گاڑی سے نکل آیا اور ٹٹول کر چلتا ہوا پھرتی سے سڑک کے دوسرے کنارے دوسری طرف ایک بوسیدہ سی عمارت کے دوسرے کنارے کے طرف پہنچ گیا ...... میری نگاہیں بدستور جھاڑیوں پر جمی ہوئی تھیں مگر اب وہاں مکمل سکوت تھا ...... جس گاڑی نے میرا راستہ روکا تھا ...... یہ ایک بڑی گاڑی تھی ...... میں نے جیپ سے اترتے وقت اپنا ریوالور نکالنا بھول گیا تھا ...... اب گاڑی کی طرف دوبارہ جانا پکی حماقت تھی مگر ایک اطمینان ضرور تھا اور وہ یہ کہ پوشیدہ دشمن اور میرے درمیان اب فاصلہ پچاس گز کے بجائے سو گز ہو چکا ہے ...... میں نے حوصلے سے کام لیا ...... اس طرح چھپ کر بیٹھنا میرے مزاج کے خلاف تھا ...... میں جھاڑیوں کی آڑ لیتا ہوا اسی طرف چل پڑا جہاں ان دیکھا دشمن چھپا ہوا تھا ...... ابھی میں اس طرف بڑھا ہی تھا کہ ایک خوفناک دھماکے سے رات کا سکوت درہم برہم ہو گیا ...... اگر میں ایک دم زمین سے نہ چپک جاتا تو ریت کے ٹیلے پر میری لاش پڑی ہوتی ...... گولی میرے سر سے صرف چند انچ کے فاصلے پر زن سے گزر گئی تھی ...... میں ریت پر لیٹ کر آگے بڑھنے لگا کہ دھماکا پھر ہوا ...... بہت ساری ریت میرے چہرے پر آ پڑی ...... میں رینگ کر تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا ...... ایک اور دھماکہ ہوا ...... ابھی کافی

فاصلہ طے کرنا تھا لیکن یہ جھاڑیاں قدم قدم پر حائل ہو رہی تھیں پھر یہ بھی خدشہ تھا کہ دشمن یہ سمجھ لینے کے بعد کہ میں غیر مسلح ہوں کسی وقت بھی اپنی جگہ سے نکل کر حملہ کر سکتا ہے لہٰذا میں اندھا دھند اس طرح بڑھ رہا تھا کہ اندھیرے میں اچانک جھپٹ کر اس پر قابو پا سکوں ...... جسم پسینے میں شرابور اور دل تیزی سے دھڑک رہا تھا ...... تقریباً پچاس فٹ کا فاصلہ میں نے ہاتھوں اور پیروں کے بل رینگ کر طے کیا کہ اسی وقت گھاس میں سرسراہٹ کی آواز آئی ساتھ ہی ایک ایسی آواز پیدا ہوئی جیسے کوئی سوکھی لکڑی ٹوٹی ہو ...... میں خوف زدہ ہو کر جہاں تھا، وہیں جم کر رہ گیا ...... جسم کے تمام رونگٹے کھڑے ہو گئے ...... گھاس میں سرسراہٹ قریب تر ہوتی جا رہی تھی پھر ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی دبے پاؤں ریت پر چل رہا ہو ...... دو ہی منٹ گزرے تھے کہ چند گز دور ایک جھاڑی ہلی اور پھر چند ہی سیکنڈ کے بعد جیسے وہ میرے سر پہنچ گیا ...... یہاں تک کہ میں نے اس کی تیز تیز سانسوں کی آواز بھی سنی البتہ میں نے دم سادھ لیا تھا ...... اگر اسے احساس ہو گیا کہ میں قریبی جھاڑیوں میں موجود ہوں تو موت یقینی ہو گی ...... تین چار منٹ اسی طرح گزر گئے ...... وہ ذرا اور آگے آیا تو میں نے اسے صاف پہچان لیا ...... یہ ایک انتہائی بدشکل آدمی تھا ...... اس کا چہرہ اس کے جسم کی مناسبت سے بہت زیادہ بڑا، آنکھیں پھٹی پھٹی اور ناک بالکل ٹیڑھی تھی ...... ویسے اس کی جسامت بہت عمدہ تھی ...... پستول اس کے ہاتھ میں تھا اور مجھ سے چند گز کے فاصلے پر وہ دائیں طرف دھندلی روشنی میں کھڑا ہوا نظر آ رہا تھا ...... کاش اس وقت میرا ریوالور میرے پاس ہوتا ...... پتہ نہیں اسے میری موجودگی کا احساس کیسے ہو گیا کیونکہ اب میں اسے اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ رہا تھا ...... حقیقت یہ ہے کہ اس وقت میری جو حالت تھی وہ بیان نہیں کر سکتا ...... یوں لگتا تھا جیسے بدن میں خون خشک ہو گیا ہو لیکن خدا کا شکر ہے کہ وہ میرے بالکل قریب سے گزر گیا ...... اب وہ مجھ سے صرف تین فٹ کے فاصلے پر دائیں طرف کھڑا تھا ...... بہر حال اب اس کے سوا چارہ کار نہیں تھا کہ میں ایکشن میں آ جاؤں۔

میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ...... اپنی تمام تر قوت جمع کر کے اس پر چھلانگ لگا دی ...... میری تمام تر طاقت اور توجہ اس کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پستول پر مرکوز تھی

...... چھلانگ لگاتے ہی میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کی دائیں کلائی کو قابو میں کر لیا اور شانے کے زوردار دھکے سے اسے نیچے گرا دیا ...... میں خود بھی اس کے ساتھ ہی زمین پر آ رہا تھا ...... چند سیکنڈ کے لئے وہ قطعی کوئی مزاحمت نہ کر سکا کیونکہ اچانک اور غیر متوقع حملے نے اسے بوکھلا دیا تھا اور اسی کا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے پستول کے بٹ کے ساتھ اس کی انگلیاں پیس ڈالیں ...... اس نے شدت تکلیف سے تڑپ کر پستول چھوڑ دیا مگر دوسرے ہی لمحے اس کا گھونسا میری گردن پر پڑا ...... حقیقت یہ ہے کہ یہ فولادی ہاتھ اگر کسی کیل پر پڑ جاتا تو وہ لکڑی میں کئی انچ اندر دھنس جاتی ...... میں لڑکھڑاتا ہوا دور جھاڑیوں پر جا پڑا لیکن پستول پر میری گرفت مضبوط تھی ...... میں نے ابھی پستول اس پر سیدھا بھی نہیں کیا تھا کہ اس کے بوٹ کی ٹھوکر ہتھوڑے کی طرح میری کلائی پر پڑی اور پستول میرے ہاتھ سے نکل کر پتہ نہیں کدھر جھاڑیوں میں جا پڑا ...... اب وہ اور میں دونوں ہی غیر مسلح تھے۔

اس نے پھر کوشش کی اور برق رفتاری سے میری طرف جھپٹا ...... وہ غالباً مجھے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی مہلت نہیں دینا چاہتا تھا مگر دوسرے قدم پر ہی اس کا پاؤں کسی جھاڑی میں الجھ کر رہ گیا اور وہ منہ کے بل ریت پر گرا ...... مجھے اٹھنے کا موقع مل گیا ...... ادھر اب مجھے اچھی طرح اندازہ ہو گیا تھا کہ میرا مدمقابل مجھ سے کہیں زیادہ طاقت ور ہے اور شاید مارشل آرٹس کا ماہر بھی کیونکہ اس کا جو گھونسا میری گردن پر پڑا تھا، وہ گھوڑے کی دولتی سے کسی بھی طرح کم نہیں تھا ...... دوسرے قدم قدم پر اگی ہوئی جھاڑیوں کی وجہ سے وہ جگہ لڑنے کے لئے کسی طرح بھی مناسب نہیں تھی ...... مجھے لڑائی کے ساتھ ساتھ ادھر ادھر ہو کر کسی صاف ستھری جگہ کی تلاش تھی ...... وہ پھرتی سے اٹھ کر میری طرف بڑھا اور اس نے میری طرف بڑھنے کی کوشش کی ہی تھی کہ میرا گھونسا پوری قوت سے اس کی ناک پر پڑا مگر مجھے خود حیرت ہوئی اس کمبخت کی ناک کی ہڈی ہی غائب تھی ...... اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا حالانکہ اگر یہ گھونسا کسی اور کے پڑا ہوتا تو اس کی دماغی حالت بھی متاثر ہو جاتی لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا ...... ساتھ ہی اس کا دایاں مکا پھر میرے کندھے پر پڑا ...... میری آنکھوں کے آگے تارے ناچ گئے تھے لیکن یہ زندگی اور موت کا کھیل تھا چنانچہ میں نے اپنی ساری قوت سے

ایک خوفناک گھونسا اس کی کنپٹی پر مارا اور وہ اس بار ذرا نڈھال سا محسوس ہوا...... میں
نے مہلت دیئے بغیر اس کی پسلیوں اور پیٹ پر گھونسوں کی بارش کر دی ...... اس ظالم
نے دونوں ہاتھوں سے میری قمیض آگے سے پکڑ لی اور مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی
لیکن میں نے ایک اور ضرب اس پر لگائی اور اس نے فوراً پہلو بدل لیا...... میرا یہ وار
بھی ناکام ہوگیا تھا...... اگر کارگر ہو جاتا تو ایک بار پھر میں اسے ناکارہ کرنے میں
کامیاب ہو جاتا...... دوسرے لمحے میری گردن اس کی فولادی انگلیوں کی گرفت میں
تھی...... میں نے بڑے جتن کیے......اس کی چھاتی اور پسلیوں پر گھونسے مارے......
پنڈلیوں کی ہڈیوں پر بھی ٹھوکریں جمائیں مگر اس کی انگلیوں کا دباؤ میری شہ رگ پر
بڑھتا ہی چلا گیا...... سب کچھ بے کار تھا......موت کے ظالم پنجے تیزی سے میری
جانب بڑھ رہے تھے...... سانس گھٹ کر رہ گیا تھا...... آخری جدوجہد اور آخری چارہ
کار کے طور پر میں نے اپنی انگلیاں اس کی کھلی آنکھوں میں داخل کر دیں...... اسی
وقت میری گردن آزاد ہوگئی اور ایک بھی لمحہ ضائع کیے بغیر میں نے پھر اس پر گھونسوں
کی بارش شروع کر دی......اس کے دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر تھے جن سے خون بہہ
رہا تھا......اگر وہ میرا گلا گھونٹ کر ہلاک کرنے کی کوشش نہ کرتا تو میں اس قدر وحشیانہ
اقدام کرنے کی کوشش کبھی نہ کرتا...... تابڑ توڑ گھونسوں کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ گر
گیا اور پھر دو چار گھونسے مزید کھانے کے بعد دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوگیا...... میں
نے اس کی کمر سے پیٹی کھینچ لی اور دونوں ہاتھ پیچھے کی طرف کر کے کس دیئے...... اپنی
پتلون کی پیٹی بھی اتار دی اور اس کے دونوں پاؤں بھی جکڑ دیئے...... وہ اتنا وزنی تھا
کہ اسے اٹھا کر کار تک لے جانا ایک مشکل کام تھا چنانچہ میں اسے وہیں چھوڑ کر اپنی
کار کی طرف بھاگا اور میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی......تھوڑا فاصلہ طے
کرنے کے بعد میں نے ایک جنرل سٹور کے پاس کار روکی اور جنرل سٹور میں داخل
ہوگیا۔

''فون دو......'' میں نے بھاری لہجے میں کہا حالانکہ میرا حلیہ بری طرح خراب
ہو رہا تھا...... میں ریت اور مٹی میں لتھڑا ہوا تھا لیکن پولیس کی وردی بدن پر تھی......
سٹور کے مالک نے فوراً ہی مؤدبانہ انداز میں فون میرے سامنے رکھ دیا اور میں نے

اس علاقے کے تھانے کو فون کیا جس کا نمبر مجھے زبانی یاد تھا...... تھانہ انچارج نہیں تھا
البتہ ایس آئی ذکاء نے فون اٹھایا۔ میں اسے جانتا تھا۔

''ذکاء......! میری آواز پہچان رہے ہو؟''

''نہیں، کون صاحب ہیں؟'' ذکاء نے میرے انداز تخاطب سے متاثر ہوتے
ہوئے کہا۔

''سکندر شاہ بول رہا ہوں۔''

''اوہو سر! حکم......؟''

''ذکاء! اگر کوئی دقت نہ ہو تو فوراً کچھ آدمی لے کر میرے پاس آ جاؤ......
لوکیشن میں بتا رہا ہوں...... ویسے کیا تمہارے انچارج صاحب موجود نہیں ہیں؟''

''نن......نہیں سر! وہ اپنی سالی کی بیٹی کے عقیقے میں گئے ہوئے ہیں۔'' ذکا نے
جواب دیا۔

''ٹھیک ہے آ جاؤ۔'' میں نے اسے ایک بار پھر سچویشن سمجھائی اور ذکا نے کہا۔

''میں فوراً پہنچ رہا ہوں سر!''

میں فون بند کر کے واپس مڑا ہی تھا کہ باہر ریت کے ٹیلے کی طرف سے گولی
چلنے کی آواز آئی...... ایک لمحے کے لئے تو میں ٹھٹھک گیا اور اس کے بعد میں دوڑ کر
اپنی گاڑی کی طرف چلا گیا...... ڈیش بورڈ سے میں نے اپنا ریوالور نکالا اور کار کی
اوٹ میں کھڑا ہو کر آہٹ سننے کی کوشش کرنے لگا مگر ہر طرف موت کا سناٹا چھایا ہوا
تھا......ابھی ایک منٹ ہی گزرا تھا کہ عقب سے کار کا انجن سٹارٹ ہونے کی آواز آئی
اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ کار بڑی تیزی سے سڑک پر جاتی ہوئی نظر آئی جس نے میرا
راستہ روکا تھا...... اس کی عقبی سرخ بتیاں بھی نگاہوں سے اوجھل ہوگئیں...... میں
ریوالور تانے اس طرف چل پڑا جہاں اس شخص کو بندھا چھوڑ آیا تھا مگر صورتحال مختلف
ہوگئی تھی...... کسی نے اس کا کام تمام کر دیا تھا...... اس کے بائیں طرف کنپٹی سے
خون ابل رہا تھا اور گولی دماغ میں پیوست ہو کر رہ گئی تھی...... اس کے منہ سے آواز
بھی نہیں نکل سکی...... ذکا تھوڑی دیر کے بعد پہنچ گیا اور میں نے اسے حالات بتائے
...... وہ مستعدی سے میرے، ہر حکم کی تعمیل کر رہا تھا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ کیا

گورکھ دھندا شروع ہوگیا ہے ...... یہ کون لوگ ہیں جو میری زندگی کے درپے ہوئے ہیں ...... یہ چہرہ بھی میرا جانا پہچانا نہیں تھا ...... بہرحال اب اس سلسلے میں کام تو شروع کرنا تھا ...... اس چہرے کے بارے میں اور اس شخص کے بارے میں تفتیش بھی کرنی تھی ...... میں نے ذکا کا شکریہ ادا کیا اور اس سے کہا کہ لاش اٹھا کر تھانے لے چلو ...... ذکا نے میری ہدایت پر عمل کیا تھا ...... ذکا میرے ساتھ بھرپور تعاون کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"جی شاہ جی! اب بتایئے کیا کرنا ہے؟"

"ذکا ......! اس چہرے سے کوئی شناسائی ہے؟"

"یہی میں دیکھ رہا تھا شاہ جی! لیکن میں اسے نہیں پہچان سکا کہ یہ کون ہے۔"

"تفصیل تو میں تمہیں بتا چکا ہوں لیکن مصلحت کے تحت ذکا میں یہ چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں ابھی میرا نام سامنے نہ آئے ...... میں اپنے آپ کو گمنام رکھ کر اس بارے میں تفتیش کرنا چاہتا ہوں ...... ضمنی کارروائی تو کرنی ہی ہے ...... تمہیں روزنامچے میں یہی درج کرنا ہے کہ کسی نامعلوم آدمی نے ٹیلی فون پر تمہیں اس علاقے میں اس لاش کے بارے میں اطلاع دی ہے اور تم نے اس سلسلے میں کارروائی کی ہے ...... تمہارے علاقے کے ایس پی صاحب شاید فضل خان صاحب ہیں؟"

"ہاں ......! وہی ہیں۔"

"تم چاہو تو ایس پی صاحب کو اطلاع دے سکتے ہو ...... باقی ذمہ داری میری ہے ...... اگر ضرورت پڑی تو میں اعتراف بھی کرلوں گا کہ میں ہی وہ گمنام آدمی تھا جس نے فون کر کے تمہیں اطلاع دی تھی ...... مطلب یہ ہے کہ تم بالکل پریشان نہیں ہو گے اس بارے میں۔"

"ٹھیک ہے شاہ جی! ظاہر ہے آپ بھی قانونی ضرورتیں ہی پوری کر رہے ہیں۔" ذکا نے جواب دیا۔

❀

دوسری صبح طبیعت کچھ بوجھل سی تھی لیکن میں نے ظاہر نہ ہونے دیا، ناشتہ کر کے میں ہیڈ کوارٹر چل پڑا۔ یہاں کوئی خاص کام نہیں تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ ذکا سے رابطہ

قائم کروں کہ نظام اللہ صاحب کی طرف سے بلاوا آ گیا اور میں ان کے آفس پہنچ گیا۔

"ہاں! کیا ہو رہا ہے بھئی ...... کام کرنے کو دل چاہ رہا ہے؟"

"کوئی کیس ہے سر ......"

"ہاں ایک سنسنی خیز کیس ہے اور میں نے اسی کے لئے تمہیں اپنے پاس بلایا ہے۔"

میں ایک لمحے کے لئے متجسس ہو گیا ...... کہیں رات کے واقعات کا کوئی اشارہ تو نہیں مل گیا ہے ...... نظام اللہ صاحب کو بہرحال ان کے آگے بولنے کا انتظار کرنا تھا ...... میں سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھتا رہا۔ نظام اللہ صاحب نے چند لمحات کے بعد کہا۔

"اصل میں قصور ہمارا ہی ہے ...... ہم نے عوام پر پولیس کے بارے میں اتنے برے تاثرات قائم کر دیئے ہیں کہ لوگ اب پولیس کو اعتماد کی نگاہ سے دیکھتے ہی نہیں ہیں حالانکہ ہمارا کام جتنا مشکل ہے کوئی اور اتنا مشکل کام کرتا نہیں ہے ...... ہم لوگوں کو لمحہ لمحہ سولی پر چڑھنا پڑتا ہے ...... طرح طرح کے جرم ہوتے ہیں ...... ہر طرح کے خطرناک لوگوں سے نمٹنا پڑتا ہے ...... کسی جرم کی تفتیش میں کامیابی نہ ہو سکی تو اخبارات طومار باندھ دیتے ہیں حالانکہ یہ سراسر ظلم ہے ...... مجرم جب جرم کرتا ہے تو مہینوں اس کے بارے میں سوچتا ہے ...... پلاننگ کرتا ہے ...... اس کے پیش نگاہ پولیس ہوتی ہے اور وہ پولیس سے محفوظ رہنے کے لئے ہر طرح کے جتن کر لیتا ہے اور جب جرم ہو جاتا ہے تو دنیا یہی سوچتی ہے یہ پولیس والے جادو کی چھڑی گھمائیں گے اور مجرم سامنے آ جائے گا ...... ارے بابا ہمیں دماغ لڑانا پڑتا ہے ...... محنت کرنا ہوتی ہے ...... جرم دیکھ کر مجرم کی نفسیات پر غور کرنا ہوتا ہے ...... یہ فیصلے کرنا ہوتے ہیں کہ کس طرح کا آدمی اس طرح کا جرم کر سکتا ہے ...... بے شمار پہلو ہیں اس کے ...... خیر میں تمہیں ایک ایسے پہلو کے بارے میں بتا رہا تھا جہاں کوئی سرپھرا مجرم اپنے جرم کی اطلاع خود پولیس کو دیتا ہے اور اسے چیلنج کرتا ہے کہ آؤ مجھے گرفتار کر لو ...... خیر، میں کوئی لمبی کہانی نہیں سناؤں گا ...... مطلب میرا یہی ہے کہ اس طرح کے سرپھرے

مجرموں سے بھی نمٹنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا ...... ابھی کوئی دو دن پہلے تھانہ نثار
کے ایس پی شہاب الدین کو ایک پارسل موصول ہوا تھا ...... لکڑی کے ایک ڈبے م
ایک کٹا ہوا انسانی ہاتھ رکھا ہوا تھا ...... یہ ہاتھ صرف پہنچے کے پاس سے تھا یعنی مرز
پنجہ جس میں پانچوں انگلیاں تھیں ...... وہ ہاتھ تو میں نے نہیں دیکھا لیکن آج صبح مجھے
بھی ایک پارسل موصول ہوا ہے ...... یہ پارسل تفضل خان نے میری ہدایت پر کھولا
مجھے اس میں لکڑی کے ایک ڈبے کے اندر ویسا ہی پہنچے کے پاس سے کٹا ہوا انسا
ہاتھ ملا ہے ...... یہ دیکھو ......"

ایس پی صاحب نے چہرے پر کسی قدر کراہت پیدا کرتے ہوئے جھک کر زمی
پر سے کوئی چیز اٹھائی اور میز پر لگے ہوئے شیشے پر رکھ دی ...... میں چونکہ تفصیل سن
تھا اس لئے حیرانی سے میں نے اس ڈبے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو ایس پی صاح
بولے۔

"نہیں! پلیز اسے اپنے کمرے میں لے جاؤ ...... مجھے کراہت ہو رہی ہے
اپنی طرف زمین پر رکھ دو بعد میں اسے دیکھ لینا ...... میں اسے دیکھ چکا ہوں اور م
نے متعلقہ تھانے سے تفصیل منگوائی ہے۔"

"کٹا ہوا انسانی ہاتھ ......؟"

"ہاں اور یہ ہاتھ کسی عورت کا ہے ...... ابھی تھوڑی دیر کے بعد متعلقہ تھا
سے آدمی میرے پاس تفصیل لے کر پہنچنے والا ہے۔"

"جی سر! آپ کو علم ہے کہ وہ دوسرا ہاتھ اس وقت کہاں ہے؟"

"ہاں، غالباً پولیس ہسپتال میں ...... وہاں کے سوا اور کہاں ہوسکتا ہے ...... و
تمہارا کیا خیال ہے، یہ کیا ڈرامہ ہوسکتا ہے۔"

"سر! سب سے پہلے تو ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ عورت جس کا ہاتھ بھیجا
ہے یا وہ پہلی عورت زندہ ہے یا نہیں ...... ایک خیال اور بھی ذہن میں آیا کہ
مطلب ہے یہ دونوں ہاتھ کسی ایک عورت کے ہیں یا الگ الگ عورتوں کے ......
ایک ہی عورت کے ہاتھ ہیں تو پتہ چل جائے گا ...... ویسے آپ نے یہ ہاتھ دیکھا
یہ کونسا ہاتھ ہے ......؟"

"غور نہیں کیا بھئی ...... تم ایسا کرو اس سلسلے میں خاص طور سے فوری معلومات
حاصل کر کے مجھے رپورٹ دو ...... پتہ نہیں کون بے چاری ہے جس کے ساتھ یہ
بدسلوکی کی گئی ہے ...... بس میری طبیعت خاصی خراب ہوگئی ہے ...... اب تم یہ پارسل
لے جاؤ اور اپنا کام شروع کر دو ...... اس سلسلے میں جو بھی ہوگا، میرا مطلب ہے جو
معلومات مجھے حاصل ہوں گی، میں تمہیں بتا دوں گا۔"

"بہت بہتر سر!"

"بس اب جاؤ۔" نظام اللہ صاحب واقعی خاصے الجھے ہوئے تھے ...... ہوتا ہے
یہ بھی ہوتا ہے ...... ہر طرح کی چوری، ڈکیتی، قتل و غارت گری کی تفتیش پولیس والوں
کو کرنا پڑتی ہے۔ کچھ انسان ہر چیز سے متاثر ہونے والے ہوتے ہیں۔ ایس پی نظام
اللہ صاحب صبح ہی صبح اس انوکھی چیز کو برداشت نہیں کر سکے تھے ...... بہرحال میں ڈبہ
اٹھائے ہوئے اپنے کمرے میں آ گیا۔ راستے میں مجھے ایس آئی زیدی نظر آیا ......
میں نے اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور ہیڈ کوارٹر میں اپنے روم میں داخل ہو
گیا۔ زیدی نے دو تین بار متجسس نگاہوں سے میرے ہاتھ میں دبے ہوئے اس ڈبے
کو دیکھا تھا ...... کمرے میں داخل ہونے کے بعد میں نے ڈبہ میز پر رکھ دیا اور زیدی
سے کہا۔ "بیٹھو ......"

وہ شکریہ ادا کر کے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کی نگاہیں بار بار اس پارسل کے ریپر پر
پڑ رہی تھیں۔

"کھولو اسے۔" میں نے کہا اور زیدی مستعدی سے اس طرف متوجہ ہوگیا۔
پارسل پہلے ہی کھول لیا گیا تھا۔ لکڑی کا نفیس باکس تھا۔ زیدی نے اس کا ڈھکن ہٹا دیا
...... اسے کھولا اور پھر بڑی مشکل سے اس نے ڈبے کو اپنے ہاتھوں سے گرنے سے
روکا تھا البتہ اس نے جلدی سے اسے میری میز پر رکھ دیا اور خود کرسی پیچھے کر کے کھڑا
ہوگیا ...... اس کی آنکھوں میں شدید حیرت تھی۔

"بیٹھو یار؟ یہ تمہارا منہ نہیں نوچے گا۔" میں نے ازراہ مذاق کہا اور خود بھی جھک
کر ڈبے کو دیکھنے لگا۔ پارسل بڑی نفاست سے بنایا گیا تھا ...... اس میں روئی بچھی
ہوئی تھی اور سفید مخروطی انگلیوں والا انسانی ہاتھ کا پنجہ اس میں سیدھا سیدھا رکھا ہوا تھا

...... لمبے بڑھائے ہوئے ناخن، لمبی لمبی سفید مخروطی انگلیاں ایک لمحے میں اندازہ
جاتا تھا کہ کسی عورت کا ہاتھ ہے۔ زیدی بڑی عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا
پھر اس نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ میں نے کہا۔
''تم اس کپڑے پر لکھا ہوا پتہ دیکھ رہے ہو ...... پارسل نظام اللہ صاحب کے
پاس آیا ہے آج ہی صبح۔''
''میرے خدا ...... یہ تحفہ انہیں کس نے بھیجا ہے؟''
''ظاہر ہے بھیجنے والے نے اپنا جو نام لکھا ہے، وہ غلط ہوگا۔ ویسے ڈاک خا
کی مہر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسے انعام پور پوسٹ آفس سے روانہ کیا گیا ہے مگر
ایک بات خاص طور سے محسوس کر رہے ہو''
''کیا سر......؟''
''ابھی تک اس میں بدبو نہیں پیدا ہوئی ...... میرا خیال ہے کوئی ایسا کیمیکل
اسپرے کیا گیا ہے جس سے ہاتھ میں بدبو نہیں پیدا ہوئی۔'' ایس آئی زیدی گر
ہلانے لگا تھا۔
ہم دونوں دیر تک اس ہاتھ کو دیکھتے رہے۔ میں نے کہا۔ ''اس پر نظر آنے
کھال اور اس کی کیفیت بتاتی ہے کہ یہ کسی نوجوان لڑکی کا ہاتھ ہے۔''
''آہ کمال ہے کیا اس طرح ہڈی کٹنے سے وہ لڑکی زندہ بچی ہوگی؟''
''کیا کہا جا سکتا ہے؟''
''یہ بھی ہو سکتا ہے سر کہ یہ ہاتھ مردہ لڑکی کا کاٹا گیا ہو۔''
''یہ تو کیمیکل ایگزامیز ہی بتا سکتا ہے ...... ویسے جس جگہ سے یہ کاٹا گیا
وہاں جس طرح خون جما ہوا ہے اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ہاتھ، ہاتھ وا
زندگی ہی میں کاٹا گیا ہے ...... یہ الگ بات ہے کہ ہاتھ کٹنے کے بعد وہ مرگئی ہو
نظام اللہ صاحب نے یہ میرے سپرد کر دیا ہے بقول ان کے ایسا ہی ایک ہاتھ تھانہ
پور کے ایس پی شہاب الدین صاحب کو بھی موصول ہوا ہے۔''
''ارے کیا واقعی؟'' زیدی نے حیرت سے کہا۔
''ہاں! ابھی تھوڑی دیر میں تھانہ نثار پور سے آدمی آنے والا ہے۔''

ہم دونوں اس کٹے ہوئے ہاتھ کا نظارہ کر کے اس پر تبصرہ کرتے رہے پھر میری
ہدایت پر زیدی نے لکڑی کا ڈھکن برابر کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد تھانہ نثار پور کے
اردلی کے آنے کی اطلاع ملی۔ وہ ایک لفافہ لے کر آیا تھا۔ سیلوٹ کر کے اس نے
لفافہ میرے حوالے کیا۔
''ہوں اور کوئی بات؟'' میں نے سوال کیا۔
''نہیں سر! مجھے یہ کاغذات ایس پی صاحب کے پاس لے کر بھیجا گیا تھا۔
انہوں نے مجھے آپ کے پاس بھیج دیا ہے۔''
''ٹھیک ہے شکریہ!'' میں نے کہا اور وہ سیلوٹ کر کے واپس چلا گیا تب میں
نے لفافے میں رکھی ہوئی رپورٹ نکالی۔ اسی میں اس موصول ہونے والے ہاتھ کی
تفصیل تھی اور اس کی تصویر بھی تھی۔
''واہ یہ تو بڑی اچھی بات ہوئی کہ انہوں نے اس کی تصویر بھی بھیج دی۔''
میں نے جلدی سے ڈبہ کھولا اور دونوں ہاتھ کا موازنہ کرنے لگا پھر میرے منہ
سے آواز نکلی۔
''آہ! جس لڑکی کے دونوں ہاتھ پہنچے کے پاس سے کاٹے گئے ہیں وہ مشکل
ہے کہ اب اس دنیا میں ہو...... نجانے کون تھی۔''
''دونوں ہاتھ ایک ہی لڑکی کے ہیں؟''
''ہاں، دیکھو صاف پتہ چل رہا ہے وہ بایاں ہاتھ تھا جس کی تصویر ہے اور یہ
داہنا ہاتھ ہے، ملا کر دیکھ لو دونوں ہاتھوں کو۔''
ایس آئی زیدی نے ایک بار پھر پارسل کا ڈھکن اٹھایا اور ہم نے تصویر سے اس
کا موازنہ کیا، بالکل ایک ہی انسان کے دونوں ہاتھ تھے۔
''اب اس سلسلے میں ظاہر ہے تفتیش شروع کرنا پڑے گی ...... ویسے اس رپورٹ
میں لکھا ہوا ہے کہ وہ ہاتھ پولیس سرجن کے پاس بھجوا دیا گیا ہے...... میں وہ ہاتھ دیکھنا
چاہتا ہوں اور میرا خیال ہے ہمیں پولیس ہسپتال جانا ہوگا۔''
''جی سر! جیسا آپ پسند کریں۔'' ایس آئی زیدی نے متاثر لہجے میں کہا۔ انسانی
لاشیں بھی سامنے آتی ہیں، مختلف طرح کے حادثے ہوتے ہیں لیکن نجانے کیوں اس

مخروطی انگلیوں والے ہاتھ نے سبھی کو متاثر کیا تھا۔ میرے دماغ کو ایک اور کرید ہوئی تھی۔ میں سب انسپکٹر ذکا سے بات کرنا چاہتا تھا کہ اس نے کیا کیا۔ ایک لمحے تک کچھ سوچنے کے بعد میں نے ڈبہ زیدی کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

''زیدی! تم ایک کام کرو...... اس کی تصویریں وغیرہ بنوا کر لے آؤ...... اس کے بعد ہم اسے لے کر پولیس ہسپتال چلتے ہیں...... وہاں اگر وہ دوسرا ہاتھ محفوظ ہوا تو مزید دونوں کو ملا کر دیکھیں گے اور تصویریں وغیرہ بنا لیں گے چونکہ اب یہ کیس باقاعدہ ہمارے پاس آگیا ہے اس لئے ہمیں اس پر کام کرنا ہے۔''

''بہتر سر!'' ایس آئی زیدی نے مستعدی سے کہا اور ڈبہ اٹھا کر باہر نکل گیا۔ میں نے موبائل فون پر انسپکٹر ذکا کے نمبر ڈائل کیے تھے فوراً ہی ذکا سے رابطہ قائم ہو گیا۔

''معافی چاہتا ہوں سر! میں نے جان بوجھ کر آپ سے رابطہ قائم نہیں کیا...... آپ میرا مطلب سمجھ رہے ہوں گے۔''

''ہاں میں سمجھ رہا ہوں...... خیر اب آگے کی بات بتاؤ۔''

''چہرہ بالکل اجنبی ہے سر! کسی نے اسے نہیں پہچانا...... شاہ صاحب کے حکم پر لاش پوسٹ مارٹم کے لئے بھجوا دی گئی ہے اور اس کی تصویریں تیار کر کے رکھ لی گئی ہیں ...... ہم ابھی انہیں اخبارات کے حوالے کرنے والے ہیں۔''

''یہ بتاؤ تصویریں کب تک اخبارات کو دینے والے ہو؟''

''بس ایک ڈیڑھ گھنٹے کے اندر اندر......''

''دیکھو میری ایک صحافی دوست نادیہ صمدانی تھوڑی دیر میں تمہارے پاس پہنچے گی ...... یہ رپورٹ صرف اسے دے دو تصویروں کے ساتھ۔ آج کسی اور اخبار کو مت دو کل جسے چاہے دے سکتے ہو...... سمجھ رہے ہو نا میری بات......''

''ٹھیک ہے۔'' ذکا نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''میں جانتا ہوں...... ویسے میرے پاس بھی بہت سے لوگ چکر لگاتے رہتے ہیں لیکن ٹھیک ہے جیسا آپ کہیں۔''

''نہیں ذکا...... تعاون کا شکریہ اور بات صرف شکریہ ہی سے نہیں بلکہ تمہیں جب کوئی ضرورت پیش آئے مجھ سے اسی طرح تعاون حاصل کر سکتے ہو۔''

''ٹھیک ہے شاہ جی! آپ بالکل فکر نہ کریں۔''

''ایک بار پھر شکریہ۔'' میں نے کہا اور اس کے بعد سلسلہ منقطع کر دیا۔ آنکھیں بھینچ کر میں نے سر کو کئی بار جھٹکا، کچھ زیادہ ہی ہنگامہ آرائی ہو رہی تھی۔ خدا خیر کرے بہرحال اس کے بعد میں نے احتیاطاً عالیہ کو فون کیا۔ اس سے گھر کی خیریت معلوم کی۔ عالیہ بالکل مطمئن تھی اور کوئی قابل ذکر بات نہیں تھی۔ اس سے فراغت حاصل کر کے میں نے نادیہ صمدانی کو اس کے موبائل پر کال کیا اور اس سے رابطہ قائم ہو گیا۔

''کیا حکم ہے میرے آقا......؟'' نادیہ صمدانی کی شگفتہ آواز سنائی دی۔

''تھانہ مہر آباد پہنچ جاؤ میرے موکل، وہاں قتل کی ایک رپورٹ تیار ہے فوراً اپنے اخبار کے لئے تیار کر لو...... کل اسے دوسرے اخبارات کو دے دیا جائے گا۔''

''جیتے رہو...... مجھے کسی اچھی سی رپورٹ کی تلاش تھی...... کل کے اخبار کے لئے ابھی تک تو کوئی گرما گرم خبر نہیں ہے...... مقتول کون ہے؟''

''گمنام ہے...... گولی مار کر قتل کیا گیا ہے...... ایک خطرناک آدمی ہے...... شام کی چائے کہاں پلا رہی ہو؟''

''لارڈز میں...... آجاؤ، ٹھیک پانچ نہیں بلکہ ساڑھے پانچ۔''

''اوکے۔'' میں نے فون بند کر دیا۔ نادیہ صمدانی سے اور بھی بہت سی معلومات حاصل کرنی تھیں مثلاً ایسے کسی واقعے کے بارے میں جس میں کوئی عورت گم ہو گئی ہو۔ وہ عورت جس کے یہ دونوں ہاتھ تھے۔ میری نگاہوں میں ایک بار پھر وہ دونوں ہاتھ گھوم گئے۔ بے شمار افراد قتل ہو جاتے ہیں۔ بہت سے حادثوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ دکھ تو خیر سبھی کے لئے ہوتا ہے لیکن قانون قدرت بھلا کوئی کیا کر سکتا ہے لیکن وہ نوجوان عورت جس کے دونوں ہاتھ ایک ایک کر کے کاٹ دیئے گئے تھے۔ کیا وہ زندہ ہو سکتی ہے بے چاری اگر زندہ بھی ہوتی تو مردوں سے بدتر...... آہ کیا قانون ہے اللہ کا بھی لوگ بہرحال جیتے ہیں اور اگر ان سے پوچھا جائے کہ اعضاء کی کمی نے انہیں زندگی سے بیزار تو نہیں کر دیا وہ کبھی اس کا اقرار نہیں کریں گے اور جینا ہی پسند کریں گے۔ بہرحال ان دنوں ذرا کچھ زیادہ ہی ذہنی الجھنیں پیدا ہو گئی تھیں۔ میں بھی انسان ہی تھا جینا چاہتا تھا لیکن دو خوفناک قاتلانہ حملے...... پتہ چل جائے کہ مجھ پر

حملہ کرنے والا کون تھا اور اس کا مقصد کیا تھا اس کے بعد صورتحال کچھ نہ کچھ تو
ضرور آجائے گی۔ کچھ دوسرے کام نمٹانے تھے لیکن اعصابی طور پر تھوڑی سی کشیدگی
اس لئے ضرورت سے زیادہ ہی محتاط تھا۔ ایس پی نظام صاحب نے مجھے یہ
پوسٹنگ کی اطلاع دی تھی۔ میں نے اس بارے میں دل میں فیصلہ کرلیا تھا کہ ان
مہلت مانگ لوں گا اور کہوں گا کہ اس کیس کے بعد میں تھانہ سنبھال لوں گا۔ بہرحا
اپنے کام نمٹائے، شام کو نادیہ صمدانی سے ملنا تھا گھر پہنچ کر کوئی مصروفیت بھی ہوسکتی
چنانچہ یہ وقت گزارا۔ نادیہ کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی تھی لیکن شام کو وہ مطلو
جگہ موجود تھی اور یوں لگتا تھا جیسے گھر سے ہو کر آئی ہو۔ ہم دونوں نے مسکراتے ہو
ایک دوسرے سے ملاقات کی۔ وہ کہنے لگی۔

"تھکے تھکے سے ہو...... کیا زیادہ مصروفیت چل رہی ہے آج کل......!"

"ہاں! اچھا یہ بتاؤ سب انسپکٹر ذکا سے مل لیا؟"

"ہاں اور رپورٹ بھی تیار کر کے اخبار کو دے دی...... دلچسپ واقعہ ہے۔"

"رپورٹ تیار کر کے دی نا؟"

"ہاں کیوں......؟"

"اصل میں اس واقعے سے ایک اور واقعہ بھی منسلک ہے جس کی نشاندہی ا
کو نہیں کرنی ہے...... ہاں تمہاری حد تک بات الگ ہے۔"

"خیریت...... ایسی کیا بات ہے؟"

"اخباری اطلاع یہ ہے کہ اس شخص کے بارے میں کسی نامعلوم آدمی
اطلاع دی تھی اور ایس آئی وہاں پہنچا تھا جہاں سے یہ لاش اسے ملی۔"

"بالکل......!"

"جانتی ہو وہ نامعلوم آدمی کون تھا؟"

"خوب...... کم از کم میں نہیں تھی۔" نادیہ صمدانی مسکرا کر بولی۔

"میں تھا......" میں نے جواب دیا اور وہ بری طرح اچھل پڑی۔

کچھ دیر تک وہ مجھے حیران نگاہوں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔

"کیا مجھے اس مذاق پر ہنسنا چاہیے؟"

"بالکل نہیں...... کیونکہ یہ سرے سے مذاق ہے ہی نہیں۔"

"گویا کیا واقعی تمہی نے سب انسپکٹر ذکا کو یہ اطلاع دی تھی؟"

"ہاں......"

"اور یہ بات ذکا کے علم میں ہے؟"

"بالکل ہے کیونکہ میں نے اسے باقاعدہ لاش دکھائی تھی میں وہیں موجود تھا جب میں نے اسے لاش کی اطلاع دی تو اتفاق سے اس وقت تھانہ انچارج موجود نہیں تھے...... ویسے بھی میں ان کے بارے میں جانتا ہوں...... الٰہی بخش نام ہے ان کا اور بس الٰہی بخشے۔"

میرے الفاظ پر نادیہ صمدانی ہنس پڑی۔ اصل میں چونکہ وہ خود بھی کرائم رپورٹر تھی اور تقریباً تمام ہی تھانوں سے اس کا واسطہ پڑتا رہتا تھا۔ یہ الٰہی بخش صاحب جو تھے، یہ ذرا دوسری قسم کے آدمی تھے۔ اب اپنے کسی ساتھی کے بارے میں تفصیل کیا بتاؤں بس یوں سمجھ لیجئے کہ تھانہ سب انسپکٹر ذکا ہی کے دم سے چل رہا تھا۔ نادیہ صمدانی نے کہا۔

"یار سچ سچ بتا دو۔"

"بالکل سچ بتا رہا ہوں نادیہ! ان دنوں میرے اوپر بڑے شدید قاتلانہ حملے ہو رہے ہیں۔"

"ہائے۔" نادیہ نے آنکھیں گول کر کے کہا۔ "ویسے بھی تم بے حد پراسرار

آدمی ہو۔"

"خدا کی قسم جھوٹ نہیں بول رہا ...... دونوں حملوں میں بس بال بال بچا ہوں۔" میں نے پہلے حملے کے بارے میں بتایا اور پھر دوسرے کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"وہ شخص جس کی لاش ملی ہے مجھ پر حملہ آور ہوا تھا اور ہمارے درمیاں گولیوں کا تبادلہ ہوا تھا بعد میں کوئی اسے مار کر چلا گیا لیکن افسوس میں اس گاڑی کا نمبر نہیں دیکھ سکا۔"

"اگر واقعی ایسی بات ہے تو تمہیں محتاط ہو جانا چاہیے۔"

"بھئی اور کس حد تک محتاط رہوں ...... اب ظاہر ہے گھر میں تالا بند کر کے تو بیٹھ نہیں سکتا اور باہر خطرہ ہی خطرہ ہے ...... کوئی کیا کر سکتا ہے۔"

"کوئی ایسی گڑبڑ جو تمہارے ذہن میں ہو؟"

"نہیں ایسی کوئی گڑبڑ بظاہر نہیں ہے ...... بس یوں سمجھ لو کہ نگار کا کیس ختم ہو گیا ہے ...... گلو البتہ پہلے ہی ہلاک ہو گیا تھا ...... ورنہ یہ سوچا جا سکتا تھا کہ ......"

"کیا سوچا جا سکتا تھا ...... اگر گلو ہلاک نہ ہوتا تو یقینی طور پر جیل میں ہوتا ...... یہ ہو سکتا ہے کہ گلو کا کوئی بہت ہی قریبی عزیز تمہاری زندگی کے درپے ہو۔"

"اب کوئی سامنے آئے تو پتہ چلے ویسے نہیں ہو سکتا۔"

"کیوں ؟"

"جس اعلیٰ پیمانے پر کام ہوا ہے وہ گلو جیسے معمولی سطح کے لوگوں کے رشتے داروں کا کام نہیں ہو سکتا ...... پہلے حملے کی تو خیر میں کوئی توجیح نہیں کر سکتا ...... لیکن دوسرے میں خاصی ذہانت سے کام لیا گیا ...... یعنی ایک آدمی مجھ پر حملہ کرنے کے لئے مخصوص کیا گیا اور جب وہ ناکام رہا تو کسی نے اسے قتل کر دیا ...... خیر یہ تو ہوا اس سلسلے میں رپورٹ ...... ظاہر ہے تمہیں اخبار کے لئے ایک چٹ پٹی خبر مل گئی اور کل کے اخبارات میں بھی خبر آ جائے گی ...... تم اس کی تصویر چھاپ دو ...... ہو سکتا ہے کہیں سے اس کی نشاندہی ہو سکے ...... ذکا نے تمہیں تصویر تو دی ہے نا ؟"

"ہاں مل گئی ہے ...... لگوا دی ہے میں نے۔"

"ٹھیک ...... اب ایک اور پراسرار خبر سنو۔" میں نے کٹے ہوئے ہاتھ کے پارسلوں کے بارے میں اسے تفصیل بتائی اور وہ بری طرح مجھے گھورنے لگی۔

"کیا آج کل تم نے سنسنی خیز خبروں کا ٹھیکہ تو نہیں لے رکھا ہے ...... مجھے تو سچ مچ بہت پراسرار لگ رہے ہو تم۔"

"اور تم یہ جانتی ہو کہ میں تمہیں کبھی کوئی غلط خبر نہیں سناتا ...... خیر پچھلے کچھ دن میں کسی عورت کی گمشدگی کی تو کوئی اطلاع نہیں ملی ہے ...... میرا مطلب ہے اخبارات میں تو تمہاری نگاہیں رہتی ہیں ...... تمہارے اخبار میں نہ چھپی ہو۔" نادیہ سوچ میں ڈوب گئی پھر بولی۔

"نہیں ...... نہ صرف مقامی طور پر بلکہ آس پاس کے شہروں کی جو چھوٹی موٹی خبریں ہوتی ہیں ان میں اغوا وغیرہ کی کہانیاں تو ہوتی ہیں لیکن ایسی کوئی کہانی حال میں ایک ہفتے کے اندر اندر میرے علم میں نہیں آئی ہے۔"

"ہوں ......"

"یار مگر ایک بات تو بتاؤ ...... اخبار کو خبر کیوں نہیں دے رہے ...... ویسے تم پولیس والے جو ہو نا اخبارات کے ساتھ بہت زیادتی کرتے ہو۔"

"نہیں ایسی بات نہیں ہے نادیہ! بہت سے معاملات کی تشہیر بھی ملزموں کو ہوشیار کر دیتی ہے اور وہ محتاط ہو جاتے ہیں کہیں سے کوئی چھوٹی موٹی نشاندہی ہو جائے تو پھر اخبارات کو خبر دی جا سکتی ہے یا پھر تم لوگ براہ راست موقع سے خبر حاصل کر لو۔"

"ابھی یہ خبر اخبار کو نہیں دینی نا ؟"

"نہیں ابھی نہیں لیکن بہت جلد ...... ذرا سی کم از کم معلومات اتنی ہو جائے کہ پتہ چل جائے کہ وہ مظلوم عورت کون تھی ؟"

"ہاتھ کہاں ہے ؟"

"پہلا ہاتھ بھی پولیس سرجن تک پہنچ چکا ہے ...... اس کی تصویر اور مختصر رپورٹ بھی میرے آفس میں موجود ہے ...... اب دوسرا ہاتھ بھی پہنچا دیا گیا ہے ...... ظاہر ہے ہمیں دونوں ہاتھوں کے بارے میں تفصیلی رپورٹ درکار ہو گی۔"

”تفصیلی رپورٹ ملی نہیں ابھی تک۔“

”نہیں ......“

”اٹھو ......“ نادیہ نے اچانک کہا اور میں چونک کر اس کی صورت دیکھنے لگا۔

”کہاں خیریت ؟“

”رانا بلال کے پاس چلتے ہیں۔“

”رانا بلال ......“

”پولیس سرجن کے بارے میں نہیں جانتے ؟“

”ارے ہاں جانتا ہوں ......تمہاری شناسائی ہے ان سے۔“

” بہت زیادہ بلکہ یوں سمجھ لو دور کے رشتے دار بھی لگتے ہیں ...... میری اک
ان سے ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں ......معلومات حاصل کرتے ہیں ان سے۔“

”مگر اس وقت ......“

”وہیں ہسپتال میں ہوں گے ...... مجھے پتہ ہے وہ ساڑھے آٹھ نو بجے وہا
سے آتے ہیں۔“

”لیکن......“

”اٹھو نا یار! کیا لیکن شیکن لگا رکھی ہے ...... چلو اٹھو میں کہہ رہی ہوں۔“

میں نے اس میں کوئی ہرج بھی نہیں سمجھا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم پولیس
ہسپتال پہنچ گئے۔ رانا بلال صاحب سے میری بھی شناسائی تھی اور اکثر ان
ملاقاتیں بھی ہوتی رہتی تھیں لیکن یہ بات نہیں معلوم تھی کہ وہ نادیہ صمدانی کے کو
رشتے دار بھی ہیں۔ بہرحال ہم سے اچھی طرح ملے پھر میں نے ان سے کٹے ہو
ہاتھوں کے بارے میں سوال کیا۔

”ہاں ...... اب دونوں ہاتھ میرے پاس اکھٹے ہو گئے ہیں۔“

”ڈاکٹر صاحب! لازمی بات ہے کہ آپ نے ان کے بارے میں تھوڑی بہ
معلومات ضرور حاصل کر لی ہوں گی ...... میں باقاعدہ کی بات نہیں کر رہا۔“

”نہیں نہیں تھوڑی بہت نہیں بلکہ خاصی معلومات حاصل کر لی ہیں میں
...... تجزیے سے ثابت ہوا ہے کہ یہ دونوں ہاتھ ایک ہی جسم سے علیحدہ کیے گئے ہیں

جو کسی نوجوان عورت کا ہے ...... ہم نے اس کی عمر کا اندازہ بائیس اور چوبیس سال
کے درمیان کا لگایا ہے۔“

”میں آپ سے ایک اور سوال کرنا چاہتا ہوں کہ جب عورت کے یہ ہاتھ
کاٹے گئے تو کیا وہ عورت زندہ تھی ؟“

”یہ نہیں بتایا جا سکتا۔“ رانا بلال نے پرخیال انداز میں کہا۔

”یقینی طور پر اس کے زخم کا معائنہ کیا گیا ہو گا ...... کیا یہ بتایا جا سکتا ہے کہ
جس وقت یہ ہاتھ کاٹے گئے ہیں اس وقت عورت کو کوئی بے ہوش کرنے والی دوا دی
گئی تھی یا پھر ہوش وحواس کے عالم میں اسے اس کے ہاتھوں سے محروم کیا گیا۔“

یہ بات میرے ذہن میں ہے مگر اس کیمیائی عمل کے لئے ہمیں ان ہاتھوں کو
مختلف مشینوں سے گزارنا پڑے گا جس سے ان کی یہ شکل برقرار نہیں رہ سکے گی۔“

”آپ چاہیں تو ایسا کر سکتے ہیں کیونکہ ہمارے پاس ان ہاتھوں کے پرنٹ
محفوظ ہیں۔“

”ٹھیک ہے ...... آپ مجھے تحریری طور پر یہ نوٹ لکھ دیجئے اسی کاغذ پر جس پر
آپ نے مجھ سے ان کا کیمیاوی تجزیہ کرنے کی درخواست کی ہے۔“

”ٹھیک ہے ......ہمیں رپورٹ کتنی دیر کے بعد مل جائے گی ؟“

”جتنی دیر میں آپ چائے ختم کریں گے اور ویسے بھی گرم چائے پینا مناسب
بات نہیں ہوتی۔“ میں اور نادیہ ہنسنے لگے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے فوراً ہدایات جاری
کر دیں اور اس کے بعد ہمارے لئے چائے منگوا لی۔ چائے کے دوران انہوں نے
دوبارہ فون پر متعلقہ عملے کو اس بارے میں ہدایت دی اور ہم انتظار کرتے رہے۔ رانا
بلال بہت ہی خوش مزاج انسان تھے۔ یہ بات میں پہلے بھی جانتا تھا وہ بڑی دلچسپ
باتیں کرتے رہے۔ اس بات پر انہوں نے تاسف کا اظہار بھی کیا کہ پتہ نہیں پورا
قصہ کیا ہے بہرحال رپورٹ آ گئی اور رپورٹ یہ تھی کہ بے ہوش کرنے والی کسی دوا کا
اثر نہیں معلوم ہوتا جس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو مرنے کے فوراً بعد یہ ہاتھ کاٹے
گئے ہیں یا زندہ عورت کے جسم سے بغیر کسی بے ہوش کرنے والی دوائی یا انجکشن کے
یہ دونوں ہاتھ وقفے وقفے سے کاٹے گئے ہیں۔ بہرحال اس کے بعد تھوڑی دیر تک

تبصرہ آرائی ہوتی رہی کہ نجانے وہ کون سنگ دل لوگ ہوں گے جنہوں نے کسی زندہ عورت کے ہاتھ کاٹ لئے ہوں گے اور اس عورت کو کتنی اذیت پہنچی ہوگی یا پھر اگر یہ کسی لاش سے کاٹے گئے ہیں تو پھر کاٹنے والے کا مقصد کیا تھا اور ان ہاتھوں کے پارسل محکمہ پولیس کو کیوں ارسال کیے گئے ہیں۔ بہرحال پھر نادیہ مجھے ہدایت دے کر چلی گئی کہ جب بھی اس کے بارے میں کوئی تفصیل سامنے لائی جائے تو اس کی رپورٹ اسی کو دی جائے۔ اس نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ پچھلے ایک ہفتے کے اخبارات کے فائلوں سے وہ کسی عورت کی گمشدگی کی خبر تلاش کرے گی۔ بہرحال گھر بڑے سکون کی جگہ ہوتی ہے بشرطیکہ یہ عادت ڈال لی جائے کہ باہر کی مصروفیات، کاروباری معاملات کچھ بھی ہوں، جب گھر میں قدم رکھا جائے تو ساری مشکلیں ذہن سے نکال دی جائیں۔ عالیہ بہت اچھی دوست تھی۔ بہت اچھی بیوی تھی۔ جن حالات میں پچھلے دنوں گزارا کرنا پڑا تھا وہ ایک بھیانک خواب کی مانند تھے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے فضل کیا تھا۔ خواب سے آنکھ کھل گئی تھی نوکری بھی بحال ہوگئی تھی اور سب کی محبتیں بھی حاصل تھیں۔ کیونکہ میرے تمام ساتھی اور افسر بالا بھی جانتے تھے کہ میں سچ کا شکار تھا۔ لیکن تلقین یہی کی جاتی ہے کہ بھائی سچ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ سچ میں بڑی برکت ہے۔

دوسرا دن معمول کے مطابق تھا۔ کوئی خاص بات نہیں رہی لیکن شام کو چار بجے نادیہ صمدانی کا فون موصول ہوا۔

"کہاں ہو؟"

"بس، پولیس ہیڈکوارٹر میں ہی ہوں۔ خیریت......؟"

"کوئی خاص مصروفیت تو نہیں ہے؟"

"نہیں بولو......"

"لارڈز پہنچ جاؤ...... پانچ بجے تک آ رہی ہوں۔"

"کوئی خاص بات......؟"

"ضروری ہے کہ کوئی خاص بات ہی ہو ٹھیک پانچ بجے...... دیر مت کرنا...... میں بالکل یہ نہیں سنوں گی کہ فلاں بات ہوگئی تھی۔"

نادیہ صمدانی نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا۔ بہرحال اسے حق حاصل تھا کہ وہ مجھ سے اس لہجے میں بات کر سکے۔ میں اسے یاد کر کے مسکراتا رہا۔ بہرحال میری بہت اچھی دوست تھی، بہت اچھی ساتھی، صحیح معنوں میں برے وقت میں کام آنے والی، ٹھیک پانچ بجے جب میں لارڈز میں داخل ہوا تو نادیہ صمدانی مجھے میز پر بیٹھی ہوئی نظر آئی۔ پولیس کی وردی ویسے ہی متاثر کرنے والی ہوتی ہے۔ لارڈز کا پورا عملہ مجھے اور نادیہ صمدانی کو پہچانتا تھا۔ ویٹروں نے سلام کیے، میں نادیہ صمدانی کی میز کے پاس پہنچ کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"پانچ بجے ہیں ابھی ......تمہارے چہرے کے تاثرات مجھے کچھ ٹھیک نظر نہیں آ رہے؟"

"نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے ...... مجھے بھوک لگ رہی ہے ...... بہت شدید مصروفیات میں دن گزرا ہے ...... کھانے کے لیے بہت عمدہ عمدہ سی چیزیں منگواؤ" میں نے ویٹر کو اشارہ کیا اور کئی چیزوں کا آرڈر دے دیا اور پھر میں نے نادیہ سے کہا۔

"کہاں مصروف رہیں؟"

"بس بھئی! کسی سے محبت کرنے کا نتیجہ برا ہی نکلتا ہے۔"

"اوہو خیریت، ہوگیا نا وہی جس کا خدشہ تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے محبت وغیرہ ...... بتا رہی ہو نا تم یہ ابھی۔"

"میں تمہاری بات کر رہی ہوں ...... زیادہ ایکٹنگ مت کرو" نادیہ نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مجھ سے محبت ہوگئی تمہیں ......"

"کب ......"

"اچانک؟"

"خیر بددعا کبھی نہیں دوں گی تمہیں اور جس دن میں نے بددعا دے دی سمجھ لینا قیس ہوجاؤ گے۔"

""نہیں نہیں بھئی۔" میں خوفزدہ ہو گیا۔ میں نے ہنس کر کہا۔

""ایک اتنی سی سنسنی خیز خبر ہے تمہارے لئے، سنو گے تو اچھل پڑو گے۔"

""تو پھر اچھالو جلدی سے۔"

""علی داؤد کا نام سنا ہے، سیٹھ علی داؤد روئی والا۔"

""ہاں ہاں ...... ویسے تو بہت سے سیٹھ علی داؤد ہیں لیکن روئی والا کا نام ذ
میں ہے ......کوئی واسطہ تو نہیں پڑا ابھی تک لیکن بہرحال یہ نام ذہن میں ہے۔"

""اعجاز خان کو بھی جانتے ہو گے، ناولٹی اسٹریٹ کے تھانے کا انچارج۔"

""ہاں ...... اعجاز خان کو بھی جانتا ہوں ...... مگر یہ داؤد روئی والا سے اعجاز
تک۔"

""داؤد روئی والا کا علاقہ، میرا مطلب ہے اعجاز خان کے تھانے کا علاقہ
ہے جہاں داؤد روئی والا رہتا ہے۔"

""چلو بات ختم ہوئی۔"

""کہاں ختم ہوئی ...... ابھی تو شروع ہو رہی ہے ...... اعجاز خان کو ٹیلی فون
اطلاع دی گئی ...... اس ٹیلی فون میں سیٹھ داؤد روئی والا کی بیٹی ندرت داؤد نے ا
خان سے کہا کہ کوئی شخص اس کی بہن کو بلیک میل کر رہا ہے اور اس کی جان کو خ
ہے ...... اس نے بتایا کہ وہ داؤد روئی والا کی بیٹی ندرت داؤد ہے ...... آفیسر اس
اس درخواست پر فوراً ایکشن لے ...... اعجاز خان کے بارے میں آپ کو اتنا تو
ہے کہ بگڑے دماغ کا آدمی ہے ...... اس نے کہا کہ باقاعدہ تھانے آ کر رپو
لکھوائی جائے تب کوئی کارروائی کی جائے گی ...... وہ کسی داؤد روئی والا اور سیٹھ
متاثر نہیں ہوتا ...... قانون کے مطابق عمل کیا جائے تو غور کیا جا سکتا ہے ......
بات ختم ہو گئی مجھے یہ بات اسی وقت معلوم ہو گئی تھی ...... لیکن حیرانی کی بات یہ
کہ میں بھی دوسرے معاملات میں مصروف ہو گیا ...... حالانکہ میں نے سوچا تھا
میں خود داؤد روئی والا کی کوٹھی پر جا کر اس کی بیٹی ندرت داؤد سے ملوں اور تفصیلا
معلوم کروں بہرحال اس وقت یہ بات ذہن سے نکل گئی، لیکن نجانے کیوں مجھ
سے بات چیت کرنے کے بعد ایک عجیب سا احساس ہوا اور آج کا دن میں

ہی تمام معلومات میں گزارا او میرے پاس چند انتہائی اہم اور پراسرار اطلاعات
موجود ہیں۔"

ویٹر نے اسی وقت کھانے پینے کی اشیاء سامنے لگا دیں۔ میں ابھی تک نادیہ
صمدانی کے اشاروں کو سمجھ نہیں سکا تھا۔ میں نے کھانے پینے کی چیزیں اس کی طرف
بڑھائیں اور کہا۔

""معدہ پر کر لو ...... اس کے بعد ہو سکتا ہے کہ تمہاری گفتگو آسان ہو جائے اور
میری سمجھ میں آ سکے۔"

""شکریہ ......" نادیہ صمدانی نے کہا اور پلیٹ اپنی جانب سرکا کر کھانے میں
مصروف ہو گئی۔ میں بھی تھوڑا بہت کچھ لے رہا تھا پھر چائے کا پہلا گھونٹ لینے کے
بعد اس نے کہا۔

""ندرت داؤد کا انتقال ہو چکا ہے۔"

""وہی لڑکی جس نے رپورٹ درج کرائی تھی۔"

""ہاں ...... تفصیلات پتہ چلیں ...... سیٹھ داؤد کے بارے میں اتنا تو معلوم ہے
کہ وہ ایک خاصا دولت مند آدمی ہے ...... اس نے دو شادیاں کی تھیں ...... ندرت
پہلی بیوی سے تھی اور اپنی سوتیلی بہن سے چار سال بڑی تھی ...... چھوٹی کا نام نمرہ
ہے ......نمرہ داؤد ...... یہ سیٹھ داؤد کی دوسری بیوی کی بیٹی ہے۔"

""ہوں اور کچھ ......"

""بہت سے شکوک پیدا ہو گئے ہیں ...... اگر یہ بات تمہیں معلوم ہوتی کہ سیٹھ
داؤد مر چکا ہے تو تم فوراً اس کا تذکرہ بھی کرتے کہ داؤد روئی والا تو مر چکا ہے ......
اس کا مطلب ہے کہ تمہیں اس کے بارے میں معلوم نہیں تھا۔"

""ہاں واقعی ...... ظاہر ہے میری اس سے کوئی رشتے داری نہیں تھی۔"

""پھر بھی صحافی اور پولیس والوں کو شہر کی معلومات ہونی چاہئیں ...... بہرحال
سیٹھ علی داؤد کا ایک حادثے میں انتقال ہو چکا ہے اور اسی طرح اس کی بیٹی ندرت
داؤد بھی ہارٹ اٹیک سے مری ہے۔"

""ہارٹ اٹیک ...... حملے پر حملے کیے جا رہی ہو ...... کیا عمر ہو گی اس کی؟"

“پچیس سال ......”

“پچیس سال کی عمر میں حرکت قلب بند ہونا کچھ عجیب سی بات ہے ...... کیا بیمار رہتی تھی؟”

“بالکل نہیں بلکہ بڑی ایکٹو تھی وہ۔”

“بڑی بات ہے۔”

“اس کے برعکس نمرہ داؤد بے حد حسین لڑکی ہے ...... انتہائی آزاد خیال ... کوئی دو سال پہلے اس نے ایک شخص کو اپنی کار سے روند کر ہلاک کر دیا تھا ...... لیکن سیٹھ داؤد نے اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے اسے بچا لیا۔”

“تو تم یہ معلومات حاصل کرتی رہی ہو۔”

“ظاہر ہے سرکار! آپ کا مسئلہ جو تھا۔”

“کک ...... کیا مطلب؟”

“کچھ نہیں کچھ نہیں ...... یہ پیسٹری لیجئے ...... بڑی اچھی بنائی گئی ہے۔” نادیہ صمدانی نے پیسٹری کی پلیٹ میری طرف بڑھائی۔

“نہیں ...... مجھے بتاؤ، پہلے یہ بتاؤ سیٹھ داؤد کی موت کس طرح ہوئی تھی؟”

“وہ ایک دن اپنا ریوالور صاف کر رہا تھا کہ ریوالور کی گولی چل گئی اور وہ گولی لگنے سے ہلاک ہو گیا۔”

“اوہو ...... واقعی پھر تو یہ اطلاع مجھے ہونی چاہیے تھی، ظاہر ہے اخبارات اس بارے میں تفصیلات لکھی ہوں گی۔”

“ہاں کیوں نہیں۔”

“مگر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ان دنوں میں اپنے ہی عذاب سے گزر رہا تھا۔”

“سیٹھ علی داؤد نے اپنے اثاثوں کا زیادہ حصہ ندرت داؤد کے نام چھوڑا اور صرف چوتھائی حصہ اپنی چھوٹی بیٹی نمرہ داؤد کے نام ...... لیکن ندرت کی موت کے بعد سیٹھ داؤد کی تمام جائیداد اور کاروبار کی واحد مالک نمرہ ہی ہے۔”

“مروا رہی ہو اسے۔” میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا پھر بولا۔

“اچھا یہ حادثہ کب ہوا تھا میرا مطلب ہے علی داؤد کا حادثہ؟”

“تقریباً دو مہینے ہو گئے۔”

“اور ندرت داؤد؟”

“گیارہ دن پہلے کی بات ہے ...... ویسے لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ اپنے باپ کی موت برداشت نہیں کر سکی تھی اور اس کی موت کے بعد سے اس کی حالت کافی خراب رہنے لگی تھی اور آخر کار نتیجہ دل کے دورے کی شکل میں ظاہر ہوا اور وہ مر گئی۔”

“اسے مرے ہوئے صرف گیارہ دن ہوئے ہیں۔” میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

“ہاں ...... اتنا ہی وقت ہوا ہے۔” نادیہ صمدانی نے بچی ہوئی پیالی کی چائے کا آخری گھونٹ بھرا اور رومال سے ہونٹ خشک کرنے لگی پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔

“کیوں ......؟”

“نادیہ! ندرت داؤد کی موت کوئی حادثہ بھی تو ہو سکتی ہے ...... مجھے اس کی موت قدرتی نہیں لگ رہی ...... اوہو ...... تمہارا خیال ہے۔”

“میرا بالکل یہی خیال ہے جو ابھی ابھی تمہاری کھوپڑی میں آیا ہے۔” نادیہ صمدانی نے ویٹر کو اشارہ کرتے ہوئے کہا اور ویٹر اس کے قریب پہنچ گیا۔

“یہ سب کچھ اٹھا لو پلیز۔”

“جی میڈم ......” ویٹر نے کہا اور فوراً ہی برتن اٹھانے میں مصروف ہو گیا۔ اس دوران ہم دونوں کو سوچنے کا موقع مل گیا تھا۔ نادیہ صمدانی نے کہا۔

“سچ بولنا ...... یہی سوچ رہے ہو نا تم کہ کسی نوجوان عورت کے کٹے ہوئے ہاتھ اور ندرت داؤد کی موت کا آپس میں کوئی تعلق ہوتا ہے جبکہ یہ اندازہ بھی ہے کہ وہ ہاتھ کسی نوجوان لڑکی کے تھے۔”

“اچھا ...... ہماری یہ سوچ عجیب نہیں ہے ......؟” میں نے نادیہ صمدانی سے سوال کیا۔

“بالکل نہیں ...... اصل میں بات وہی آ جاتی ہے ...... بعض اوقات معاملات ایسے اجنبی اجنبی سے ہوتے ہیں کہ ہم ان کے آپس میں تعلق کا تصور بھی نہیں کر

سکتے۔ لیکن تعلق نکل آتا ہے ویسے ایک بات بتاؤ ...... یہ معلومات تم نے علی داؤ
رہائش گاہ پر جا کر کی ہے؟''

''بالکل نہیں ...... بھائی ظاہر ہے ہمارے بھی کچھ ذرائع ہوتے ہیں ......
طریقہ کار ہوتے ہیں۔''

''بہت خطرناک ہوتے ہو تم صحافی لوگ ...... کیا خیال ہے ...... آ
بڑھیں؟''

''مطلب یہ کہ علی داؤد کی رہائش گاہ پر چلیں۔''

''اصولی طور پر تو ہمیں چلنا چاہیے۔''

''تو انکار کس کمبخت نے کیا ہے؟'' نادیہ صمدانی نے ہنس کر کہا اور میں
ویٹر کو بلا کر بل طلب کر لیا پھر ہم دونوں وہاں سے اٹھ گئے تھے۔ پولیس جیپ ڈ
کرتے ہوئے میں نے نادیہ صمدانی سے کہا۔

''ویسے نادیہ تم واقعی بہت ذہین ہو ...... پتہ نہیں قدرت اس طرح کی ذ
کیسے دے دیتی ہے ...... ہم تجزیہ کرتے ہیں نادیہ تو اندازہ ہوتا ہے کہ جرم چھ
بڑے ہر طبقے میں ہوتا ہے ...... لیکن دونوں ہی طبقوں کا انداز جرم بالکل مختلف
ہے ...... وہ لوگ بھی خود کو چھپانا جانتے ہیں اور اپنے جرم کی پردہ پوشی کے لئے
ایسے ذہانت کے کارنامے سرانجام دیتے ہیں ...... لیکن وجہ جرم ان کے ہاں
مختلف ہوتی ہے۔''

''بہت دن سے دل چاہ رہا تھا کہ محکمہ پولیس پر ایک مضمون لکھوں۔''

''پولیس والوں کے خلاف؟''

''ہشت ...... میں ذاتی طور پر پولیس والوں کے خلاف نہیں ہوں ...... اس
کوئی شک نہیں ہے کہ پولیس نے عوام کا ایک مزاج بنا دیا ہے لیکن ایسی بات
نہیں ...... ہر شعبے میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں ...... میں پولیس کو یہ مشو
چاہتی ہوں کہ جسمانی اور اسلحہ چلانے کی ٹریننگ کے ساتھ ساتھ پولیس کی
تربیت بھی ہو اور لازمی طور پر محکمہ پولیس کے لئے نفسیات کا مضمون مخصوص
جائے تو محکمہ پولیس کی کارکردگی بے پناہ بہتر ہو سکتی ہے ...... خاص طور

ران کو نفسیات میں کم از کم ماسٹرز کرنا چاہیے اور پھر نفسیات پر خاصی ریسرچ بھی
یونکہ مجرم کی نفسیات پر اگر غور کر لیا جائے تو اسے پکڑنے میں آسانی ہو سکتی ہے۔''

''مضمون لکھ دو بہت سے لوگ تمہارے دشمن بن جائیں گے ...... ان میں وہ
لیس والے بھی ہوں گے جنہیں نفسیاتی مصیبت میں ڈالا جائے گا اور وہ مجرم بھی جو
ہیں گے کہ بس اب پھنسے۔'' نادیہ صمدانی میری بات پر ہنسنے لگی۔ اس کے بعد ہم
یٹھ علی داؤد کے بنگلے پر پہنچ گئے ظاہر ہے اتنے بڑے آدمی کا بنگلہ اتنی ہی وسعتوں
ں ہونا چاہیے تھے۔ کئی ہزار گز پر بنا ہوا یہ خوبصورت مکان۔ مالک مکان کی خوش
تی کا ثبوت تھا۔ اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا گیا اور کچھ دیر کے بعد خودکار پھاٹک کھل
لیا۔ یہ چوکیدار نہیں تھا بلکہ میلے کچیلے کپڑے پہنے ایک شخص نے گیٹ کھول کر سوالیہ
ہوں سے انہیں دیکھا تھا۔

''نمرہ داؤد سے ملنا ہے۔''

''لیکن سر وہ بیمار ہیں اور مجھے ہدایت کر دی گئی ہے کہ کسی کو ان تک نہ پہنچنے دیا
جائے۔''

''یہ وردی دیکھ رہے ہو ...... پہچانتے ہو کس کی وردی ہے؟''

''جی صاحب جی کیوں نہیں۔'' ملازم ٹائپ کے آدمی نے خشک ہونٹوں پر
زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

''پیچھے ہٹ جاؤ۔'' میں نے پررعب لہجے میں کہا اور وہ پیچھے ہٹ گیا۔

''ہوں ...... گیٹ بند کرو۔'' میں پھر بولا اور اس نے گیٹ بند کر دیا۔

''تو مس نمرہ بیمار ہیں ......''

''جی صاحب جی ...... بستر سے لگی ہوئی ہیں۔'' اس نے جواب دیا اس وقت
سامنے سے ایک عورت نظر آئی اس نے زور سے آواز دے کر کہا۔

''کیا بات ہے نجیب؟''

''وہ مس صاب! پولیس والے آئے ہیں ...... چھوٹی بی بی سے ملنا چاہتے
ہیں۔''

''ٹھہرو! میں آ رہی ہوں۔'' جواب ملا اور وہ عورت مناسب رفتار سے آگے

آنے لگی۔ فاصلہ کافی تھا۔ میں نے جلدی سے پوچھا۔
"یہ کون ہے......؟"
"وہ جی...... ڈاکٹرنی ہیں...... چھوٹی بی بی کی دیکھ بھال کرتی ہیں۔" ملاز
نے اتنا بتایا۔ آنے والی ایک انتہائی تیز چہرے کی عورت تھی۔ عمر بھی چالیس یا پچا
سال کے قریب ہوگی۔ اس کی آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔ اس نے قریب آکر کہا
"نمرہ بی بی بیمار ہیں اور کسی سے ملنا پسند نہیں کرتیں۔"
"مگر میں ان سے ملنا چاہتا ہوں...... مجھے ان سے کچھ معلومات حاصل کر
نی ہیں۔"
"دیکھئے سر! آپ یقین کر لیجئے کہ وہ اس قابل نہیں ہیں کہ وہ آپ
سوالوں کے جواب دے سکیں۔"
"آپ کون سے ہسپتال کی ڈاکٹر ہیں؟"
"نہیں سر! میں ڈاکٹر نہیں ہوں...... میں نرس ہوں...... ان کی تیماردار...... میرا
نام انجلا ہے۔"
"کیا بیمار ہیں وہ؟" میں نے سوال کیا اور وہ گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگی۔
اس کے انداز میں کچھ ہچکچاہٹ سی تھی۔ پھر اس نے کہا۔
"آپ پولیس والے ہیں...... آپ کے سوالات کا صحیح جواب دینا میری ذمے
داری ہے...... آفیسر! بات اصل میں یہ ہے کہ نمرہ خطرناک حد تک منشیات کی عادی
ہے اور اس نے اپنی صحت اتنی تباہ کر لی ہے کہ اب وہ موت کے دروازے تک پہنچ
چکی ہے...... نشے کی حالت میں وہ آپے سے باہر ہو جاتی ہے اور کچھ یاد نہیں رہتا
اسے...... وہ بہت ہی عجیب و غریب حرکتیں کرنے لگتی ہے۔"
"اوہ......" میں نے ساتھ کھڑی ہوئی نادیہ صمدانی کی طرف دیکھا۔ نادیہ
صمدانی خاموش کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے اس معاملے میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔
"اگر میں انہیں ایک نگاہ دیکھ سکوں تو۔"
"دیکھئے آپ آفیسر ہیں...... میں آپ کو بھلا کیسے منع کر سکتی ہوں...... اس
دوران اس گھر میں کئی حادثے ہو چکے ہیں...... میری اپنی کچھ ذمے داریاں ہیں

اگر آپ مجھے پوری کرنے دیں تو میں آپ کا شکریہ ادا کروں گی۔"
"لیکن سسٹر انجلا...... کیا اس حالت میں اس نشے کی حالت میں آپ انہیں
گھر میں قید کیے ہوئے ہیں...... آپ کو ہدایات کس نے دی ہیں...... میرا مطلب
ہے کہ آپ کو یہاں کس نے رکھا ہے؟"
"میں یہاں دو سال سے ملازمت کرتی ہوں سر! اس سے پہلے میں ایک
پرائیویٹ ہسپتال میں ملازمت کرتی تھی...... سیٹھ صاحب نے مجھے خاص طور سے
چھوٹی بی بی کی نگرانی کے لئے یہاں ملازم رکھا تھا...... آپ براہ کرم مجھے میرا فرض
ادا کرنے دیں ورنہ باقی آپ کی جو مرضی ہو۔"
میں نے اس معاملے میں بہت زیادہ سختی کا مظاہرہ نہیں کیا کیونکہ ظاہر ہے ابھی
ہی کوئی بات براہ راست نہیں ہوئی تھی جو مجھے یہاں تفتیش کی اجازت مل جاتی۔ پھر
ں یہ بھی جانتا تھا کہ یہ تیز طرار عورت بلا وجہ ہی یہاں نہیں ٹکی ہوئی ہوگی۔ سیٹھ
اد اور اس کی بڑی بیٹی کی موت کے بعد یقیناً اور بھی کوئی ایسا ہوگا جو یہاں اس کی
وجودگی کا ذمے دار ہوگا۔ مجھے بھی تھوڑا سا نرم رویہ اختیار کرنا پڑے گا۔ میں نے
ں سے کہا۔
"ٹھیک ہے سسٹر انجلا! ہوسکتا ہے مجھے یہاں دوبارہ آنا پڑے۔"
"ہم تو تابع دار ہیں سر! آپ جیسا پسند کریں۔"
واپسی میں، میں نے نادیہ صمدانی سے کہا۔ "تم ضرورت سے زیادہ خاموش رہی
کوئی وجہ؟"
"نہیں، میں ایک پولیس آفیسر کو تفتیش کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔"
"کیا خیال ہے اس ساری کارروائی کے بارے میں؟"
"ابھی کچھ نہیں کہہ سکتی...... ویسے بھی تم نے میری تحریری زبان بند کر دی
ہے۔"
"ہاں پلیز! اصل میں تمہیں پتہ ہے نادیہ کہ کچھ پابندیاں ہم پر بھی ہوتی ہیں
......اگر میں ابھی سے اپنے آپ کو ڈسکلوز کر دوں میرا مطلب ہے اس معاملے میں
تمہیں کوئی خبر چھاپنے کی اجازت دے دوں تو میری بھی شامت آسکتی ہے۔"

"ہاں یار! تم شامتوں کے شوقین ہو...... اس لئے میں تمہیں کسی کام کے لئے مجبور نہیں کروں گی۔"

"ویسے میں آگے کے لائحہ عمل کو طے کر چکا ہوں...... میرا خیال ہے مجھے اس ڈاکٹر سے رجوع کرنا ہوگا جس نے ندرت داؤد کی موت کا سرٹیفکیٹ جاری کیا ہے اور اس کے علاوہ مجھے کارپوریشن کے دفتر سے بھی ندرت داؤد کی موت کا رجسٹریشن ریکارڈ چیک کرنا ہوگا۔"

نادیہ صمدانی نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر کچھ سوچنے لگی پھر بولی۔

"مجھے لکشمی بلڈنگ کے پاس اتار دو کچھ کام ہے اور اپنی معلومات سے مجھے ضرور آگاہ رکھنا۔"

میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا پھر میں اس بارے میں سوچتا رہا تھا۔ واقعات بے حد الجھے ہوئے تھے۔ میرے لئے محتاط رہنا بھی ضروری تھا کیونکہ مجھ پر دو خطرناک اور جان لیوا حملے ہو چکے تھے۔ جو شخص مارا گیا تھا وہ بھی ابھی تک نامعلوم تھا اور اسے ہلاک کرنے والا دراصل میرا دشمن تھا مگر کون......؟

میونسپل کارپوریشن کے دفتر سے میں نے معلومات حاصل کیں۔ اموات کا رجسٹریشن چیک کرنے سے پتہ چلا کہ ندرت داؤد کی موت حرکت قلب بند ہونے سے واقع ہوئی تھی۔ اس کی عمر پچیس سال کے قریب تھی۔ اس سرٹیفکیٹ پر ڈاکٹر محمود اعظم کے دستخط تھے۔ میں نے مزید دو فائلوں کی ورق گردانی کی...... موقع مل گیا تھا...... کچھ دیر کی تلاش کے بعد مجھے سیٹھ داؤد کی موت کا سرٹیفکیٹ بھی مل گیا وہ دماغ کے اندر گولی لگنے سے مرا تھا اور اس کی موت کا سرٹیفکیٹ ایک دوسرے ڈاکٹر نے جاری کیا تھا جس کا نام ڈاکٹر سبحان تھا۔ سیٹھ علی داؤد کی موت کی تحقیقات بھی ہوئی تھی اور متعلقہ تھانے کے انچارج نے کارروائی ضابطہ فوجداری بھی کی تھی۔

"ڈاکٹر محمود اعظم کہاں رہتے ہیں اور ان سے کہاں ملاقات ہوسکتی ہے؟" میں نے متعلقہ کلرک سے سوال کیا۔

"وہ بس جناب نیو پارک اسکوائر کے فلیٹ نمبر سولہ میں رہتے ہیں...... تھوڑے سے کھسکے ہوئے آدمی ہیں اور سنک کچھ زیادہ ہی ہے۔"

یہاں سے مجھے خاصی معلومات حاصل ہوئی تھیں چنانچہ اس متعلقہ کلرک کا شکریہ ادا کر کے میں باہر نکل آیا جس نے میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی تجسس کے کچھ نئے دروازے بھی کھل گئے تھے۔ مثلاً ندرت داؤد ایک کروڑ پتی باپ کی بیٹی جو بذات خود کروڑ پتی تھی حرکت قلب بند ہونے سے مر جاتی ہے اور اس کی موت کا سرٹیفکیٹ ایک غیر معروف ڈاکٹر دیتا ہے جبکہ اس دولت مند ترین لڑکی کے لئے بہت کچھ کیا جا سکتا تھا۔ بہرحال میں ذرا سوچ میں ڈوبا ہوا تھا اور بعض اوقات کچھ اس طرح کے واقعات ہوتے ہیں جنہیں صرف چھٹی حس کا کرشمہ ہی کہا جا سکتا ہے۔ حالانکہ سڑک پر خوب رش تھا اور میری جیپ ٹریفک کی ریل پیل میں اپنے لئے جگہ بناتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی کہ اچانک میری نگاہ سڑک کے پار ایک نیلے رنگ کی سوک پر پڑی۔ شاید کار کے رنگ کی خوبصورتی تھی یا پھر میں نے جو چھٹی حس کا تذکرہ کیا تھا وہی تھی۔ اس میں ایک شخص ڈرائیونگ کر رہا تھا لیکن میں نے یہ محسوس کیا کہ اس کی نگاہیں مجھ پر ہیں اور پھر اچانک ہی مجھے یاد آیا کہ یہ نیلے رنگ کی کار تو میں نے کارپوریشن کے دفتر کے باہر سے اپنے پیچھے لگی دیکھی ہے میں ایک دم چونک پڑا اور میں نے بغور اسے دیکھا۔ وہ لحیم شحیم جسم کا مالک تھا۔ چہرے سے ہی کرخت اور جرائم پیشہ معلوم ہوتا تھا۔ وہ مسلسل میرے پیچھے لگا ہوا تھا اور میرے ذہن میں اپنے اوپر ہونے والے دونوں قاتلانہ حملے گھوم گئے۔ میں نے پھرتی سے اپنا سروس ریوالور نکالا اور اسے ڈیش بورڈ پر رکھ لیا اس کے بعد میں بہت زیادہ احتیاط کے ساتھ گاڑی چلانے لگا۔ میں نے کئی دفعہ محسوس کیا کہ وہ ٹریفک کے ضوابط کی پرواہ کیے بغیر گاڑی کو گھما کر میرے تعاقب میں لے آتا ہے اگر راستے میں کوئی رکاوٹ آتی ہے تو وہ خطرناک طریقے سے اسے طے کر کے بدستور میرے پیچھے آ جاتا ہے۔ اس وقت صورت حال انتہائی سنگین تھی۔ ظاہر ہے میں سڑکوں پر گولیاں نہیں چلا سکتا تھا۔ میں نے اسے چکر دیا اور گاڑی واپس پولیس ہیڈکوارٹر کی طرف موڑ لی۔ البتہ اس دوران انتہائی ذہانت سے کام لے کر میں نے اس کی کار کا رجسٹریشن نمبر نوٹ کر لیا تھا۔ میں یہ سوچنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ پولیس ہیڈکوارٹر کی عمارت میں داخل ہونے کے بعد میں نے چند لمحے توقف

کیا۔ پھر انسپکٹر زیدی کو موبائل پر کال کر کے نیلے رنگ کی سوک کے بارے میں ب اور انسپکٹر زیدی اپنی بائیک میں پھرتی سے باہر نکل آیا اس کے بعد کوئی پندرہ منٹ کے بعد اس نے مجھے اطلاع دی کہ نیلے رنگ کی اس سوک کا دور دور تک کوئی نہیں ہے۔ میں نے اس مسئلے کو تھوڑی دیر کے لئے ذہن سے نکال دیا۔ میں ڈاکٹر محمود اعظم کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنا چاہتا تھا۔ تفتیش کی گاڑی آگے بڑھ رہی تھی اور ساتھ ہی میری دلچسپیاں بھی۔ نجانے کیوں مجھے لگ رہا تھا کہ سارے واقعات اتفاقیہ طور پر ہی پیش آئے ہیں لیکن مجھ پر ہونے والے قاتلانہ حملوں کا کچھ نہ کچھ تعلق کسی نہ کسی شکل میں کٹے ہوئے ہاتھوں کے ان پارسلوں سے ہے۔ حالانکہ یہ واقعہ بعد میں میرے علم میں آیا تھا اور ایس پی نظام اللہ صاحب نے خاصی دیر کے بعد یہ کیس میرے سپرد کیا تھا لیکن اس سے پہلے ہی مجھ پر قاتلانہ حملے شروع ہو گئے تھے۔ اب یہ الگ بات ہے کہ ابھی تک یہ دونوں لڑیاں الگ الگ تھیں۔ میں انہیں ایک دوسرے میں پرونے کی کوشش بھی نہیں کر رہا تھا کیونکہ کام میں ذرا برق رفتاری تھی۔ پھر مزید کچھ دیر میں نے پولیس ہیڈکوارٹر میں گزاری اور اس کے بعد باہر نکل آیا۔ ڈاکٹر محمود اعظم کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ضروری تھا۔ میں نے ایس آئی کو بھی اپنے ساتھ نہیں لیا تھا اب جو کچھ ہو گا خود ہی دیکھوں گا۔ متعلقہ ایڈریس پر نیویارک اسکوائر پہنچ گیا۔ عمارت بہت اچھی تھی اور اس میں فلیٹوں کی تعداد بھی محدود ہی تھی۔ سولہ نمبر فلیٹ پر پہنچ کر میں نے قریب و جوار کا جائزہ لیا اور پھر گھنٹی بٹن دبایا۔ تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد مجھے محسوس ہوا جیسے کھڑکی پر پڑے ہوئے پردے کے پیچھے سے کسی نے مجھے بڑے غور سے دیکھا ہو کچھ لمحے توقف کے بعد میں نے دوبارہ گھنٹی بجائی اور مجھے انتظار نہیں کرنا پڑا۔ گھنٹی بجاتے ہی دروازہ کھلا اور ایک عورت نظر آئی جو کسی قدر حیران نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ یہ دراز قامت دبلے پتلے بدن کی مالک تھی اور اس کے چہرے پر ایک زردی سی چھائی ہوئی تھی یوں لگتا تھا جیسے یا تو وہ بیمار ہو یا پھر انتہائی بے زار۔ ویسے بے زاری بھی ایک بیماری ہے۔ میں نے ایک نگاہ اس کا جائزہ لیا اور پھر کہا۔

''ڈاکٹر صاحب ہیں؟''

''ہاں ہیں، کہیے؟''

''میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''آئیے۔'' اس نے مجھے راستہ دیتے ہوئے کہا۔ فلیٹ اندر سے بھی کافی کشادہ تھا۔ اس میں جتنے بھی کمرے ہوں وہ ایک الگ بات ہے لیکن ڈرائنگ روم انتہائی کشادہ تھا اور یہ دیکھ کر مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا کہ ڈرائنگ روم کی سجاوٹ میں بڑی نفاست سے کام لیا گیا تھا۔ غالباً ڈاکٹر محمود اعظم کو مصوری کا شوق تھا یا پھر وہ آرٹ پسند کرتا تھا کیونکہ ڈرائنگ روم میں جس طرح کی پینٹنگز لگی ہوئی تھیں انہیں نایاب کہا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے حسین مجسمے پیتل کے ڈیکوریشن پیس وغیرہ وغیرہ۔ میں ان تمام چیزوں کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق اس ڈرائنگ روم کی سجاوٹ ہی لاکھوں روپے کی تھی اور پھر ڈاکٹر محمود اعظم اندر داخل ہو گیا۔ سفید کوٹ اور پیلے رنگ کی میلی سی پتلون پہنے ہوئے وہ عجیب سے انداز میں اندر داخل ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر جھریاں اور سر کے بالوں میں سفیدی تھی سر کے بالوں کی تعداد بہرحال ان بالوں سے کم تھی جو اس کے کانوں سے نکلے ہوئے تھے۔ اس کے چہرے سے نہ تو عیاری نہ ہی شرافت کا اظہار ہوتا تھا۔ مجموعی طور پر میرے سامنے ایک ایسے بوڑھے شخص کا چہرہ تھا جو اپنے آپ اور زندگی سے مطمئن نظر آتا ہو۔ میں نے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا تو وہ کہنے لگا۔

''پولیس کی حیثیت سے آئے ہو یا ایک مریض کی حیثیت سے آئے ہو۔ ویسے مریضوں کو دیکھنے کے اوقات شام کو پانچ سے نو بجے تک ہیں ...... اس وقت تمھاری آمد اگر بیماری کے سلسلے میں ہے تو بیکار ہے ...... تم چاہے ملک کے وزیر اعظم ہو ...... میں اپنے افکار و خیالات اور اصولوں کی تبدیلی نہیں کر سکتا۔''

''نہیں ڈاکٹر صاحب ...... میں مریض نہیں ہوں ...... میں جیسا کہ آپ نے میرے جسم پر موجود وردی کو دیکھ کر اندازہ لگایا ایک پولیس آفیسر ہوں۔''

''ہوں ...... تو پولیس آفیسر کی حیثیت سے یہاں آئے ہو، بھلا پولیس کا مجھ سے کیا کام ہے ......؟''

''ایک کیس کی تفتیش کر رہا ہوں میں۔ اس سلسلے میں آپ سے کچھ معلومات

حاصل کرنا تھیں۔"

"بولو بولو کیا معلوم کرنا ہے۔" اس نے خشک لہجے میں کہا۔ میں نے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا تھا۔ لیکن اس کے بعد اس نے اب تک مجھے بیٹھنے کے لئے نہیں کہا تھا چنانچہ میں خود ہی بیٹھ گیا۔ اور اس سے کہا۔

"آپ تشریف رکھیئے۔"

"ہاں ہاں بیٹھ جاؤں گا۔ مطلب کی بات کرو۔" اس نے چڑ چڑے سے انداز میں کہا۔

"ندرت داؤد کو جانتے ہیں آپ......؟"

"کون ندرت کون داؤد......؟"

"ندرت علی داؤد کی بیٹی جس کی موت کا سرٹیفکیٹ آپ نے جاری کیا ہے......"

"اچھا اچھا ٹھیک ہے......تو پھر......" وہ اپنے مخصوص انداز میں بولا۔

"اصل میں محمود اعظم صاحب بات یہ ہے کہ ندرت داؤد کی اچانک موت او اس کے بعد محکمہ ء پولیس کو دو کٹے ہوئے ہاتھوں کے دو پارسل ملے جن کا تعلق ایک دوسرے سے ثابت ہوتا ہے اور یہی چیز پریشانی کا باعث بنی ہوئی ہے ہم تفتیش کر رہے ہیں ...... آپ نے اس کی موت کا سرٹیفکیٹ جاری کیا ہے لیکن پولیس پور وثوق سے یہ بات کہتی ہے کہ وہ دل کی مریضہ نہیں تھی۔ تو دل کے دورے ک ذریعے موت واقع ہونے کا سرٹیفکیٹ آپ نے کیسے جاری کیا......؟"

میں نے اس سے سوال کیا اور وہ عجیب چڑچڑے انداز میں مجھے گھورنے لگا مجھے لگ رہا تھا کہ جیسے اس کا بس چلے مجھ پر جھپٹ ہی پڑے خیر وہ مجھ پر جھپٹا نہیں لیکن صوفے کے ہتھے پر ضرور بیٹھ گیا اس کی بھنویں تن گئی تھیں اور نتھنے غصے پھول گئے تھے۔ پھر اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

دماغ خراب ہو گیا ہے آپ کا۔ پاگل ہو گئے ہیں وہ حرکت قلب بند ہو سے مری تھی۔ میں دعوے سے کہتا ہوں میں اکیلا نہیں تھا وہاں پر اس وقت ڈا سبحان، بھی میرا مطلب ہے ڈاکٹر سبحان بھی موجود تھے۔"

"یقینی طور پر آپ بھی ڈاکٹر ہیں ڈاکٹر محمود اعظم لیکن براہ کرم حرکت قلب بند ہونے کی وجوہات پر روشنی ڈالیے تو میں ذاتی طور پر آپ کا شکر گزار ہوں گا۔"

"اس کے خون میں السر کا زہریلا پھیل گیا جس کی وجہ سے دل کے والواس حد تک متاثر ہو چکے تھے۔ اس کا بچنا ممکن نہیں تھا۔ اس کے جسم میں یہ عمل کافی دنوں سے بتدریج ہو رہا تھا۔ اگر وہ پہلے بھی اس کا علاج کرانا شروع کر دیتے تب بھی اس لڑکی کو بچانا ممکن نہیں تھا۔ انہوں نے بہت بعد میں مجھے بلایا بھلا میں کیا کر سکتا تھا۔"

"شکریہ ڈاکٹر صاحب مگر ایک سوال اور ہے۔ بہت بڑے لوگ تھے وہ کیا آپ ان کے فیملی ڈاکٹر ہیں بالکل نہیں، بالکل نہیں، بالکل نہیں، بس اس لئے انہوں نے مجھے بلایا کہ میں ان کے قریب رہتا ہوں۔ اگر موت کا یہ سرٹیفکیٹ ڈاکٹر سبحان جاری کرتا تو یہ خلاف قانون ہوتا۔"

"مگر یہ ڈاکٹر سبحان کون ہیں......؟"

"ڈاکٹر سبحان دماغی مریضوں کا ہسپتال چلا رہا ہے۔ اس کا ہسپتال بھی علی داؤد کے مکان کے بالکل سامنے ہے۔ اور وہ داؤد فیملی کا قریبی دوست ہے لیکن اس کے باوجود اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ وہ اس لڑکی کی موت کا سرٹیفکیٹ جاری کر سکتا کیونکہ وہ کوالیفائیڈ ڈاکٹر نہیں ہے اور میں میری ڈگریوں پر تو کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع نہیں مل سکتا۔"

"اچھا! ایک سوال اور...... کیا آپ ندرت داؤد کی موت کے وقت وہاں موجود تھے......؟"

"نہیں بالکل نہیں میں موت واقع ہونے کے آدھے گھنٹے کے بعد وہاں پہنچا تھا مگر بیماری کی علامات موجود تھیں...... موت نیند کے دوران ہوئی اس کا اصل معالج ڈاکٹر سبحان تھا جس سے میری بات چیت ہوئی تھی بعد میں۔"

"کیا آپ کے اور ڈاکٹر سبحان کے علاوہ بھی کوئی وہاں موجود تھا......؟"

"ہاں...... غالباً اس کی چھوٹی بہن کیونکہ اس کا باپ تو اس سے پہلے ہی مر چکا ہے اوہو گویا نمرہ داؤد بھی وہاں موجود تھی اچھا ڈاکٹر سبحان ندرت کے کمرے میں

صرف آپ کو لے گئے تھے یا نمرہ بھی ساتھ تھی۔؟''

''چھوٹی بہن ہمارے ساتھ ہی تھی اس وقت اس بیچاری کی حالت بہت خراب تھی رو رو کر اس نے اپنا برا حال کر لیا تھا۔ بہر حال پوسٹ مارٹم تو ہونا ہی چاہیے تھا لیکن میرے خیال میں اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی کیونکہ بیماری کی علامات بلا شبہ موجود تھیں۔''

''آپ نے بتایا کہ ڈاکٹر سبحان ندرت کی موت کا سرٹیفکیٹ نہیں جاری کر سکتے تھے کیونکہ وہ مستند ڈاکٹر نہیں ہیں۔ مگر ایک بات بتایئے ڈاکٹر محمود اعظم کہ انہی ڈاکٹر سبحان نے علی داؤد کی موت کا سرٹیفکیٹ کیسے جاری کر دیا تھا اور وہ بھی ایسے سنگین حالات میں جبکہ اس کی موت اچانک گولی چل جانے سے واقع ہوئی تھی۔''

''کمال کرتے ہیں آپ ......؟'' اچانک ڈاکٹر محمود پھر ہتھے سے اکھڑ گیا اور ہتھے سے اکھڑ کر صوفے کے ہتھے سے نیچے آ گیا۔

''میں کیا جواب دوں اس کا اور کیوں جواب دوں ...... کیا ڈاکٹر سبحان مر گیا ہے ...... اس سوال کا جواب آپ اس سے کیوں نہیں پوچھتے ...... جایئے اس سے سوال پوچھئے خدا حافظ ......''

اس نے منہ ٹیڑھا کر کے کہا اور واپسی کے لئے مڑ گیا۔ میں دلچسپ نگاہوں سے اس کردار کو دیکھتا رہا تھا جو بہر حال شک و شبے سے بالاتر نہیں تھا میں واپسی کے لئے پلٹا تو اچانک ہی اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ کچھ اور بوڑھا ہو گیا ہے۔ بہرحال میں اس کے بعد وہاں سے باہر نکل آیا لیکن موجودہ حالات کے تحت میں بہت محتاط رہنے لگا جو قاتلانہ حملے مجھ پر ہو رہے تھے اصل میں ان کی وجہ ابھی تک سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ کم از کم دشمن کے بارے میں معلومات حاصل ہو تو ان سے نمٹنے کا بندوبست بھی کیا جا سکتا ہے لیکن ایسے نامعلوم دشمن زیادہ خطرناک ہوتے ہیں جن کے بارے میں کوئی تفصیل معلوم نہ ہو۔ میں چاہتا تو اپنے ساتھ سٹاف ڈرائیور بھی رکھ سکتا تھا۔ لیکن جو کارروائیاں میں کرتا پھر رہا تھا ان میں تھوڑی سی راز داری کا بھی خواہش مند تھا۔ کیونکہ پچھلے دنوں جن حالات کا شکار ہو گیا تھا اگر اس کے راز دار کچھ لوگ ہوتے تو میرے لئے خاصی

مشکلات پیش آتیں اور ان سے نمٹنا مشکل ہو جاتا۔ بہر حال اس کے بعد پولیس ہیڈ کوارٹر کے راستے میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔ نیلی سوک کا نمبر میں نے ایس آئی زیدی کو دے دیا تھا اور اسے ہدایات کی تھیں کہ رجسٹریشن آفس سے اس کے بارے میں مجھے مکمل تفصیلات مہیا کرے۔ جب میں ہیڈ کوارٹر پہنچا تو سب انسپکٹر زیدی آ چکا تھا اور کسی اور کے آفس میں جا کر بیٹھا ہوا تھا، میں نے اپنے اردلی سے کہا جس نے مجھے ایس آئی زیدی کی آمد کے بارے میں بتایا تھا۔

''اور کوئی خاص بات تو نہیں ...... کوئی فون تو نہیں آیا میرے لئے ......؟''

''نہیں سر ......''

''ایس پی نظام اللہ صاحب کی طرف سے کوئی طلبی نہیں ہوئی ......؟''

''جی بالکل نہیں سر۔''

ٹھیک ہے تم میرے لئے چائے کا بندوبست کرو اور ساتھ ہی انسپکٹر زیدی کو بھی تلاش کر کے لاؤ۔''

''یس سر ......''

اردلی سلوٹ مار کر باہر نکل گیا۔ پھر چائے اور ایس آئی زیدی ساتھ ہی آئے تھے ایس آئی زیدی نے مجھے سلوٹ کیا تو میں نے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''بیٹھو ...... تمہارے چہرے سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی اچھی معلومات لے کر آئے ہو۔''

''شکریہ جناب۔'' ایس آئی زیدی پر ادب انداز میں بیٹھ گیا پھر بولا۔

''مجھے جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان کے تحت ندرت داؤد کی ایک بہت گہری دوست تھی اس کے کالج کے زمانے کی دوست اس کے علاوہ ایک نوجوان لڑکے فیروز سے بھی اس کے تعلقات تھے اور ایک تفصیل معلوم ہوئی ہے وہ یہ کہ سیٹھ علی داؤد نے فیروز سے ندرت کی منگنی بھی کروا دی تھی یہ منگنی بڑی سادگی سے ہوئی تھی حالانکہ سیٹھ داؤد جیسا شخص اپنی بیٹی کی منگنی پر جتنا ہنگامہ کرتا کم تھا، بعد میں پتہ چلا منگنی ٹوٹ گئی ہے اور اس کی وجہ نہیں معلوم ہو سکی۔''

''ارے واہ! یہ تو واقعی کام کی باتیں ہیں ویسے یہ فیروز کون ہے؟''

"ابھی اس کے بارے میں مجھے پتہ نہیں چلا میں نے سوچا کہ آپ کو اس
اطلاع دے دوں اور آپ سے ہدایات لوں۔"
"وہ تو بہت ضروری ہے تمہیں اس کے متعلق معلومات مہیا کرنا ہوں گی ا
لڑکی کے بارے میں کچھ تفصیل معلوم ہوسکی......؟"
"نہیں سر صرف نام کی حد تک ،اس لڑکی کا نام جاوداں ہے لیکن میں بہت
اس کے بارے میں معلومات حاصل کرلوں گا ویسے سر حالات کچھ اس طرح پیچ
اختیار کرتے جاتے ہیں کہ اندازہ ہوتا ہے کہ خود سیٹھ داؤد کی اور اس کی بیٹی کی مو
قدرتی نہیں تھی کوئی چکر ہے لازمی طور پر کوئی چکر ہے ،کردار آہستہ آہستہ کھلتے
رہے ہیں اور یہ بات بالکل سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ کون ہے کہ جس نے ہاتھوں
پارسل اس طرح سے بھیجے ہیں اور اس کا مقصد کیا ہے بظاہر تو لگتا ہے کہ کوئی ایک
اسرار چھپی ہوئی شخصیت ہے جو پولیس کو ان اموات کی جانب متوجہ کرنا چاہتی
اور اس نے ہاتھوں کے یہ پارسل ایس پی صاحب کے نام بھیجے ہیں تاکہ وہ تف
کرائیں۔"
"ہاں مگر گھوما پھرا طریقہ ہے اچھا یہ تو بتاؤ کہ نیلے رنگ کی سوک کا رجسٹر
نمبر میں نے تمہیں دیا تھا ،کچھ معلومات حاصل ہوئیں اس کے بارے میں؟"
"جی سر پتہ چلا لیا ہے میں نے۔"
"کس کی گاڑی تھی وہ......؟" میں نے چونک کر پوچھا۔
"وہ گاڑی ڈاکٹر سبحان کے نام سے رجسٹرڈ ہے...... ڈاکٹر سبحان ایک
ہسپتال چلاتے ہیں......"
ایس آئی زیدی نے رواداری میں انکشاف کیا لیکن میرے ہاتھوں سے
کی پیالی چھوٹتے چھوٹتے بچی تھی میرے منہ سے متحیرانہ انداز میں نکلا۔
"ڈاکٹر سبحان......"

❀ ❀ ❀

صورتحال ایک دم بہت زیادہ دلچسپ ہوگئی تھی ،اب کئی کردار میرے سامنے
بکھر گئے تھے یہ موقع ملا تھا کہ ان میں اپنے مقصد کے لوگوں کو تلاش کرلوں۔ کئی
نئے نام علم میں آئے تھے اور اس وقت ایس آئی زیدی نے جو انکشاف کیا تھا وہ بڑا
ہی سنسنی خیز تھا وہ پہلا حملہ جس میں بمشکل تمام جان بچی تھی ،دوسرے میں پھر کوشش
کی گئی کاش میں اس وقت اس شخص کی کار کو دیکھ لیتا جو مجھ پر حملہ کرنے والے کو قتل
کر کے نکل گیا تھا ،ہوسکتا ہے وہ اسی نیلی سوک میں ہو لیکن وہاں بہت اندھیرا تھا
اور پھر بات ذرا غیر متوقع تھی اسی لئے میں اس سوک کو نہ دیکھ سکا بہر حال ایس آئی
زیدی کے اس انکشاف نے ذہن کے بہت سے خانے کھول دئے تھے فیروز جاوداں
ڈاکٹر محمود اعظم ، ڈاکٹر سبحان ، واہ ، پھر ایک اور کردار آیا یہ نرس اینجلا تھی جو مجھے اسی
وقت مشکوک معلوم ہوئی تھی جب اس نے مجھے نمرہ سے ملنے سے روک دیا تھا۔
بہر حال خاصی وسعت تھی اس کی کیس کی تفتیش کے سلسلے میں چنانچہ سب سے پہلے
میں نے ڈاکٹر سبحان کے بارے میں معلومات حاصل کیں ظاہر ہے ہم پولیس والے
ایک دوسرے سے بھی تعاون رکھتے ہیں کہیں کہیں عام انسانوں کی طرح ہمارے
اختلافات بھی ہو جاتے ہیں لیکن وہ سنگین نوعیت مشکل ہی سے اختیار کرتے ہیں۔
میں نے ڈاکٹر سبحان والے علاقے کے تھانے کی تفصیل معلوم کی اور وہاں جا پہنچا
ایس ایچ او جواد احمد ایک نوجوان اور سمارٹ آدمی تھا۔ میں اسے نہیں جانتا تھا مگر اس
نے مجھے فوراً ہی پہچان لیا۔
"ہیلو شاہ جی ،کیسے مزاج ہیں آپ کے معافی چاہتا ہوں آپ کو بحالی کی
مبارکباد دینے نہیں آسکا۔"
"شکریہ جواد صاحب ، اتفاق ہے کہ ہماری ملاقات پہلے نہیں ہوئی۔"

جی سر ویسے میں آپ کو ایک حوالہ دوں میں اور نادیہ صمدانی ایک دوسرے کے
کلاس فیلو رہ چکے ہیں میں نے بھی جرنلزم کیا تھا بس آ گیا پولیس کی فیلڈ میں نادیہ
سے کتنی ہی بار آپ کے بارے میں بات چیت ہوئی ہے۔"
"وہ بڑی ہی مہربان اور ہمدرد لڑکی ہے۔"
"بے حد ذہین بھی، آپ کی بہت عزت کرتی ہے خیر میرے لائق کوئی خدمت
ہو تو بتائیے۔"
ایک شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنی ہے۔"
"جی جی فرمائیے۔"
"یہاں اس کا ایک دماغی ہسپتال ہے، تمہارے علاقے میں"
"جی جی بالکل ایک صاحب حیثیت آدمی ہے اچھا خاصا ہسپتال چلتا ہے اس
کا، شادی شدہ ہے عمر پچاس کے لگ بھگ ہو گی اور کوئی اولاد نہیں ہے اس کی اتنی
معلومات تو مجھے معلوم ہیں۔"
"میرا خیال ہے کہ کسی علاقے کے ایس ایچ او کے پاس اتنی معلومات ہونا
بڑی بات ہے۔ واقعی میں متاثر ہوا۔ آپ کو اس کی اولاد کے بارے میں بھی معلوم
ہے۔" جواد ہنسنے لگا پھر اس نے کہا۔
"اب ویسے تو میرا علاقہ بہت بڑا ہے جناب، ظاہر ہے ہر شخص کے بارے
میں مجھے اتنی معلومات نہیں ہے وہ ذرا اہمیت کا حامل ہے۔"
کوئی ایسا واقعہ تو اس کی ذات سے منسوب نہیں جو اس کی شخصیت کو داغ دار
کرتا ہو۔"
"نہیں میرے علم میں کوئی ایسی بات نہیں۔"
"چلو ٹھیک ہے اچھا اجازت۔"
"بیٹھیے جناب کوئی خدمت؟"
"بس اتنا کافی ہے جواد تمہارا بے حد شکریہ، خاص طور سے اس تعاون کے
لئے۔" جواد نے مجھ سے مصافحہ کیا اور اس کے بعد میں وہاں سے واپس چل پڑا۔
اور اب میرے لئے ضروری تھا کہ میں مس انجلا سے دوبارہ ملاقات کروں اور اس

ے لئے لازمی بات تھی کہ سیٹھ داؤد کی کوٹھی پر پہنچا جائے۔ سیٹھ داؤد کی کوٹھی پر اس
ں میں نے خاص طور سے نرس انجلا کو طلب کیا تھا وہ معمول کے مطابق باہر آ گئی
ی اس نے مجھے خشک سی نظروں سے دیکھا اور بولی۔
"کیا آپ اب بھی مس نمرہ سے ملنے آئے ہیں؟"
"اگر میں اس کی فرمائش کروں تو؟"
ب بھی میں سخت اعتراض کروں گی اس لئے کہ صبح سے ان کی طبیعت مزید
راب ہے"
"ویسے میں تمہیں ایک بات بتاؤں انجلا، اگر کسی طرح نمرہ کی موت بھی واقع
گئی تو میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔"
"کیا کمال کرتے ہیں جناب آپ" نرس نے تیزی سے کہا تو میں بھی آؤٹ
ہو گیا۔
"میں تجھے ٹھوکریں مارتا ہوا پولیس سٹیشن لے جاؤں گا، سمجھتی کیا ہے خود کو کس
رح بات کر رہی ہے؟"
"نن...... نہیں جناب میں نے کوئی ایسی بات تو نہیں کہی، زبان سے غلطی ہو
گئی ہو تو معافی چاہتی ہوں۔"
"بیٹھو، مجھے تم سے کچھ معلومات درکار ہیں، نمرہ سے مجھے جب بھی ملنا ہو گا۔
م کیا سمجھتی ہو تم مجھے روک لو گی؟"
"سر بس میں۔"
"بکواس بند کرو مجھے یہ بتاؤ کہ ندرت کے دور کے ملازموں میں یہاں کون
کون ہے؟"
"نہیں سر، آپ یقین کیجئے نمرہ بی بی نے سیٹھ صاحب کے زمانے کے تمام
پرانے ملازموں کو نکال دیا تھا اور نئے ملازم رکھ لئے تھے۔" انجلا خشک ہونٹوں پر
زبان پھیر کر بولی۔
"پرانے ملازموں میں سے کسی ملازم کے بارے میں بتاؤ۔" میں نے کہا۔
"پرانے ملازموں میں ایک ملازم کو جانتی ہوں اس کا نام فضل تھا۔ اس نے

سیٹھ صاحب کی ملازمت چھوڑ کر کسی ہوٹل میں ملازمت کر لی ہے۔ یہ ہوٹل کہاں پر ہے" مگر صاحب ایک سوال میں بھی کرنا چاہتی ہوں تو کر سکتی ہوں آپ سے"

"ہاں بولو۔"

"آپ ان کے ملازموں کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

جواب دینا ضروری نہیں ہے، اب ایک بات مجھے اور خاص طور سے بتاؤ معلوم ہوا ہے کہ ندرت کی ایک خاص ملازمہ تھی۔" میں نے اندھیرے میں ایک چھوڑا، لیکن اس کا نتیجہ بہت اچھا نکلا۔ اینجلا کے چہرے پر نفرت کے آثار گئے۔

"جی صاحب تھی۔ مگر جو کچھ تھی گاڈ معاف کرے۔"

"کیوں خیریت؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"صاحب جی اس کا نام ثمینہ تھا۔ ملازمت سے نکالے جانے کے کچھ بعد مجھے ملی تو میں نے ہمدردی کے طور پر اس کو دوسری ملازمت دلانے کی بات ایک بڑے جنرل سٹور سے نکلی تھی اور اس کے ہاتھوں میں کئی پیکٹ تھے۔ میں اس وقت اس بارے میں نہیں پوچھا تھا لیکن اس نے اتراتے ہوئے کہا کہ اسے ملازمت کی ضرورت نہیں۔ میں حیران ہوئی میں نے اس کے حلیے پر غور ایسا لگا کہ اس کی شخصیت ہی بدل گئی ہے۔ اصل میں صاحب جی میں نے تو ہمدردی کی نگاہوں سے دیکھا تھا چنانچہ میرے دماغ میں وہی بات تھی کہ بیچاری بدر ماری ماری پھر رہی ہوگی، میں نے حیران ہو کر اس سے پوچھا کہ اسے ملا کی ضرورت کیوں نہیں ہے تو اس نے جواب دیا کہ میری تقدیر کھل گئی ہے۔ ص جی یہ تقدیر جیسے کھلی تھی مجھے اس کے بارے میں بھی معلوم ہو گیا ہے۔ اس ٹھیکیدار کو پکڑ لیا تھا۔ ٹھیکیدار پیسے والا آدمی تھا اب وہ اس کے دیئے ہو فلیٹ میں رہتی ہے۔ اس کے سارے اخراجات بھی ٹھیکیدار ہی اٹھاتا ہے۔"

"فلیٹ کا پتہ؟"

"ہاں جی، لکھ لیجئے فون نمبر بھی ہے اس کا میرے پاس" میں نے فلیٹ اور فون نمبر لکھے اور اس کے بعد اینجلا سے کہا۔

"اینجلا! اسے ملازمت سے کب نکالا گیا تھا۔"

وہ جناب ندرت بی بی کی موت کے دوسرے دن جبکہ دوسرے نوکروں کو اسی نکال دیا گیا تھا۔"

"کوئی وجہ بتائی گئی تھی؟"

نہیں جناب بلکہ نمرہ بی بی کچھ دن کے لئے باہر چلی گئی تھیں اور مکان بند کر تھا۔ نوکروں کو یہی کہا گیا تھا کہ اب ان کی ضرورت نہیں رہی ہے۔"

"گڈ، اچھا اب میں جو سوال کر رہا ہوں اینجلا براہِ کرم بہت سوچ کر اس کا اب دینا، تمہیں اتنی ساری معلومات کیسے حاصل ہو گئیں؟" اینجلا تھوڑی دیر تک ہچکچاتی رہی پھر بولی۔

"دیکھئے جناب آپ پولیس والے ہیں آپ نے میرے ساتھ بہت سخت رویہ اختیار کیا، غلطی میری ہی تھی بعد میں مجھے اس کا احساس ہو گیا۔ بات یہ ہے کہ میں بھی اسے کافی عرصے سے جانتی تھی بعد میں مجھے جو معلومات حاصل ہوئیں اس کے بارے میں وہ یہی تھیں کہ بڑے عیش و آرام سے زندگی گزار رہی ہے اور آپ جانتے ہیں جناب کہ ایک گھر میں کام کرنے والی ملازمہ اگر مالکن کی شکل میں نظر آئے تو ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ بس سمجھ لیجئے کہ عورت عورت کی ٹوہ میں رہتی ہے، میں اپنے ان الفاظ کی معافی چاہتی ہوں۔"

بہر حال تمہارا بہت شکریہ تم نے میری مدد کی لیکن میری سختی کے بعد جس کا اب مجھے افسوس ہو رہا ہے۔" میں نے کہا اور آخر کار وہاں سے باہر نکل آیا مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے میری تفتیش کی گاڑی بہت سے پہیوں پر چل رہی ہے اور تیز رفتاری سے آگے بڑھتی جا رہی ہے بہر حال ظاہر ہے اس کے بعد ثمینہ کا ٹریک تلاش کرنا تھا جس میں مجھے کچھ زیادہ دقت پیش نہیں آئی دلچسپ بات یہ تھی کہ اس کے فلیٹ کے باہر اس کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی جس پر لکھا ہوا تھا ثمینہ ناز، میں نے بیل کا بٹن دبایا تو کچھ سیکنڈ بعد ایک جوان عورت نے دروازہ کھولا۔

"کیا بات ہے۔" اس نے ناگواری سے سوال کیا۔

میں ایک ضروری کام سے ثمینہ ناز سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"کیا کام ہے۔"

تمہیں بتانا ضروری ہے تم میرے جسم پر وردی نہیں دیکھ رہی۔"

میں نے لہجہ کسی قدر خشک کرتے ہوئے کہا لیکن عورت اس لہجے سے متاثر نہیں ہوئی تھی، اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ کہہ رہی ہو کہ بہت سے دیکھے ہیں ایسے ورد والے۔ اچانک ہی میرے ذہن میں ایک خیال گزرا اور میں نے چونک کر اسے دیکھا اب میرے اندازے کی تصدیق ہو رہی تھی نا جانے کیوں مجھے شبہ ہوا کہ یہ ثمینہ ناز ہے یہ سوال میں نے اس سے کر ڈالا۔

"کیا تم ہی ثمینہ ہو؟"

"ہاں میں ہی ہوں مگر میں یہ نہیں سمجھتی کہ آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ ا کے اندر ذرا سی نرمی پیدا ہو گئی۔"

"کیا مجھے اندر آنے کے لئے نہیں کہو گی؟"

معافی چاہتی ہوں میرے ہاں کچھ مہمان آئے ہوئے ہیں۔ لیکن آپ مجھے از کم یہ تو بتایئے کہ آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

اصل میں مجھے ندرت داؤد کی موت کے بارے میں تم سے بہت سی معلوما حاصل کرنی ہیں۔ اسی لئے میں تمہارے پاس آیا ہوں۔

"مجھ سے بھلا کیا معلومات حاصل کریں گے آپ اور پھر یہ تو بہت پرانی با ہے اس کے علاوہ سیدھی سیدھی سی بات ہے کہ مریضہ کا انتقال ہو گیا جو دل تکلیف میں مبتلا تھی، میں بھلا اس سلسلے میں کیا کر سکتی ہوں اور بات بھی بہت پرا ہو گئی ہے۔"

"جی نہیں میڈم ثمینہ بات پرانی تو ہو گئی ہے لیکن اس سلسلے میں باقاعدہ پولیس کو تفتیش کرنے کی دعوت دی گئی ہے کسی نے کٹے ہوئے ہاتھوں کے دو پارسل پولیس کے افسر اعلیٰ کو بھیجے ہیں اب اس سلسلے میں ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ کٹے ہوئے ہا کس عورت کے ہیں اور اس سلسلے میں ہم ندرت داؤد کی موت کی تفتیش کر رہے ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ ندرت داؤد کی موت قدرتی ہوئی یا کوئی چکر ہے اور ا سلسلے میں تم سب سے بہتر گواہ ہو کیونکہ تم ندرت داؤد کی موت کے وقت وہیں مو

تھیں اور تم کافی عرصہ تک اس کی ملازمہ کی حیثیت سے اس کے ساتھ رہی ہو۔"

میری نگاہیں ثمینہ ناز کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اس کے چہرے کے رنگ بار بار بدل رہے تھے اور میں ان رنگوں سے کوئی نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کر رہا تھا پھر وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔

"پلیز اگر آپ رات کو نو بجے آجائیں تو میں آپ سے زیادہ تفصیل سے بات چیت کر سکوں گی۔"

"ٹھیک ہے رات، لیکن رات کو نو بجے آپ مجھے جو کچھ بتائیں گی بالکل سچ ہو گا۔"

"ہاں جو کچھ میں رات کو بتاؤں گی بالکل سچ ہو گا۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"او کے۔" میں واپسی کے لئے مڑ گیا البتہ یہ خیال دل میں ضرور تھا کہ ثمینہ نے رات کے نو بجے کا وقت کیوں مقرر کیا ہے جبکہ یہ کام وہ اسی وقت کر سکتی تھی، ممکن ہے واقعی اندر مہمان ہوں یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنی زبان کھولنے کے لئے کسی سے صلاح مشورہ کرنا چاہتی ہو لیکن وہ ایک بھرپور کردار تھا اور واقعی اگر نرس انجلا اگر اس سلسلے میں نشاندہی نہ کرتی تو یہ اہم کردار نظروں سے اوجھل رہتا میں نے پولیس جیپ سائڈ پر روکی اور وائرلس پر ایس آئی زیدی کو کال کیا۔

"یس سر۔"

"کہاں ہو اس وقت۔"

"سر، اپنی بائیک پر کیرولین اسٹریٹ کے چوراہے کے پاس ہوں' ارے واہ ایسے کرو جو جگہ میں پتہ بتا رہا ہوں وہاں پہنچ جاؤ'

"ٹھیک ہے دو منٹ میں پہنچ رہا ہوں، کیا آپ وہاں موجود ہیں ہاں ایس آئی زیدی اتفاق سے مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا میں سڑک کے دوسری طرف پیدل چلا گیا اور کھمبے کے پاس کھڑے ہو کر دور سے ثمینہ کے فلیٹ کی نگرانی کرنے لگا، تقریباً دو ہی منٹ بعد ایس آئی زیدی مجھ تک پہنچ گیا۔

"یس سر حکم۔"

کچھ نہیں تھوڑا سا انتظار کئے لیتے ہیں، میں تمہیں تفصیل بتاتا ہوں۔" میں نے
کہا اور اس کے بعد میں نے ثمینہ ناز سے اپنی ملاقات کے بارے میں تمام باتیں
اس کو بتا دیں یہ بھی بتا دیا کہ نرس اینجلا سے ثمینہ کے بارے میں معلومات حاصل
ہوئی ہیں اور مجھے خدشہ ہے کہ ثمینہ کو ندرت داؤد کی موت کے بارے میں مکمل
تفصیلات معلوم ہیں اس کے علاوہ اس نے چونکہ مجھے رات کے نو بجے کا وقت دیا
ہے اور اس میں ابھی دو گھنٹے باقی ہیں چنانچہ اس دوران وہ یا تو کسی سے مشورہ کرے
گی یا پھر ممکن ہے کوئی نیا چکر چلائے اصل میں وہی بات ہے زیدی کہ ہمیں ہر
پوائنٹ کو ذہن میں رکھنا پڑتا ہے کیوں نہیں سر بالکل ٹھیک کہتے ہیں آپ چنانچہ اب
ہمیں نو بجے تک اس کے فلیٹ کی نگرانی کرنی ہے اور دیکھنا ہے کہ وہ خود کسی سے
ملنے جاتی ہے یا کسی کو اپنے پاس بلاتی ہے اس مقصد کے لئے ہمیں فلیٹ کے قریب
ہی رہنا ہوگا میں سمجھتا ہوں تم یہاں رکو اور میں یہاں سے کچھ فاصلے پر نگرانی کرتا
ہوں کوئی اور مصروفیت تو نہیں ہے۔"

"بالکل نہیں سر میرے خیال میں اپنی بائیک اس بلڈنگ کی آڑ میں کھڑی کر
دیتا ہوں تاکہ فوراً ہی کسی کی نگاہ اس پر نہ پڑے۔" ایس آئی زیدی نے ایک طرف
اشارہ کرتے ہوئے کہا میں نے اس بلڈنگ کو دیکھا یہ جگہ بھی ایسی تھی جہاں سے ثمینہ
ناز کے فلیٹ کی نگرانی کی جا سکتی تھی بہر حال میں نے بھی پولیس جیپ کو وہاں سے
ہٹا دیا اور ایسی جگہ کھڑی کیا جہاں اس کے فلیٹ پر بھی نگاہ رہ سکے اور قرب و جوار
کے ماحول پر بھی۔ اس کے بعد میں بلڈنگ کے عقبی حصہ میں پہنچ گیا دیکھنا چاہتا تھا
کہ بلڈنگ کے عقبی حصہ میں کوئی راستہ ہے بھی یا نہیں پیچھے ایک بڑا احاطہ بے شک
تھا لیکن باہر جانے کے لئے ایک ہی گیٹ تھا چنانچہ مطمئن ہو کر اپنی گاڑی میں آ بیٹھا
پھر اس کے بعد اچانک ہی میرے ذہن کو ایک جھٹکا لگا اس کا مقصد ہے میں
راستہ پر جا رہا ہوں اور نرس اینجلا کی نشاندہی بڑی کارآمد ہوئی ہے میں نے اس نیلی
سوک کو دیکھا جس کے بارے میں پتہ چل گیا تھا کہ وہ ڈاکٹر سبحان کی ملکیت ہے
وہ ادھر ہی آ رہی تھی میں جلدی سے جیپ سے اتر کر ایک جگہ آڑ میں ہو گیا تاکہ
آدمی جو اس کار کو چلا کر لایا ہے مجھے دیکھ نا لے البتہ میں نے بڑے غور سے اس

شخص کو دیکھا تھا یہ ایک مکروہ شکل کا آدمی تھا بہت بڑے چہرے اور بہت بڑے
شانوں والا رنگ اس کا خاصا کالا تھا لیکن جسامت شانوں کی نسبت کسی قدر کم ہر
لحاظ سے وہ ایک بھدا آدمی تھا۔ میرے ذہن میں ایک خیال آیا مجھے کسی بھی طرح
ڈاکٹر سبحان کو دیکھ لینا چاہئے تھا اس وقت یہ جاننے میں آسانی ہوتی کیا یہی شخص
ڈاکٹر سبحان ہے بہر حال اب یہ ایک الگ بات ہو گئی تھی میں نے فوراً وائرلیس پر
ایس آئی زیدی سے رابطہ قائم کیا تو وہ جلدی سے بولا۔

"یس سر۔ میں نے بھی نیلی سوک دیکھ لی ہے چونکہ آپ نے مجھے اس کا نمبر
ٹریس کرنے کے لئے کہا تھا اس لئے میں فوراً ہی پہچان گیا۔"

"ہاں یہ وہی گاڑی ہے، یار زیدی ایک بات بتاؤ، کیا تم ڈاکٹر سبحان کو جانتے
ہو؟"

"نہیں سر بالکل نہیں۔"

"خیر ذرا اس پر نگاہ رکھو۔"

"میں نگاہ رکھے ہوئے ہوں سر۔ اس نے بلڈنگ کے بالکل پاس گاڑی کھڑی
کی ہے اب وہ دروازہ کھول کر باہر نکل رہا ہے کیا آپ اسے دیکھ رہے ہیں۔"

"ہاں میں نے جواب دیا میں نے دیکھا بھدی شکل کا وہ آدمی کار کا دروازہ
بند کر بلڈنگ کے دروازے کی جانب بڑھ رہا ہے پھر میں نے اسے سیڑھیاں چڑھتے
ہوئے دیکھا۔ وہ خاصی تیز رفتاری سے سیڑھیاں طے کرتا ہوا اوپر گم ہو گیا تھا۔ یہاں
سے ثمینہ ناز کے فلیٹ کا دروازہ نظر نہیں آتا تھا اس لئے مجبوری تھی کہ آگے کی بات
معلوم نہیں ہو پا رہی تھی۔ لیکن اسی نیلی سوک کا یہاں آنا اور اس شخص کا جلد بازی
میں اوپر جانا اس بات کی غمازی کرتا تھا کہ ممکن ہے ثمینہ ناز نے ہی اسے طلب کیا
ہو۔ میں نے وائرلیس پر کہا۔

"میرا خیال تھا کہ ثمینہ باہر جائے گی یا پھر کسی کو فون کرے گی۔ نجانے کیوں
میری چھٹی حس کہہ رہی ہے زیدی کہ وہ خود تو نہیں گئی البتہ اس نے اس شخص کو فون
کر کے یہاں بلایا ہے۔"

"اب کیا حکم ہے سر؟"

''نہیں، تھوڑا سا انتظار کرنا پڑے گا، دیکھتے ہیں اس کے بعد یہ شخص کیا کر
ہے؟'' پندرہ بیس منٹ کے بعد فلیٹ کا دروازہ کھلا اور وہی آدمی باہر نکلا۔ گیٹ پر
کر وہ اپنی کار میں بیٹھا اور روانہ ہو گیا۔

''جی سر کیا حکم ہے؟'' زیدی نے کہا۔ میں نے ایک لمحے تک سوچا فوراً ذ
میں یہ خیال گزرا کہ زیدی کو اس کے پیچھے روانہ کر دوں اور دیکھوں کہ وہ کہاں جا
ہے لیکن چونکہ ڈاکٹر سبحان کی کار ٹریس ہو چکی تھی اس لئے میں نے یہ ضروری نہیں
سمجھا، میں نے اس سے کہا۔

''آؤ تم میرے پاس آ جاؤ، مین گیٹ تک چلتے ہیں۔ تم باہر انتظار کرنا اور میں
فلیٹ میں جاؤں گا۔'' زیدی نے اپنی بائیک اسٹارٹ کی اور گیٹ سے چند گز کے
فاصلے پر اپنی موٹر سائیکل روک لی۔ میں ثمینہ ناز کے فلیٹ کی جانب چل پڑا۔ کال
بیل کا بٹن دبا کر میں انتظار کرتا رہا لیکن کوئی ردعمل نہیں ہوا، نجانے کیوں میرا ماتھا
ٹھنکا۔ میں نے دوبارہ گھنٹی بجائی لیکن فلیٹ میں اب بھی مکمل خاموشی ہی طاری رہی
تھی۔ تب میں نے دروازے کو تھوڑا سا دھکا دیا، دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اب اندر داخل
ہوئے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔ میں نے اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑائیں۔ راہداری
سنسان پڑی ہوئی تھی۔ آس پاس بھی کوئی موجود نہیں تھا۔ ویسے بھی ظاہر ہے پولیس
کا کام پولیس جانتی ہے چنانچہ میں اندر داخل ہو گیا۔

فلیٹ کافی خوشنما تھا۔ اس میں چار بیڈ روم تھے، ایک کشادہ ٹی وی لاؤنج تھا
جس میں بہت ہی خوبصورت قالین بچھا ہوا تھا۔ بہت عمدہ فرنیچر تھا۔ سامنے بڑ
بڑے اسکرین والا ٹی وی رکھا ہوا تھا۔ فلیٹ میں ایک پُراسرار خاموشی طاری تھی۔ میں
نے کمروں پر نگاہ ڈالی تو صرف ایک کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا نظر آیا۔ فطری
طور پر مجھے اس دروازے کی جانب بڑھنا چاہئے تھا، چنانچہ میں تیزی سے آگے بڑھا
اور دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ اندر تیز روشنی جل رہی تھی اور بالکل سامنے ثمینہ
ناز موجود تھی۔

''اوہ میرے خدا! اس کا مطلب ہے کہ کام ہو گیا۔'' میں نے ثمینہ کو دیکھا۔ وہ
پلنگ پر اس طرح پڑی ہوئی تھی کہ ٹانگیں نیچے لٹک رہی تھیں۔ بلاؤز پشت پر سے

پھٹا ہوا تھا۔ گردن کے گرد ایک نیلے رنگ کا رومال بندھا ہوا تھا اور آنکھیں اپنے
حلقوں سے باہر ابلی ہوئی تھیں، چہرے کا رنگ ہلکا نیلا ہو چکا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا
جیسے جان نکلتے ہوئے اسے بہت زیادہ اذیت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس نے اپنے
بچاؤ کے لئے وہ سب کچھ کیا ہو گا جو اس کے بس میں ہو گا لیکن نہ بچ سکی۔ میں نے
ایک ٹھنڈی سانس لی۔ ثمینہ کو اپنے عمل کا خود ہی خمیازہ بھگتنا پڑا تھا۔ بہرحال ایک
پولیس آفیسر کی حیثیت سے اب میرے اوپر دوسری ذمے داریاں عائد ہو جاتی
تھیں۔ چنانچہ میں باہر نکلا اور ایس آئی کے پاس پہنچ گیا جو مستعدانہ طور پر میرا انتظار
کر رہا تھا۔

''جی سر!''

''اسے قتل کر دیا گیا۔''

''کیا؟''

''ہاں...... اور اس کے علاوہ اور کوئی بات سوچی ہی نہیں جا سکتی کہ اسے اسی
شخص نے قتل کیا جو نیلی سوک میں یہاں آیا تھا۔''

''اوہ مائی گاڈ...... پھر؟''

''کچھ نہیں، ضابطے کی کارروائیاں کرنا ہوں گی۔ اس علاقے کے تھانہ انچارج
کو اطلاع دو۔ کون ہے اس علاقے میں؟

''سر میں نہیں جانتا۔''

بہرحال میں اور ایس آئی زیدی سیدھے علاقے کے تھانے میں پہنچے اور یہاں
ہمیں ذرا مختلف قسم کے رویے کا سامنا کرنا پڑا۔ تھانہ انچارج کے کمرے میں مقامی
علاقے کے ایس پی فیاض بیگ بیٹھے ہوئے تھے، بیگ صاحب کو میں جانتا تھا، بلکہ
ایک دفعہ جب وہ ڈی ایس پی تھے اور میں ایک علاقے کا ایس ایچ او تو میری ان
سے شدید جھڑپ بھی ہوئی تھی۔ انہوں نے مجھے ناخوشگوار نگاہوں سے دیکھا۔ میں
نے انہیں سیلوٹ کیا تو انہوں نے کہا۔

''کیسے آنا ہوا؟'' انداز میں بڑی کرختگی اور ناخوشگواری تھی۔ میں نے کہا۔

''میں ایک کیس کے سلسلے میں ایک لڑکی کے بارے میں تفتیش کر رہا تھا۔ جب

میں اس لڑکی سے ملا تو اس نے کہا کہ اس کے پاس کچھ مہمان بیٹھے ہوئے ہیں، مجھ سے ٹھیک نو بجے ملاقات کر سکتی ہے۔ لیکن اسے قتل کر دیا گیا۔

''کیا مطلب......نو تو اب بھی نہیں بجے ہیں۔''

''جی، میں اسے چھوڑ کر نہیں گیا تھا بلکہ کچھ مشکوک معاملات کی وجہ سے اس کی نگرانی کر رہا تھا۔

''اور آپ کی نگرانی میں اُسے قتل کر دیا گیا۔''

''کون لڑکی ہے وہ؟''

''ثمینہ ناز۔'' میں نے جواب دیا اور ایس پی صاحب اچھل پڑے۔

''ثمینہ ناز؟'' انہوں نے ایس ایچ او کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ایس ایچ او بھی، طرح چونکا ہوا نظر آ رہا تھا جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ یہ دونوں اسے اچھی طر جانتے ہیں۔ ایس پی فیاض بیگ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور اس کے بعد اس ایس ایچ او سے کہا۔

''چلو۔'' میں خود بھی ان کے ساتھ واپس جانے کے لئے پلٹا اور تیز تیز اٹھاتا ہوا ان کے پیچھے باہر نکل آیا۔

''تم جا سکتے ہو......ہم تمہیں طلب کریں گے۔''

''سر اگر اجازت ہو تو میں بھی ساتھ چلوں؟''

''اجازت نہیں ہے۔ جاؤ اور ہوشیار رہنا، تمہیں اس سلسلے میں تفصیلی جواب کرنا ہوگی۔'' فیاض بیگ صاحب نے جارحانہ انداز میں کہا اور پولیس جیپ میں کر اس طرف چل پڑا۔ ایس آئی زیدی اور میں تھانے کی عمارت سے باہر آئے۔ زیدی نے کہا۔

''یہ کیا ہوا سر......؟''

''بس یار مرضی کے مالک ہیں سب لوگ۔ جو جس کے ساتھ جیسا رویہ اخ کرے۔''

''یوں لگتا ہے سر جیسے ان کے دل میں آپ کے لئے کوئی برائی ہو۔''

''کس کے دل میں کس کے لئے کیا ہوتا ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔''

''تو پھر؟''

''آؤ واپس چلیں۔ کسی سے بلاوجہ کیا پنگا لینا۔'' اس کے بعد میں گھر ہی واپس آ گیا تھا۔ عالیہ جانتی تھی کہ ایک پولیس افسر کی مصروفیات کیا ہو سکتی ہیں۔ وہ میری واپسی کا تعین نہیں کر سکتی تھی اور نہ ہی جانے کے سلسلے میں یہ کہہ سکتی تھی کہ کب مجھے اٹھ کر جانا پڑ جائے۔ لیکن بہرحال جو وقت مجھے اس کے ساتھ ملتا تھا وہ میں اس کی دلجوئی میں گزارتا تھا۔ چنانچہ گھر پہنچنے کے بعد میں نے کچھ وقت کے لئے ساری الجھنیں ذہن سے جھٹک دیں۔ کاروبار اپنی جگہ گھر اپنی جگہ۔ میں نے عالیہ کو پیشکش کی کہ اگر وہ باہر کھانا کھانا چاہے تو ساتھ چلتے ہیں۔

''نہیں......میں نے بہت عمدہ کھانا پکایا ہے۔ آپ مجھے پہلے سے دعوت دیجئے گا، جب آپ کہیں گے تب چلوں گی۔''

''چلو ٹھیک ہے۔''

لیکن رات کو بستر پر میں سوچوں کے دھارے تبدیل نہیں کر سکا اور میرے ذہن میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے۔ پھر نجانے کب نیند آ گئی۔ دوسرا دن معمول کے مطابق تھا، ہیڈ کوارٹر پہنچا تو ایس پی صاحب موجود نہیں تھے۔ اپنے طور پر اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ کوئی سوا دس بجے کے قریب مجھے ایس پی فیاض بیگ کا فون موصول ہوا۔

''آپ میرے پاس آ جائیے۔ آپ سے بات کرنی ہے۔''

''جی سر، حاضر ہوتا ہوں۔''

میں تیار ہو کر چل پڑا اور پھر ایس پی صاحب کے دفتر پہنچ گیا۔ وسیع و عریض میز کے پیچھے ایس پی فیاض بیگ اپنے پُرخشونت چہرے کے ساتھ موجود تھا۔ اس کی عمر تقریباً پچاس سال اور جسم بھاری تھا۔ سر کے بال کھچڑی اور آنکھوں میں ذہانت کی چمک تھی۔ متعلقہ تھانے کا انچارج اور ڈی ایس پی بھی موجود تھے۔ ایس پی فیاض بیگ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور بولا۔

''بیٹھ جاؤ......''

میں شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔

"ہاں کل میں نے تم سے تفصیل نہیں پوچھی تھی، مجھے بتاؤ کیا قصہ تھا اور تم ثمینہ ناز کے فلیٹ پر کیوں گئے تھے؟"

"سر! میں ایک کیس کی تفتیش کر رہا ہوں اس سلسلے میں ثمینہ ناز کا نام سامنے آیا۔ ظاہر ہے مجھے وہاں پہنچنا تھا۔"

"کیا کیس تھا...... ایک پولیس آفیسر کی حیثیت سے میں تم سے سوال کر رہا ہوں۔"

"سر ایس پی نظام اللہ صاحب کو کٹے ہوئے ہاتھوں کے دو پارسل موصول ہوئے تھے اور وہ ان کے بارے میں تفتیش کر رہے تھے۔ تفتیش کرتے کرتے ہمیں ندرت داؤد کی موت کے واقعے تک پہنچنا پڑا اور اس کے بعد مزید تفتیش کے دوران ثمینہ ناز کا نام سامنے آیا۔"

"میں کہتا ہوں کہ تمہیں ندرت داؤد کی موت کی تحقیقات کرنے کے اختیارات کس نے دیئے تھے؟"

"عرض کیا نا سر میں ہیڈ کوارٹر میں تعینات ہوں اس وقت۔"

"جی ہاں...... مجھے معلوم ہے، اپنی حرکتوں کی بناء پر آپ معطل کئے گئے تھے اور اس کے بعد غالباً کہیں سے جیک لگا کر آپ اپنی ملازمت پر بحال ہو گئے، یہی بات ہے نا؟"

"سر آپ سمجھتے ہیں تو ٹھیک ہے، یہی بات سہی۔ ویسے مجھے یہ کیس ایس پی صاحب ہی نے دیا تھا اور جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا کہ وہ کٹے ہوئے ہاتھوں کا پارسل نظام اللہ صاحب کو ملا، انہوں نے مجھے طلب فرما کر حکم دیا کہ میں اس معاملے کی تحقیقات کروں کہ یہ دونوں ہاتھ کسی زندہ عورت کے ہیں یا مُردہ کے؟ اور کس نے اور کن حالات میں ان ہاتھوں کو ان کے پاس بھیجا ہے۔ اسی تفتیش کے دوران مجھے علم ہوا کہ سیٹھ داؤد کی ایک لڑکی ندرت داؤد کی موت حال ہی میں واقع ہوئی ہے اور اس کی موت مشتبہ حالات میں ہوئی ہے۔ لہٰذا میں نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ ندرت داؤد کی موت کے پس پردہ کیا واقعات ہیں اس کی سابقہ ملازمہ سے پوچھ گچھ کی اور اسی پوچھ گچھ کے نتیجے میں میں ثمینہ ناز تک پہنچا جو ندرت داؤد کی خاص

ملازمہ تھی۔"

ایس پی فیاض صاحب کا لہجہ طنز آمیز ہو گیا۔ "واہ...... تم تو شرلاک ہومز کے بھی کان کاٹ رہے ہو۔ تمہاری کارگزاری اور اہلیت واقعی قابل دید ہے۔" انہوں نے کہا اور پھر سگریٹ کے پیکٹ سے ایک سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبائی۔ ڈی ایس پی نے فوراً آگے بڑھ کر لائٹر سے ان کی سگریٹ سلگائی اور وہ دیر تک گاڑھے گاڑھے کش لے کر دھواں چھوڑتے رہے۔ میں ان کے سامنے اس طرح بیٹھا ہوا تھا جیسے ثمینہ ناز کو میں نے ہی قتل کیا ہو۔ تقریباً آدھی سے زیادہ سگریٹ وہ خاموشی سے پیتے رہے اور میں گردن جھکائے ان کے سامنے مجرموں کی طرح بیٹھا رہا۔ یہی رویہ ہوتا ہے بعض اوقات بڑے افسران کا چھوٹے افسران کے ساتھ۔ تھوڑی دیر کے بعد فیاض بیگ صاحب نے کہا۔

"ہوں...... تو تم ندرت داؤد کی سابقہ ملازمہ سے ملنے گئے تھے تا کہ کوئی کام کی بات معلوم ہو سکے اور بقول تمہارے اس نے تمہیں رات کو نو بجے آنے کے لئے کہا تھا، لیکن تم وہیں رک کر اس کے فلیٹ کی نگرانی کرتے رہے اور اس دوران نیلی سوک کار میں ایک بھدی شکل کا آدمی آیا اور اس فلیٹ میں چلا گیا۔ وہ کچھ دیر اس فلیٹ میں رہا اور اس کے جانے کے بعد تم اس فلیٹ کے اندر گئے تو ثمینہ کی لاش نظر آئی۔ یہی بیان ہے نا تمہارا؟"

"جی سر...... بالکل یہی ہے۔" میں نے کہا۔

"اور تمہارا دعویٰ ہے کہ نیلے رنگ کی وہ سوک ڈاکٹر سبحان کی ہے؟"

"جی سر...... رجسٹریشن آفس نے یہی بتایا تھا کہ وہ کار ڈاکٹر سبحان کی ہے۔"

فیاض بیگ صاحب کی نگاہوں کا زاویہ ایس ایچ او کی طرف گھوم گیا۔ انہوں نے کہا۔

"ہاں تو تمہیں ڈاکٹر سبحان کی طرف سے رپورٹ ملی تھی کہ اس کی کار چوری ہو گئی ہے اور یہ وہی نیلے رنگ کی سوک کار تھی۔"

"جی سر......" ایس ایچ او نے بڑے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

"سکندر شاہ صاحب!" ایس پی نے میری طرف رخ کر کے کہا۔ "اگر تمہارے دماغ میں کسی قسم کا فتور ہے تو اسے ذہن سے نکال دو اور سن لو کہ ڈاکٹر

سبحان انتہائی معزز قسم کے شہری ہیں، میں نہیں چاہتا کہ تم یا تم جیسا کوئی اور شخص انہیں خواہ مخواہ پریشان کرے۔ میری بات سمجھ گئے؟ اگر ڈاکٹر سبحان کی طرف سے کوئی شکایت تمہارے خلاف ملی تو تم اپنے انجام کا انتظار کرو گے۔ پچھلی بار تو جس طرح بھی تم بحال ہوئے، ہو گئے۔ لیکن اس کے بعد تم شاید ایسا نہ کر سکو۔ سمجھ گئے؟"

"جی سر......" میں نے مدھم لہجے میں کہا۔ حالانکہ میرا خون کھول گیا تھا، لیکن افسرِ اعلیٰ کا احترام قانون تھا۔ ایس پی صاحب نے سگریٹ کا ایک طویل کش لگایا اور سارا دھواں میرے چہرے پر چھوڑتے ہوئے نتھنے پھلا کر بولے۔

"میں تم جیسے لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہوں سمجھے۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تم کس قدر گہرائی میں ہو۔ مجھے پتہ ہے کہ تم مصیبتیں کھڑی کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتے۔ لیکن میں تمہاری اس بار کی کوششوں کو کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ ہر شخص کی ایک عزت ہوتی ہے، احترام ہوتا ہے۔ کھلانہ صاحب نے تمہارے ساتھ جو کچھ کیا بہت اچھا کیا۔ تم لوگوں کے ساتھ یہی ہونا چاہئے۔ لیکن ایک بات میں تمہیں بتاؤں اس بار صورت حال بالکل مختلف ہو گی چونکہ میں تمہیں منع کر رہا ہوں، وہ لڑکی ندرت داؤد مر چکی ہے۔ داؤد فیملی کے بارے میں جانتے ہو کہ وہ کس حیثیت کی حامل ہے۔ پہلے تجربے سے فائدہ اٹھاؤ اور خبردار تم نے اگر اس فیملی کے کسی شخص کو پریشان کیا۔ جیسے میں ندرت داؤد کی چھوٹی بہن نمرہ داؤد کی طرف اشارہ کر رہا ہوں۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر کوئی بلیک میلر اسے تنگ کر رہا ہے تو اسے اس علاقے کی پولیس کی مدد حاصل کرنی چاہئے۔ ٹھیک ہے اگر تمہارے افسرِ اعلیٰ نے تمہارے سپرد کوئی کام کیا ہے تو قانون کی حدود میں رہ کر اسے پورا کرو۔ دوسروں کے معاملے میں ٹانگ مت اڑاؤ۔ اس علاقے میں تمہیں کام کرنے کی اجازت تو نہیں ہے اگر اصولی طور پر تمہیں ثمینہ ناز کے بارے میں کوئی شبہ تھا تو تمہیں سیدھا یہاں آنا چاہئے تھا۔ ایس ایچ او سے ملنا چاہئے تھا۔ اس کے تعاون سے ثمینہ ناز تک جانا چاہئے تھا۔ لیکن تم انٹرنیشنل بننے کی کوششوں میں مصروف ہو۔ میری بات اگر تمہاری سمجھ میں نہیں آئی تو پھر میرا خیال ہے تمہیں سمجھانے کے لئے دوسرا طریقہ کار

اختیار کرنا پڑے گا۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات؟"

"جی سر...... کوشش کر رہا ہوں۔" میں نے بمشکل تمام اپنے الفاظ پر کنٹرول قائم کیا تھا حالانکہ اب میرا ہیجان بڑھتا جا رہا تھا۔ میں جواب تو دینا چاہتا تھا فیاض بیگ صاحب کو مگر ڈسپلن مانع تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس طرح کے افسران ہی محکمہ پولیس کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں۔ وہ عام طور سے ہیڈ کوارٹر سے مخاصمت رکھتے ہیں، اگر کسی تھانے کی حدود میں جوا، سٹہ یا عصمت فروشی کا اڈا پکڑا جاتا ہے تو اس تھانے کا ایس ایچ او ہیڈ کوارٹر کے افسر سے خواہ مخواہ ناراض ہو جاتا ہے کیونکہ مقامی افسر انچارج کے ایماء سے ہونے والا جرم جس سے اس کی مالی منفعت ہوتی ہو وہ بھلا کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ ہیڈ کوارٹر اس کے رنگ میں بھنگ ڈالے۔ میں جانتا تھا کہ اس وقت مجھے بھی اسی قسم کے حالات سے واسطہ پڑا ہے۔ لیکن اس بات سے میرے شک کو اور تقویت ملی۔ ایس پی فیاض بیگ صاحب کا مجھے ڈانٹنا بے مقصد نہیں تھا۔ اس کے پس پردہ بھی کوئی راز تھا، اس کے علاوہ مجھے معلوم تھا کہ کچھ عرصہ پہلے نمرہ کی کار کے نیچے آ کر ایک آدمی ہلاک ہو گیا تھا۔ ظاہر ہے اس واقعے کو دبانے کے لئے سیٹھ داؤد نے کیا کیا کچھ نہ کیا ہو گا۔

"جا سکتے ہو......" انہوں نے کہا اور میں نے کھڑے ہو کر ایس پی صاحب کو سلوٹ کیا۔ میں نے دیکھا کہ ایس آئی زیدی ایس آئی اکرام سے باتیں کر رہا ہے۔ دونوں گہرے دوست تھے اور ایس آئی اکرام اسی علاقے میں تعینات تھا۔ اس نے مجھے سیلوٹ کیا اور بولا۔

"آیئے سر! ہمارے ساتھ ایک کپ چائے پیجئے۔"

میں نے ایس آئی اکرام کو دیکھا تو زیدی نے کہا۔

"سر اکرام میرا بہت اچھا دوست ہے، آپ کی بڑی عزت کرتا ہے۔ آیئے۔"

ہم دونوں اکرام کے ساتھ اس کے دفتر میں داخل ہو گئے تو اکرام نے اپنے ہاتھوں سے ہمارے لئے کرسیاں گھسیٹیں اور بولا۔

"بیٹھئے، مجھے اندر کے حالات کا اندازہ ہے۔ فیاض بیگ صاحب اور ہمارے ایس ایچ او صاحب کی بڑی ملی بھگت ہے اور آپ کے بارے میں وہ خاصے تلخ

خیالات کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔"

"مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ کیونکہ جو واقعات پیش آئے ہیں وہ تو ہیں ہی، لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ یہ ڈاکٹر سبحان اور ایس پی فیاض بیگ کا کیا گھپلا ہے۔ میرا خیال ہے کوئی لمبی کہانی چل رہی ہے۔" اکرام نے چائے طلب کی اور بڑے احترام سے ہم دونوں کو پیش کی پھر بولا۔

"جی ہاں بالکل، ڈاکٹر سبحان فیاض صاحب کا بہترین دوست ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کلینک اور دماغی امراض کے ہسپتال کی آڑ میں کوئی اور چکر چلا ہوا ہے۔ بس بات ذرا غلط ہو جاتی ہے ورنہ میں آپ کو بتاتا کہ ڈاکٹر سبحان صاحب کیسے بڑے بڑے تحائف فیاض بیگ صاحب کو پیش کرتے ہیں، جن میں ایک اعلیٰ درجے کی مرسڈیز بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور اطلاع بھی آپ کے لئے کارآمد ثابت ہو گی۔ وہ یہ کہ نمرہ داؤد فیاض صاحب کے لڑکے کی تعلیم کا سارا خرچ برداشت کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ ان کے بے شمار بل سیٹھ داؤد کی بیٹی ہی ادا کرتی ہے۔ اب آپ خود ہی اندازہ کیجئے کہ ان حالات میں فیاض بیگ صاحب ڈاکٹر سبحان یا نمرہ داؤد کو کسی پریشانی میں کیسے مبتلا دیکھ سکتے ہیں؟" میں نے حیران نگاہوں سے اکرام کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یار اکرام، تم نے مجھے یہ ساری تفصیل بتانے کا خطرہ کیوں مول لیا ہے؟"

"اس لئے سر کہ میں اس تھانے کے قابل نہیں ہوں۔ میرا تبادلہ تھانہ نثار پور ہو رہا ہے اور مجھے اب پرواہ نہیں ہے۔"

"واہ، اچھا یہ بتاؤ کیا واقعی ڈاکٹر سبحان نے اپنی گاڑی کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی ہے؟"

"ہاں بالکل...... اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے ثمینہ ناز کے سلسلے میں ان لوگوں نے کام شروع کر دیا ہے؟"

"ظاہر ہے سر، اس کا قتل ہمارے علاقے میں ہوا ہے، ویسے ابھی تک آپ کا نام درمیان میں نہیں لایا گیا۔ پتہ نہیں فیاض بیگ صاحب اس سلسلے میں کیا سوچ

رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے اکرام، تمہارا بے حد شکریہ۔ تم نے بڑے جرأت مندانہ طریقے سے ان واقعات پر روشنی ڈالی ہے۔"

"البتہ سر ایک درخواست ضرور کروں گا۔ اس روشنی کو اگر چھپا رہنے دیں تو بہتر ہے۔ میں کوئی نئی دشمنی مول نہیں لینا چاہتا۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ ہر جگہ کچھ نہ کچھ ہوتا ہی ہے۔"

"فکر نہ کرو، میں پورا پورا خیال رکھوں گا۔" میں نے کہا اور پھر میں اور زیدی اکرام کے دفتر سے باہر نکل آئے۔ موجودہ حالات نے مجھے خاصا مشتعل کر دیا تھا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بڑے بڑے مگرمچھوں سے لڑنا عقل کی بات نہیں ہوتی۔ ایک کمزور شخص کو بلاوجہ مصیبتوں میں نہیں پڑنا چاہئے۔ دفعتہً ہی میرے ذہن میں نادیہ صمدانی آئی۔ ایس آئی زیدی کو رخصت کرنے کے بعد میں موبائل فون پر نادیہ صمدانی کو کال کرنے لگا اور میرا اس سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"کہاں ہو؟"

"عالم بالا میں۔"

"نیچے کب آؤ گی؟"

"دوپہر کا کھانا کھلا رہے ہو؟"

"پیٹو ہو پوری۔ آ جاؤ، کہاں کھاؤ گی؟"

"لارڈز زندہ باد۔" نادیہ صمدانی نے شوخ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ایک بجے۔"

"اوکے...... ادھر سے جواب ملا۔

میں نے کوشش کی تھی کہ کسی اور مسئلے میں نہ الجھنے پاؤں۔ نادیہ صمدانی ان لمحات میں میرے لئے اس گھنے چھاؤں والے درخت کی مانند ہوتی تھی جس کے نیچے دوپہر کی تپش میں ہلکان ہو کر آرام کرنے سے ایک نئی زندگی کا احساس ہو۔

وہ ایک بہت ہی خوبصورت اور موسم اور وقت کے لحاظ سے مکمل لباس میں لارڈز پہنچی تھی۔ میں اس سے پہلے ہی پہنچ گیا تھا اور اپنی پسند کی ایک میز منتخب کر کے

وہاں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر درحقیقت اسی کیفیت کا احساس ہوا
جسے میں بیان کر چکا ہوں۔ میں نے بڑے والہانہ انداز میں اس کا استقبال کیا تھا۔

"گھر سے آ رہی ہو؟"

"ہاں، کیوں؟"

"نہیں جس حلیے میں ہو اس سے یہ احساس ہوتا ہے۔"

"گڈ...... بہت غور سے دیکھ رہے ہو آج۔" اس نے کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے
کہا۔

"ہاں اپنے اور تمہارے رشتے پر غور کر رہا ہوں۔"

"کیا رشتہ ہے میرے اور تمہارے درمیان؟"

"چھاؤں والے درخت اور دھوپ میں تپتے ہوئے مسافر کا۔" میں نے جواب
دیا۔

"واہ، شاعری شروع کر دی۔ اپنی تازہ غزل مجھے دو، میں اسے اپنے اخبار م
شائع کروں گی۔"

"نہیں نادیہ، کچھ غزلیں کہہ کر اپنی ذات میں محفوظ کر لی جاتی ہیں۔ اشعار ک
بے حرمتی تو ایک ظالمانہ عمل ہے، سمجھنے والے تو ان کا مفہوم اپنی سمجھ کے مطابق ک
نکال سکتے ہیں۔"

"ارے ارے...... بڑے جذباتی ہو رہے ہو۔"

"جذبات اگر زندگی سے جدا ہو جائیں تو کیا انسان خود کو زندہ کہہ سکتا ہے؟"

"ایک بات کہوں، رشتے تو ایک زنجیر کی مانند ہوتے ہیں اور انسان رشتوں
قیدی بن کر بالکل ہی بے بس ہو جاتا ہے۔ چنانچہ رشتوں کی یہ قید قبول ہی کیوں
جائے۔ بس اب چھوڑو ان باتوں کو۔ اب ہم لوگ انسانوں کی طرح باتیں کریں۔
ساری سوچیں شاعروں کے لئے رہنے دو۔ رشتے صرف ایک قید ہوتے ہیں اس
علاوہ کچھ نہیں۔" میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا تو نادیہ نے کہا۔

"یار کھانا منگواؤ سخت بھوک لگ رہی ہے۔"

ویٹر جو تھوڑے فاصلے پر ہماری طلبی کے انتظار میں کھڑا ہوا تھا، میرے اشا

پاس ہی قریب آ گیا۔ اس نے پیڈ اور پنسل نکال لی تھی۔ پھر جب وہ آرڈر لے کر
چلا گیا تو نادیہ نے کہا۔

"ہوں...... تو ایس پی فیاض نے خاصی کھنچائی کر ڈالی ہے تمہاری۔" میں یہ
الفاظ سن کر بری طرح اچھل پڑا۔

"نہیں نہیں، اچھلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم جانتے ہو کہ ایک صحافی کی پہنچ کیا
ہوتی ہے۔ اصل میں سب سے بڑی خرابی یہی ہے کہ پولیس کرائم رپورٹر یا صحافی کی
حیثیت اور رتبے کو سمجھ ہی نہیں پائی۔ اگر پولیس یہ سمجھ لے کہ معاشرے اور زندگی کے
امور میں جس طرح پولیس کی ایک مرکزی حیثیت ہوتی ہے اتنی ہی ایک صحافی کی اگر
یہ دونوں مفاہمت کی ڈور میں بندھ جائیں تو یقین کرو ایک بہترین معاشرہ وجود میں
آئے۔ خیر ہر شخص اپنی اپنی نمائندگی کرتا ہے۔ مجھے خاصی حد تک ان معاملات کا علم
ہے، مگر میں سوچ رہی تھی کہ جب تک تم گرین سگنل نہیں دو گے میں اس بارے میں
کچھ نہیں لکھوں گی۔"

"اسی لئے تو کہہ رہا ہوں نادیہ کہ میرا اور تمہارا گٹھ جوڑ......"

"غلط...... غلط لفظ استعمال مت کرو۔ گٹھ جوڑ ایک بہت خراب لفظ ہے۔ اچھا
چھوڑو اب تم یہ بتاؤ کہ اس معاملے مین کہاں تک پہنچے؟"

"تمہیں کہاں تک کا علم ہے؟"

"ثمینہ ناز کی موت تک۔" اس نے جواب دیا اور میں حیرت سے آنکھیں پھاڑ
کر اسے دیکھنے لگا۔ ویٹر نے برتن لگانے شروع کر دیئے تھے۔ نادیہ صدانی مسکراتی
نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"میں تمہارا سایہ ہوں۔ سمجھے...... اور کس لئے ہوں جانتے ہو۔ اس لئے کہ ہم
دونوں رشتوں کی زنجیر میں نہیں بندھے ہوئے، دونوں آزاد ہیں۔"

"عجیب منطق ہے۔ لیکن واقعی سنجیدگی سے مجھے بتاؤ کہ تمہیں اس بارے میں
کیا کیا کچھ معلوم ہے؟"

"میں نے کہا نا میں خود بھی تمہارے ساتھ ساتھ ان معاملات میں ملوث رہی
ہوں۔ مجھے یہ پتہ ہے کہ تمہیں نرس اینجلا سے ثمینہ ناز نامی لڑکی کے بارے میں

معلومات حاصل ہوئی تھیں۔

"خدا کی قسم یہی بات میرے لئے سب سے زیادہ حیران کن ہے۔ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میں نے نرس اینجلا سے یہ معلومات حاصل کی تھیں۔"

"بس میں بھی نرس اینجلا سے ملی تھی اور یہ اندازہ لگا رہی تھی کہ تم کیسے راستوں پر جا رہے ہو۔ اس کے بعد مجھے یہ علم ہوا کہ ثمینہ ناز کو قتل کر دیا گیا۔ یہ اطلاع مجھے انسپکٹر اسحاق سے معلوم ہوئی۔

"انسپکٹر اسحاق؟"

"ہاں...... اسی علاقے کا ایس ایچ او جس علاقے کا ایس پی فیاض بیگ ہے۔"

"ہوں...... ویسے انسپکٹر اسحاق کس طرح کا آدمی ہے؟"

"بری طرح کا آدمی ہے۔ ظاہر ہے فیاض بیگ کا ماتحت ہے۔"

"تب تو صورت حال بڑی سنگین ہو جائے گی۔"

"س دوران میں تمہاری ساری کارروائیوں کو مانیٹر کرتی رہی ہوں اور یہ دیکھتی رہی ہوں کہ تم کون سے راستوں پر جا رہے ہو۔"

"نادیہ یقین کرو میں اسے جادوگری سمجھتا ہوں کیونکہ میں تو بڑی دماغی محنت کر کے ان لکیروں پر چل رہا ہوں اور تم یوں لگ رہا ہے جیسے فضا میں پرواز کرتی ہوئی۔"

"نہیں میں نے اصل بات بتا دی کہ تمہارا سایہ ہوں میں۔ جو کچھ تم کر رہے ہو، بس تمہارے پیچھے پیچھے چل کر۔"

"میں نہیں مانتا۔ کیا تم میرا تعاقب کرتی رہی ہو؟"

"تعاقب تو نہیں، لیکن بس تھوڑے سے راستے میں نے بھی اپنائے ہیں۔"

"بڑا تجسس پیدا کر دیا ہے تم نے میرے دل میں۔ اچھا یہ بتاؤ تمہیں اس شخص کے بارے میں معلوم ہے جس نے ثمینہ کو قتل کیا؟"

"نہیں۔"

"اوہ اچھا، وہ میں تفصیل تمہیں بتائے دیتا ہوں۔" میں نے کہا اور نادیہ صمدانی

گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ دیر تک سوچتی رہی، پھر بولی۔

"ذرا مجھے اس شخص کا حلیہ بتاؤ۔"

"ضرورت سے زیادہ بڑا چہرہ، اوپر کو بنائے ہوئے بال، چہرہ بہت مکروہ اور کالا، شانے بہت بڑے بڑے اور بدن ان کی نسبت کسی قدر بھدا۔"

"میں نہیں جانتی، ایسا کوئی شخص میری نگاہ سے نہیں گزرا۔"

"اس بات کا تمہیں علم ہے کہ ڈاکٹر سبحان نے اپنی کار کی چوری کی رپورٹ درج کرائی ہے؟"

"نہیں اس حد تک مجھے علم نہیں۔"

"جبکہ اسی کار میں وہ شخص ثمینہ ناز کے فلیٹ پر پہنچا تھا اور اسے اس نے قتل کیا تھا۔"

"ہوں...... ٹھیک، ایک کردار کو تم بھول رہے ہو اور اس پر تم نے ابھی تک کوئی کام نہیں کیا۔"

"کون؟"

"جاوداں، جو ندرت داؤد کی دوست تھی۔"

میرے ذہن میں پھر ایک چھناکہ سا ہوا۔ واقعی جاوداں ایک اہم کردار تھی لیکن الجھنوں میں پھنس کر میں جاوداں کا کردار بھول گیا تھا۔

❀ ❀ ❀

میں نے تعریفی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نادیہ صمدانی......"

"ہوں۔"

"نادیہ صمدانی۔" میری آواز میں جذبات کی لرزش تھی۔ اس نے مسکرا کر ویٹر کی طرف متوجہ کیا جو اپنے ساتھ ایک ہیلپر کو لگا کر ہمارے لئے کھانا لے آیا تھا۔ جب دونوں ویٹروں نے کھانا سرو کر دیا تو نادیہ نے کہا۔

"جب کھانا سامنے آجائے تو شیروں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑنا چاہیئے کھانے کے دوران دماغ پر زور دینا صحت خراب کرنے کے مترادف ہے چنانچہ میں نے اس کی ہدایت کے مطابق خاموشی سے کھانا ختم کیا تو نادیہ بھی کھانا ختم کر چکی تھی۔

"کافی۔" اس نے کہا اور ویٹر نے تھوڑی دیر کے بعد کافی سرو کی "اور اب ہم پہلے جاوداں کے پاس چلیں گے اور اس کے بعد میں تمہیں ایک اور جگہ لے جاؤں گی۔"

"کہاں؟"

"بتاؤں گی لیکن ابھی ذرا اس کے لئے تھوڑا سا وقت درکار ہے"

اوکے میں نے شانے ہلا کر کہا، کافی ختم کرنے کے بعد میں نے ویٹر سے بل طلب کر کیا اور وہ پرادب انداز میں بل لے آیا بل کے ساتھ میں نے اسے اچھی خاصی ٹپ دے دی تھی اور پھر ہم دونوں باہر نکل آئے۔ جاوداں کا پتہ میرے پاس محفوظ تھا چنانچہ تھوڑی دیر بعد ہم وہاں پہنچ گئے۔ جاوداں اچھی خوش شکل لڑکی تھی اور ہمیں دیکھ کر کسی قدر خوف زدہ سی ہو گئی تھی۔ نادیہ صمدانی نے کہا۔

"مس جاوداں، آپ کے چہرے پر ایک خوف سا پیدا ہو گیا ہے، سب سے پہلے

میں آپ کو یہ بتا دوں کہ تھوڑی سی معلومات درکار ہے آپ سے بس اس کے بعد آپ کو کسی بھی شکل میں تنگ نہیں کیا جائے گا۔"

"معلومات؟" جاوداں نے کہا۔

"جی"

"بتایئے کس سلسلے میں؟"

"آپ کی ایک دوست ندرت داؤد کے سلسلے میں۔" جاوداں کی آنکھوں میں غم کے آثار پیدا ہو گئے، پھر اس نے کہا۔

"وہ میری بہت اچھی دوست تھی، مجھے اس کی حرکت قلب بند ہونے کی خبر ملی تو مجھے سخت صدمہ ہی نہیں بلکہ انتہائی تعجب ہوا تھا چونکہ وہ ایک انتہائی تندرست اور بھاگ دوڑ کرنے والی لڑکی تھی، ہم لوگ کسی پارک میں نکل جاتے تو وہ دو گھنٹے تک پارک میں سیر کرتی تھی، جبکہ میں تو پندرہ منٹ بعد کسی بینچ پر بیٹھ جاتی تھی، آپ یقین کریں گے کہ وہ بہترین صحت کی مالک تھی، چنانچہ دل کی کسی بیماری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا میں کیا کہہ سکتی تھی اور کیا کر سکتی تھی اس سلسلے میں صبر کرنا پڑا، لیکن بہت اچھی دوست تھی میں اسے زندگی بھر نہیں بھول سکوں گی، اس کے مرنے کے بعد میری زندگی میں ایک خلاء سا پیدا ہو گیا ہے۔"

"ایسی کوئی اور بات مس جاوداں جو اس کی موت کی نشاندہی کر سکے، اصل میں ہم لوگ خود بھی اس خیال میں مبتلا ہیں کہ ندرت داؤد کی موت حرکت قلب بند ہونے سے نہیں ہوئی اچھا ایک بات آپ بتایئے آپ اس کی بہترین دوست تھیں یقیناً آپ کو مسٹر فیروز کے بارے میں بھی معلومات ہوں گی۔"

"ہاں میں اس سے ملی بھی ہوں اور میں نے ندرت داؤد سے کہا بھی تھا کہ فیروز اس کے معیار کا انسان نہیں، مگر وہ فیروز کو بہت چاہتی تھی، فیروز بھی اس سے بہت زیادہ محبت کا اظہار کرتا تھا جبکہ اچانک ہی دونوں جدا ہو گئے تھے۔"

"جدا ہو گئے تھے"

"ہاں سیٹھ داؤد کی موت کے ایک ہفتہ پہلے ان کے درمیان کوئی ایسی بات ہو گئی تھی کہ فیروز نے ندرت داؤد سے ملنا بند کر دیا تھا حالانکہ ان کی منگنی ہوئی تھی، لیکن یہ

بات مجھے ندرت نے ہی بتائی تھی کہ وہ منگنی ختم کر دی گئی ہے، میں نے اس سے پوچھا تھا اس کی کوئی خاص وجہ لیکن ندرت ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگئی تھی۔''

''گویا اس نے آپ کو فیروز سے روابط ختم ہو جانے کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں بتائی؟''

''ہاں، حالانکہ میں اس کی بہترین سہیلی تھی، لیکن اس نے ایک بار صرف ایک بار مجھے درد بھرے انداز میں کہا تھا کہ خدا کے لئے میں اس موضوع کو نہ چھیڑوں، وہ میری شکر گزار ہوگی۔''

''اس کے بعد اس نے خاموشی اختیار کر لی؟''

''ہاں''

''کیا حرکت قلب بند ہونے کی یہ وجہ نہیں ہوسکتی یعنی محبوب سے جدائی؟''

''خدا کی قسم میں یہ نہیں جانتی اور ویسے بھی ندرت بعد میں مجھے ملتی رہی تھی، تھوڑی سی کبیدہ خاطر تو تھی، لیکن یہ اندازہ نہیں تھا مجھے کہ وہ اندر سے اس قدر متاثر ہو گئی کہ اس کی موت واقع ہو جائے یا اسے ہارٹ اٹیک ہو جائے۔''

''ویسے ابھی آپ نے ایک بات اور کہی مس جادواں وہ یہ کہ آپ نے ندرت داؤد کو سمجھایا تھا کہ فیروز اس کے معیار کا آدمی نہیں ہے؟''

''ہاں۔ لیکن اس نے کوئی توجہ نہیں دی جب دو محبت کرنے والے یکجا ہو جاتے ہیں تو کسی دوسرے کی گنجائش نہیں ہوتی، ویسے وہ ایک خوش شکل جوان آدمی ہے کیا کرتا ہے کسی کو کچھ نہیں معلوم لیکن بڑے ٹھاٹھ باٹھ سے رہتا ہے، ایک پوش علاقے میں اس کا ایک خوبصورت سا بنگلہ ہے، ایک شاندار کار ہے، میں کبھی اس بنگلے میں گئی تو نہیں لیکن ندرت نے مجھے ایک بار دعوت دی تھی کہ میں ذرا فیروز کے بنگلے کو تو دیکھوں اس کی آرائش و زیبائش پر دل کھول کر دولت خرچ کی گئی ہے اور فیروز درحقیقت بڑا خوش ذوق ہے اس طرح کی بہت سی تعریفیں وہ کرتی رہتی تھی میرے سامنے۔''

''فیروز کے بنگلے کا پتہ۔'' میں نے سوال کیا اور جادواں نے یہ پتہ بھی بتا دیا۔

''بہت شکریہ جادواں اچھا ایک بات اور بتایئے، کوئی اور تو آپ تک یہ معلومات حاصل کرنے نہیں پہنچا؟''

''نہیں۔'' جادواں نے جواب دیا پھر بولی، میرے لئے کوئی الجھن تو پیدا نہیں ہو گی۔''

''آج کے بعد ہوسکتا ہے آپ سے ملاقات ہی نہ ہو اگر کوئی اہم مسئلہ درپیش نہ ہوا تو، اچھا خدا حافظ۔'' ہم دونوں وہاں سے نکل آئے تو نادیہ صمدانی نے کہا۔

''اب کیا پروگرام ہے؟''

''جیسا تم پسند کرو۔''

''آؤ رمضان شاہ سے ملتے ہیں۔''

''گڈ، یہ رمضان شاہ صاحب کون ہیں، تعویز گنڈے کرتے ہیں کیا؟''

''ہاں تمہارے لیئے ایک تعویز لینا ہے۔''

''وہ کس سلسلے میں؟''

''اس سلسلے میں کہ خدا تمہیں عقل دے۔''

''چلو ٹھیک ہے محکمہء پولیس کو اب تعویزوں کے دم پر ہی چلنا چاہیئے۔'' میں نے ہنس کر کہا نادیہ صمدانی مجھے راستہ بتاتی رہی، ہم ایک کچی آبادی میں داخل ہو گئے تھے نادیہ صمدانی نے گاڑی روکنے کے لیے کہا اور بولی۔

''اس علاقہ میں پولیس کی جیپ بہت سے لوگوں کے لئے سنسنی کا باعث بن سکتی ہے، اس لئے تم یہاں بیٹھو میں ابھی آتی ہوں۔''

''جا کہاں رہی ہو بھئی۔''

آتی ہوں نا ابھی، میں اسے گندے راستوں کو عبور کرتے ہوئے ایک گلی میں داخل ہوتے ہوئے دیکھتا رہا اور انتظار کرتا رہا، دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ نادیہ صمدانی ایک لڑکی ہے لیکن اس قدر فعال ہے واقعی صحافت کا معیار اتنا ہی عظیم ہونا چاہیئے تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آئی تو اس کے ساتھ ایک چوڑے شانوں والا لمبا تڑنگا آدمی تھا، لیکن وہ اس قدر نیاز مندی سے نادیہ صمدانی سے دو قدم پیچھے چل رہا تھا جیسے وہ اس کی بڑی عزت کرتا ہو غالباً یہی رمضان شاہ تھا۔ نادیہ صمدانی اسے لئے ہوئے جیپ کے پاس پہنچ گئی، رمضان شاہ نے مجھے سلام کیا تھا۔

''وعلیکم السلام۔'' میں نے جواب دیا۔

آؤ رمضان شاہ بیٹھو۔"

"اگر کہیں جانا نہیں ہے بی بی صاحب تو مجھے کھڑا رہنے دیجئے، آپ کے برابر بیٹھنے کی جرأت نہیں کر سکتا میں۔"

کوئی دیکھے گا تو خاص طور سے غور کرے گا کہ تم پولیس کے مخبر ہو۔"

"کہنے والے تو ہزاروں باتیں کہتے ہیں بی بی صاحب آپ کو جو کچھ مجھ سے معلوم کرنا ہے کیجئے اور فکر مت کیجئے یہ رمضان شاہ کی بستی ہے، سبھی عزت کرتے ہیں اور ہم بھی سبھی کی خدمت کرتے ہیں۔"

"سکندر شاہ! رمضان شاہ کو یوں سمجھ لیجئے کہ جرائم کی دنیا کا انسائیکلوپیڈیا ہے ان سے بعد میں بھی مل سکتے ہو، یہ تمھارے ساتھ بھرپور تعاون کریں گے، انہیں انڈرورلڈ کے لوگوں کے بارے میں بھی تفصیلی معلومات حاصل ہیں اور جتنے جرائم ہوتے ہیں یا جتنے جرائم پیشہ لوگ ہیں ان کے بارے میں بھی یہ تفصیلی رپورٹ تیار کرتے رہتے ہیں یہی ان کا کام ہے، اب انہیں اس شخص کا حلیہ بتاؤ جو تمہارے خیال میں ثمینہ ناز کا قاتل ہو سکتا ہے۔"

"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے شاہ جی ضروری کاموں کے لیے آپ کے پاس آیا جا سکتا ہے۔"

"سر آنکھوں پر سر جی، سر آنکھوں پر، بتایئے۔"

"بس یہ سمجھ لیجئے وہ شخص جو میرا مطلوب ہے، غیر معمولی طور پر بڑا چہرہ رکھتا ہے، کالا رنگ ہے اس کا، گہرے کالے بال ہیں، جس کی وجہ سے اس کا چہرہ اور زیادہ خوفناک لگتا ہے کندھے چوڑے ہیں مگر جسم کندھوں کی نسبت زیادہ چوڑا نہیں ہے، ناک پچکی ہوئی ہے اور دایاں کان پیچھے کی طرف خم کھائے ہوئے ہے۔ چہرے سے بہت مکروہ نظر آتا ہے۔"

"ٹنکونا ٹنکونا ٹنکونا۔" رمضان شاہ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ہاں آپ یہی کہہ سکتے ہیں۔"

"کہہ نہیں سکتے جی وہ ہے ہی ٹنکونا، اور جو حلیہ آپ نے بتایا ہے وہ ٹنکونا کے علاوہ کسی کا نہیں ہو سکتا۔"

"تو بتایئے یہ ٹنکونا کون ہے؟"

"اس کا نام ملتانے ہے اور وہ بہت خطرناک آدمی ہے، ڈاکٹر سبحان کے ہسپتال میں نوکری کرتا ہے۔ ایک بار ڈالر کے جرم میں پانچ سال قید کاٹ کر آیا ہے اور اب ڈاکٹر سبحان نے اسے اپنا ملازم رکھ لیا ہے۔ نیلے رنگ کی سوک گاڑی چلاتا ہے اور بس۔" میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے رمضان شاہ کو دیکھتا رہا، یہ آدمی ہے یا واقعی انسائیکلوپیڈیا اس نے جو باتیں بتائی تھیں وہ سو فیصد درست تھیں میں آنکھیں بند کر کے گردن ہلانے لگا پھر میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے رمضان شاہ، آپ نے جو بتایا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے"

"ہمارے لئے کوئی اور حکم صاحب جی؟" رمضان شاہ نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"نہیں بس۔" نادیہ صمدانی نے جیب سے ایک ہزار روپے کا نوٹ نکال کر رمضان شاہ کو دیا تو رمضان شاہ نے نیازمندی کے انداز میں کہا۔

"ارے نہیں بی بی صاحب آپ سے پیسے لیں گے۔"

"لے لیجئے رمضان شاہ ظاہر ہے ضرورت تو ہر شخص کو ہوتی ہے" رمضان شاہ نے نوٹ جیب میں رکھ لیا۔

"اچھا پھر خدا حافظ۔"

"خدا حافظ۔" رمضان شاہ کہہ کر چلا گیا نادیہ جیپ میں میرے برابر آ کر بیٹھ گئی۔

"مطمئن ہو؟"

"ہاں بہت زیادہ بڑی زبردست بات معلوم ہوئی ہے، ٹنکونا ڈاکٹر سبحان کا ڈرائیور ہے۔"

"ہاں، اب تو پتہ چل ہی گیا ہے، کیا خیال ہے ہاتھ ڈالو گے اس پر؟"

"نادیہ اس سلسلے میں بھی تم ہی مشورہ دو۔" میں نے جیپ سٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب، تم نے اسے ثمینہ ناز کے فلیٹ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور پھر اس کے واپس آنے کے بعد تمہیں ثمینہ ناز کی لاش ملی ہے اور تم اس سلسلے میں کام کر رہے ہو۔ اب اگر تم ایس پی فیاض بیگ سے خوف زدہ ہو تو میرا خیال ہے ہونا نہیں

چاہیئے۔ یا پھر تم نظام اللہ سے بات کرلو اور اگر یہ بھی نہیں تو مجھے بتاؤ میں کر لیتی ہوں۔''

''کیوں ذلیل کراؤ گی، نظام اللہ صاحب بھی سوچیں گے کہ میں خود کام کرتا ہوں یا میرے لیئے ہر کام تم کرتی ہو۔''

''تمہاری مرضی، جیسا تم پسند کرو۔'' نادیہ صمدانی نے اتنا ہی کہا تھا کہ اچانک ہی دو دھماکے ہوئے اور اس کے ساتھ ہی جیپ لہرا گئی، پھر تیسرا دھماکہ ہوا نادیہ صمدانی کی چیخ فضاء میں لہرا کر رہ گئی میں نے بدحواسی کے عالم میں بریک لگائے تھے اور شکر تھا کہ جیپ کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی وہ الٹتے الٹتے بچی تھی۔ مجھے سب سے زیادہ تشویش نادیہ صمدانی کی چیخ پر تھی ابھی میں سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ مجھے موٹر سائیکل کی آواز سنائی دی، ویسے تو کوئی خاص بات نہیں تھی کوئی بھی موٹر سائیکل آسکتی تھی لیکن اس سنسان سڑک پر جہاں آس پاس کوئی نہیں تھا اس موٹر سائیکل کو دیکھ کر میری چھٹی حس نے خطرے کا اعلان کر دیا، موٹر سائیکل سوار برق رفتاری سے اسی طرف آرہا تھا اور میری تیز نگاہوں نے اس کے ہاتھ میں ریپٹر دیکھ لیا۔ دوسرے لمحے میں نے اپنا سروس ریوالور نکال لیا موٹر سائیکل سوار ہمارے قریب پہنچا اور ایک بار پھر اس نے اپنا ریپٹر سیدھا کیا لیکن اب میرے لیئے اس کے سوا کوئی اور چارا نہیں تھا کہ میں اس کا نشانہ باندھ کر گولی چلا دوں اور میرا نشانہ اتنا کچا بھی نہیں تھا کہ وہ اس سے بچ جاتا۔ میں نے اسے فضاء میں اچھلتے دیکھا کافی اونچا اچھل کر وہ سر کے بل نیچے گرا اور دوسرے لمحے موٹر سائیکل اس پر سے گزر کر آگے جا گری اور اس نے سڑک پر کئی چکر کھائے۔ میں نے ایک نگاہ اپنے آس پاس ڈالی۔ اور پھر میں نادیہ صمدانی کا جائزہ لینے لگا، تو نادیہ کی آواز سنائی دی۔

''نہیں میں ٹھیک ہوں۔''

''اوہ خدا کا شکر ہے مگر تم چیخی کیوں تھی۔''

''ذرا میرا یہ پرس دیکھو۔'' اس نے کہا اور اپنا پرس جو اس کے شانے سے لٹکا ہوا تھا نکال کر سامنے رکھ دیا۔ میں نے پرس میں گولی کا نشان صاف دیکھ لیا تھا، نادیہ نے کہا۔''

''اور اگر اس کے اندر کوئی ایسی چیزیں نہ ہوتیں جو سٹیل سے بنی ہوئی ہیں تو جناب والا یہ گولی میرے شانے میں اتر کر پتہ نہیں کہاں کہاں پہنچتی کیونکہ بڑا صحیح نشانہ

ی کر چلائی گئی تھی۔

''تم بالکل ٹھیک ہو نا؟''

''ہاں بالکل۔'' میں نے سڑک کے دونوں طرف نگاہ دوڑائی اور اس کے بعد نیچے آیا، نادیہ ایک بہادر صحافی تھی، کوئی گھریلو قسم کی ڈرپوک لڑکی نہیں تھی، وہ بھی میرے تھ پھرتی سے کود کر نیچے اتری ریوالور میں نے ہاتھ میں سنبھالا ہوا تھا، میں سڑک پر ے ہوئے شخص کے قریب پہنچا اور ایک نگاہ میں اسے پہچان لیا یہ نکونا ہی تھا جس کا ل نام ملتانے بتایا گیا تھا اس نے ہیلمٹ پہنا ہوا تھا، لیکن گولی عین دل کے مقام پر ی تھی اور اب اس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں رہی تھی۔ خون بہہ بہہ کر چاروں ف پھیل رہا تھا۔ غالباً سر کے بل گرنے پر سر بھی پھٹ گیا تھا، ہیلمٹ کے نیچے گردن ے پاس خون کی دھار باہر نکل رہی تھی، میں نے اس کی نبض دیکھی اس کے بعد سیدھا ڑا ہو گیا نادیہ نے گہری سانس لے کر کہا۔

''کاش اس وقت میرے پاس کیمرہ ہوتا۔''

''نادیہ، یہ ملتانے ہے۔'' میں نے کہا اور ہیلمٹ اتار کر اس کا چہرہ بھی کھول دیا۔

''اب کیا کریں؟''

''ظاہر ہے علاقے کے انچارج کو اطلاع دینا ضروری ہے۔''

''جانتے ہو علاقہ کس کا ہے؟'' نادیہ نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا ''علاقہ'' میں نے اروں طرف نگاہ دوڑائی۔

الیس ایچ او اسحاق صاحب کا علاقہ ہے اور بیگ صاحب میرا مطلب ہے فیاض یگ.....''

''اوہ تو پھر۔''

''میری مانو گے فرض کو ضرور پورا کرو مگر اپنے آپ کو اس میں ملوث مت کرو، نہیں صورت حال کا اندازہ ہے۔''

''ہوں''

''آؤ یہاں سے باہر نکلو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کوئی راہ گیر اس لاش کی اطلاع ے دے گا، یا پھر دوسری بات یہ ہے کہ ہم کسی مناسب جگہ پر پہنچ کر علاقہ کے ایس

ایچ او کو خبر کیے دیتے ہیں۔"
"آؤ" میں نے نادیہ کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا اور نادیہ نے سکون کی گہری سانس لی، وہ سوچ رہی ہوگی کہ میری قانونی رگ اس چیز کو برداشت نہیں کرے گی کہ میں کسی لاش کو اس طرح چھوڑ دوں اور لاش بھی ایسے شخص کی جس نے ہم پر قاتلانہ حملہ کیا ہے، راستے میں نادیہ نے کہا۔
"میں تم سے یہی کہتی رہتی ہوں سکندر شاہ کہ بے شک قانون شکنی نہ کرو، قانون کا مذاق مت اڑاؤ، لیکن قانون کا مذاق اڑانے والوں سے ہوشیار بھی رہو، کیونکہ ان کے ہاتھ طاقتور ہوتے ہیں، اگر تم اس بارے میں صحیح صحیح رپورٹ دے دیتے تو جانتے ہو کیا ہوتا۔ یہ بات تو تمہیں معلوم ہو ہی چکی ہے کہ ڈاکٹر سبحان کے ہمارے فیاض بیگ صاحب سے کیا تعلقات ہیں اور یہ پتہ چل چکا ہے کہ یہ ڈاکٹر سبحان کا آدمی ہے، اگر تم اس کی موت کی اطلاع دیتے ہو اور صحیح صورت حال بتاتے ہو تو بیگ صاحب کے لیے تم ایک نرم چارہ بن جاؤ گے اور وہ تمہیں پھانس لیں گے۔" نادیہ صمدانی کی بات بالکل ٹھیک تھی، میں نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔
"ہاں نادیہ، ایسا ہی ہوگا مجھے تمہاری بات پر یقین ہے کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد ہمیں ایک ایسی جگہ نظر آئی جہاں پبلک کال بوتھ لگا ہوا تھا، بڑی احتیاط کے ساتھ کال بوتھ کے رسیور کو ایک رومال سے پکڑ کر پینسل سے نمبر ڈائل کیے گئے اور اس کے بعد میں نے رسیور کان سے لگا لیا، نادیہ میرے ساتھ تھی۔ تھانے فون کیا تھا اور اتفاق سے ایس ایچ او اسحاق موجود تھا۔
"سر جگہ نوٹ کر لیجیے، ایک لاش موٹر سائیکل کے ساتھ پڑی ہوئی ہے کوئی بندہ زبردست ایکسیڈنٹ کر کے بھاگ گیا ہے۔" ایس ایچ او نے معمول کے مطابق سوال کیا، لیکن میں نے فون بند کر دیا اس کے بعد میں اور نادیہ وہاں سے چل پڑے نادیہ نے مجھے اپنا پرس کھول کر دکھایا تھا، چابیوں کا گچھا اس کے پرس میں پڑا ہوا تھا اور اس میں اسٹیل کی ایک چین پڑی ہوئی تھی گولی اس سے ٹکرائی تھی نادیہ نے ہنس کر کہا۔
"بچانے والے کا ہاتھ مارنے والے کے ہاتھ سے کہیں زیادہ طاقتور ہوتا ہے؟
لیکن یہ قاتلانہ حملہ....."

انہی حملوں کی ایک کڑی ہے جو مجھ پر ہو چکے ہیں، آج تم نے بھی ان کا عملی تجربہ دیکھ لیا۔"
"ایک بات مجھے بتاؤ سکندر ان تمام واقعات کے سامنے آنے سے پہلے تم پر یہ حملے کیوں شروع ہو گئے؟"
"یہی بات اب تک میرے ذہن میں چبھ رہی ہے، بہر حال نادیہ اور میں بہت دیر تک ساتھ رہے، تھوڑی سی اعصابی کشیدگی بے شک ہو گئی تھی نادیہ نے کہا۔
"میرا خیال ہے اب سب انسپکٹر اسحاق سے ذرا ملنا جلنا پڑے گا، کیونکہ ملتانے کے بارے میں اسی سے تفصیلی رپورٹیں مل سکتی ہیں اور آگے کے بارے میں پتہ چل سکتا ہے۔"
"ہاں مجھے بھی اپنی معلومات سے آگاہ کرنا۔"
"اس بات کا خیال رکھنا کہ کسی بھی قیمت پر تمہیں اس سلسلے میں اپنے آپ کو ملوث نہیں کرنا ہے۔" میں نے نادیہ صمدانی سے وعدہ کیا تھا اور اس کا شکریہ ادا کیا تھا، واپسی میں وہی سوچ میرے ذہن میں تھی کہ جو کچھ ہوا ہے وہ تو اپنی جگہ ہے لیکن نادیہ کس قدر سمجھدار ہے اور کس طرح مجھے گائیڈ کرتی ہے، البتہ ایک بات کا مجھے ایمان کی حد تک یقین تھا وہ یہ کہ نادیہ سے اگر میری شادی ہو جاتی تو نہ تو نادیہ یہ ہوتی جو ہے، اور نہ ہی میں، تجربات تو بے شک نہیں تھے زندگی میں، لیکن بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کے لیے اپنا تجربہ ضروری نہیں ہوتا ہے، محبوبہ اگر بیوی بن جائے تو بالکل ڈبہ ہو کر رہ جاتی ہے، کسی کام کی نہیں رہتی، بلکہ صحیح معنوں میں سب سے زیادہ اختلافات اسی سے ہوتے ہیں بہر حال عالیہ ہر لحاظ سے ایک اچھی بیوی تھی چھوٹے بڑے معاملات میں ایک اچھی ساتھی ہوتی تھی۔ آج اس نے بہت عمدہ قسم کا کھانا بنایا تھا۔ اب بھلا اس بات کا کیا سوال تھا کہ شوہر صاحب اسے بتاتے کہ آج پھر وہ موت کے منہ سے نکل کر آئے ہیں۔ بلکہ ایک انسان کو موت کے منہ میں پہنچا کر آئے ہیں۔ یہ گھر میں بتانے کی بات نہیں تھی۔ عالیہ سے بہت اچھی تفریح رہی۔
دوسرے دن دفتر بھی کافی دیر سے پہنچا۔ بیرونی کمروں میں عملہ اپنے کاموں میں مصروف تھا۔ میں اپنے کمرے میں کرسی پر جا کر بیٹھ گیا۔ کام کرنے کو بالکل دل نہیں

چاہ رہا تھا۔ نظام اللہ صاحب کو بھی کوئی رپورٹ نہیں بھیجی تھی۔ رات کی بے آرامی کی وجہ سے بدن ٹوٹ رہا تھا۔ بہرحال کاہلوں کے سے انداز میں اپنی کرسی پر بیٹھ کر پاؤں پھیلا لئے۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ سب انسپکٹر زیدی آ گیا۔ اس کا چہرہ کسی اندرونی جوش سے تمتما رہا تھا۔ میں نے گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا۔ سیلوٹ کرنے کے بعد وہ بولا۔

"سر، مجھے بیٹھنے کی اجازت دیجئے، میں بڑی سخت اعصابی کشیدگی محسوس کر رہا ہوں۔"

"بیٹھو بیٹھو...... کوئی خاص بات ہے کیا؟"

"سر اتنی خاص بات کہ آپ سنیں گے تو اچھل پڑیں گے۔"

"ٹھیک ہے، سناؤ۔ میں اچھلنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ میرا بدن بڑی بے آرامی کا شکار ہے۔ ممکن ہے اچھلنے سے میری کاہلی دور ہو جائے۔" میں نے پُر مزاح انداز میں کہا۔ زیدی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا، پھر بولا۔

"سر بڑی گرما گرم خبریں ہیں میرے پاس۔ پہلی خبر یہ ہے کہ موہنی روڈ پر ایک حادثہ ہوا ہے۔ ایک شخص جو موٹر سائیکل پر جا رہا تھا وہ حادثے کا شکار ہوا ہے۔ پولیس کا خیال تھا کہ کوئی گاڑی ایکسیڈنٹ کر کے بھاگ گئی ہے، لیکن ایسی بات نہیں۔ اس کے سینے میں گولی کا زخم ہے اور اس کی موت گولی لگنے سے ہی واقع ہوئی ہے۔ اندازہ یہ ہے کہ کسی نے اسے گولی ماری ہے اور وہ سر کے بل موٹر سائیکل سے گرا تو گردن کی ہڈی بھی ٹوٹ گئی۔ سر باقی ساری باتیں تو اپنی جگہ لیکن آپ کو یہ سن کر انتہائی حیرت ہو گی کہ یہ وہی آدمی تھا جس کے بارے میں ہمارا خیال ہے کہ اس نے ثمینہ ناز کو قتل کیا تھا۔"

میں نے فوراً اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ زیدی کے گفتگو کرتے ہی یہ اندازہ تو مجھے ہو گیا تھا کہ وہ کس شخص کے بارے میں کہہ رہا ہے۔ زیدی بغور میرے چہرے کو دیکھ رہا تھا لیکن چونکہ وہ جوش میں تھا اس لئے اس نے میری اس لاپرواہی کو نوٹ نہیں کیا۔ کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد بولا۔

"سر مزید یہ کہ اس شخص کا نام ملتانے ہے، جرائم پیشہ آدمی ہے۔ لیکن دوسرا حیرت

یز انکشاف یہ ہے کہ وہ ڈاکٹر سبحان کے پاس کام کرتا ہے اور اس کا ڈرائیور ہے۔ بلکہ نیلی سوک ڈاکٹر سبحان ہی کی ملکیت ہے۔"

"گڈ...... تمہاری معلومات قابل تحسین ہیں۔ لاش کہاں ہے؟"

"پوسٹ مارٹم ہو چکا ہے، ایس ایچ او صاحب اور ڈی ایس پی فیاض بیگ اس سلسلے میں بڑے سرگرم ہیں اور خاصی لے دے ہو رہی ہے۔ اکرام نے مجھے ساری تفصیلات بتائی ہیں۔"

"یار وہ بڑا اچھا بندہ ہے، ہمارا دوست ہے۔ ویسے ابھی تک اس نے نثار پور زائن نہیں کیا؟"

"نہیں ابھی نہیں...... پہلی کے بعد جائے گا۔ مگر سر آپ کو اس بارے میں کچھ حیرت نہیں ہوئی، آپ مجھے بالکل سرد سر دنظر آ رہے ہیں۔"

"ہاں زیدی، کچھ ایسی ہی صورت حال ہے۔ مجھے ساری تفصیل معلوم ہے۔" میرے بجائے زیدی اچھل پڑا تھا۔ اس نے حیرت سے کہا۔

"سر آپ کو تفصیل معلوم ہے؟"

"ہاں، کیونکہ اسے گولی میں نے ہی ماری تھی۔" زیدی پھر اچھلا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"یار تم تو مجھے اچھالنے آئے تھے اب خود اچھل رہے ہو۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"س...... سر آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"اس نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ نادیہ صمدانی بھی میرے ساتھ تھی۔ وہ بری طرح زخمی ہوتے ہوتے بچ گئی۔ وہ ہم پر مزید گولیاں چلانا چاہتا تھا۔ بحالت مجبوری مجھے اسے نشانہ بنانا پڑا اور اس کے بعد ہم نے ہی ایس ایچ او اسحاق کو اطلاع دی۔ اگر ساری تفصیل میں، میں اپنے آپ کو شو کر دیتا تو میرا خیال ہے فیاض بیگ صاحب اب تک مجھے لاک اپ کر چکے ہوتے۔ کیونکہ وہ میرے خلاف کام کرنے کے بہت خواہش مند معلوم ہوتے ہیں۔"

"اوہ مائی گاڈ...... یہاں تو صورت حال ہی مختلف نکلی۔ آپ نے بالکل ٹھیک کیا اپنے آپ کو شو نہیں کیا۔ ویسے سر کیا آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ وہ ڈاکٹر

سبحان کے ہاں نوکری کرتا ہے؟"

"ہاں زیدی! پتہ چل گیا تھا مجھے۔ لیکن ڈاکٹر سبحان نے نیلی سوک کی چوری کی رپورٹ اس لئے درج کرائی تھی کہ اب وہ اس شخص سے اپنا تعلق ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اور اب بھی وہ صاف کہہ دے گا کہ وہ تو ملتانے کو جانتا بھی نہیں ہے۔ بتاؤ کیا کر لیں گے ہم اس کا؟"

"سر آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں، واقعی آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔"

"میں ذرا سا کچھ اور بھی سوچ رہا ہوں زیدی۔ فرض کر لو اگر اس معاملے کا تعلق ڈاکٹر سبحان سے نہیں بھی ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ملتانے نے ڈاکٹر سبحان کی کی کار کیوں چرائی تھی اور اس بات میں بھی کوئی شک و شبہے کی گنجائش نہیں ہے کہ اس نے ثمینہ ناز کو ہلاک کیا۔ بہرحال معاملات کافی الجھے ہوئے ہیں۔ ہمیں اس سلسلے میں بہت ہی گہرائی کے ساتھ کام کرنا ہوگا۔ کوئی بہت ہی ذہین دماغ کام کر رہا ہے اور ماسٹر برین ہمارے لئے خاص طور سے مصروف ہے اور ہمیں راستے سے ہٹا دینا چاہتا ہے۔ اچھا خیر چھوڑو، اب تم ایک کام ذرا برق رفتاری سے کر ڈالو۔ وہ یہ کہ تمہیں سیٹھ داؤد اور اس کی بیٹی ندرت داؤد کی وصیتوں کی تفصیل معلوم کرنی ہے۔ یہ کام تمہیں جس قدر جلد ہو کر لینا ہے۔ میں آفس ہی میں ہوں۔ مجھے اس بارے میں فوری رپورٹ درکار ہے۔"

"لیس سر...... جب مجھے اس بارے میں تفصیل معلوم ہوئی تو میرا سانس لینا دشوار ہوگیا۔ میں یہ اطلاع آپ تک فوراً پہنچانا چاہتا تھا۔"

"شکریہ زیدی اور میں نے بھی تم پر انتہائی اعتماد کر کے حقیقت بتا دی ہے جو شاید میں زندگی بھر کسی کو نہیں بتاؤں گا۔"

"سر، میری طرف سے تو آپ اطمینان رکھئے، میں زندگی کی قیمت پر یہ الفاظ سے نہیں نکالوں گا۔ باقی اور کیا کہوں؟"

"ارے یار تو پھر بتا کیوں رہے ہو مجھے۔ اگر مجھے اس بات کا یقین نہ ہوتا تو میں تمہیں اپنا اتنا گہرا راز دے دیتا جو میرے لئے مصیبت بھی بن سکتا ہے۔"

"تھینک یو سر...... تھینک یو ویری مچ...... او کے سر، میں چلتا ہوں۔" ایس

دی نے کہا اور کرسی سے کھڑا ہو کر اس نے مجھے سیلوٹ کیا، پھر باہر نکل گیا۔ میں گہری چوں کا شکار ہو گیا تھا۔ نادیہ صمدانی کا فون ملا اور اس نے کہا۔

"کیا ہو رہا ہے؟"

"کچھ نہیں...... آج ذرا بوریت کا شکار ہوں۔"

"افسوس، آج میں تمہیں کوئی کمپنی نہیں دے سکتی۔ شام کو چار بجے وزیر اعلیٰ ایک یس کانفرنس کر رہے ہیں، اس کی کوریج کرنی ہے مجھے۔ ویسے ایس ایچ او اسحاق احب سے ملاقات کر لی ہے، بڑی مشکل سے تھوڑی بہت زبان کھولنے پر آمادہ ئے ہیں۔ لیکن اس بات کو قطعی منظر عام پر لانا نہیں چاہتے کہ ملتانے کا تعلق ڈاکٹر حان سے ہے۔ مجھے بھی خاص طور سے بڑے تحکمانہ انداز میں ہدایت کی ہے کہ ہم بار والے ہر بڑے آدمی پر کیچڑ اچھالنا چھوڑ دیں۔ ڈاکٹر سبحان کو ان فضولیات میں ٹ کرنے کی بے مقصد کوشش کی جا رہی ہے۔ وہ دماغی امراض کے ماہر ڈاکٹر ہیں اور ی معزز شخصیت۔ ایسی معزز شخصیتوں کا احترام کرنا چاہئے نہ کہ ان کے خلاف یکنڈل بنائے جائیں۔ بہرحال رپورٹ دے دی گئی ہے مجھے، لیکن ابھی تک اس نا علوم آدمی کے بارے میں کوئی نشاندہی نہیں کی جا سکی جس نے ملتانے کے بارے میں طلاع دی تھی۔"

"گڈ...... بہرحال اب سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ڈاکٹر سبحان کو کیسے ٹریس کیا ائے؟"

"ایک بات اور کہوں سکندر...... ذرا سا ذہن میں رکھنا۔ ہم لوگوں نے اپنے لئے ڑیک بنایا ہے وہ صرف مفروضے پر مشتمل ہے۔ کام کسی اور انداز میں بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جرم کرنے والا بھی اپنے بچاؤ کے لئے بہت سے دروازے رکھتا ہے۔ لیس کو غلط راستوں پر لگانے کے لئے بڑے بڑے اعلیٰ پیمانے پر کام کئے جاتے ہار۔"

"سمجھا نہیں نادیہ۔"

"ہم لوگ صرف ڈاکٹر سبحان کے پیچھے پڑ رہے ہیں، ایک اور کردار بھی ہے جسے نے ابھی تک فراموش کر رکھا ہے۔"

''کون......؟'' میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

''فیروز۔ جس سے ندرت کی منگنی ہوئی تھی۔ پھر منگنی ٹوٹ گئی۔ فیروز نے ندرت سے ملنا چھوڑ دیا، جاوداں کہتی ہے کہ ندرت فیروز سے محبت کرتی تھی، یہ بھی کہا جاوداں نے کہ فیروز کا ذریعہ معاش نامعلوم ہے اور وہ بڑے ٹھاٹھ باٹھ سے رہتا ہے۔ تو جناب عالی! مطلب یہ ہے کہ ہمارا ٹریک سنگل نہیں ہونا چاہئے۔ ہم اپنے سامنے موجود کسی بھی کردار کو نظر انداز نہیں کریں گے۔''

''مائی گاڈ، نادیہ تم صحیح معنوں میں شرلاک ہومز ہو۔ میں کہتا ہوں اس دماغ کے ساتھ تم صرف ایک صحافی کیوں ہو؟''

''مجھے آپ کے ان الفاظ سے اختلاف ہے جناب سکندر شاہ صاحب! صحافی صرف نہیں ہوتا، صحافت کو اگر اس کا صحیح مقام مل جائے تو اسے ملکوں کی تقدیر گر کہنے میں کوئی عار نہیں ہوگا۔ اس لئے براہِ کرم صحافت کو صرف نہ کہیں۔''

''آئی ایم سوری۔''

''اوکے، ملاقات ہوگی وقت ملنے پر۔'' نادیہ نے فون بند کر دیا اور میں واقعی گہری سوچوں میں ڈوب گیا۔ کردار تو ہے فیروز کا۔ آخر وہ کیا چیز ہے...... یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس نے واقعی مجھے یا پولیس کو ڈاکٹر سبحان کے راستے پر لگا دیا ہو۔ ڈاکٹر سبحان اس سلسلے میں وہ کردار نہ رکھتا ہو جو ہم لوگ سمجھ رہے ہیں۔ دوپہر کے بعد زیدی میرے پاس پہنچ گیا۔ میں اس دوران واقعی کاہلی کا مظاہرہ ہی کرتا رہا تھا۔ بس کبھی کبھی ذہن کی کوئی گرہ متاثر ہو جاتی ہے۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے زیدی کو دیکھا تو زیدی نے کہا۔

''سر! میں ساری معلومات حاصل کر کے آیا ہوں۔ ندرت داؤد نے کوئی وصیت نہیں چھوڑی جبکہ سیٹھ داؤد کی وصیت کے مطابق انہوں نے تین چوتھائی ترکہ ندرت داؤد کے لئے اور ایک چوتھائی نمرہ داؤد کے لئے چھوڑا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ندرت داؤد کی صفات کی وجہ سے سیٹھ داؤد اسے زیادہ چاہتے تھے۔ ندرت کی موت کی صورت میں اس کا حصہ بھی نمرہ ہی کی ملکیت قرار پاتا بشرطیکہ نمرہ چال چلن کے لحاظ سے صحیح راستے پر چلتی رہتی۔ یہ وصیت میں درج تھا۔ دوسری صورت میں اگر نمرہ کا چال چلن

ٹھیک نہ رہے تو ساری جائیداد ٹرسٹ کی ملکیت میں چلی جائے گی اور نمرہ کو صرف پچیس ہزار روپے ماہانہ ضروری اخراجات کے لئے ملیں گے۔ سیٹھ داؤد کے ٹرسٹی شہزاد اینڈ کمپنی اینڈ دوکیٹس ہیں، یہ تفصیلات مجھے معلوم ہوئی ہیں۔''

''ویری گڈ، ویری گڈ۔ زیدی یہ تو بڑی دلچسپ معلومات ہیں۔ تم خود سوچو کسی بلیک میلر کے لئے کس قدر شاندار موقع ہے، نمرہ داؤد نے ذرا بھی غلط قدم اٹھایا اور کسی بلیک میلر کو اس کی بھنک پڑ گئی تو سمجھ لو نمرہ زندگی بھر اس کی غلام بن کر رہ جائے گی۔''

''سر آپ یقین کیجئے، وصیت دیکھنے کے بعد اس کی یہ جوشق سامنے آئی تو میں نے بھی یہی سوچا۔''

''تفتیش کے دوران مجھے پتہ چلا تھا کہ ندرت نے خدشہ ظاہر کیا تھا کہ اس کی بہن کو کوئی بلیک میل کر رہا ہے۔''

''جی سر...... بالکل یہی بات ہے۔'' ایس آئی زیدی کے چہرے پر پھر جوش کے آثار نظر آنے لگے۔ وہ جذباتی قسم کا نوجوان تھا، فوراً ہی کسی بات پر وہ ایک دم جذباتی ہو جاتا تھا۔

''اور ندرت نے کوئی وصیت نامہ نہیں چھوڑا۔ اس کے علاوہ ثمینہ ناز کو بھی ندرت کی طرف سے کچھ نہیں ملا ہوگا۔ ظاہر ہے اس کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ مگر حیرت ہے کہ وہ بڑی شان سے زندگی گزار رہی تھی۔''

''یہ سب بالکل ٹھیک ہے، میں آپ کا پوائنٹ سمجھ رہا ہوں۔''

''بلکہ میرا تو یہ خیال ہے کہ ممکن ہے ثمینہ ہی نے نمرہ کو نشے کے راستے پر لگایا ہو اور اگر فرض کرو ایسا نہیں بھی ہے تو ثمینہ کو ضرور نمرہ کی نشے بازی اور اس کے علاج کرانے کے متعلق سب کچھ معلوم تھا، زیدی! یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خود ثمینہ ناز ہی نمرہ کو بلیک میل کر رہی ہو۔ کیونکہ جب میں اس سے کچھ معلوم کرنے گیا تو اس نے مجھے رات کو نو بجے آنے کے لئے کہا۔ میرے آنے کے بعد اس نے ظاہر ہے نمرہ کو یا اس کے کسی آدمی کو جو اگر ہمارا اندازہ ٹھیک ہے تو ڈاکٹر سبحان ہی ہوسکتا ہے، فون کیا ہوگا اور کہا ہوگا کہ یا تو مطلوبہ رقم ادا کی جائے ورنہ وہ تمام باتیں میرے سامنے کھول دے گی اور اس کے بدلے ڈاکٹر سبحان نے ملتانے کو ثمینہ ناز کے پاس معاملات طے کرنے کے

لئے بھیجا ہوگا، اس ہدایت کے ساتھ کہ اگر ثمینہ ناز ناجائز مطالبات کرے تو وہ اسے ختم کردے اور پھر یہی ہوا۔ ملتانے نے اسے ہلاک کر دیا۔ اوہو...... میرے ذہن میں پھر اینجلا آتی ہے۔ نرس اینجلا، وہ ضرور اس بارے میں زبردست انکشافات کر سکے گی۔ اب مجھے یہ نہیں معلوم کہ وہ مجھے سیٹھ داؤد کی کوٹھی پر ہی ملے گی یا اس کا کوئی اور ٹھکانہ بھی ہے۔"

"سر اگر آپ اجازت دیں تو یہ بات بھی میں معلوم کروں؟"

"یار! یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟ مگر طریقہ کار کیا اختیار کرو گے؟"

"سادہ لباس میں سیٹھ داؤد کی کوٹھی پر جاؤں گا اور وہاں کسی ملازم کو پٹانے کی کوشش کروں گا۔ میں یہی بتاؤں گا کہ میں اینجلا کا کوئی عزیز ہوں اور اس سے ملنے کے لئے کہیں دور سے آیا ہوں۔ اگر وہ گھر پر ہوگی، میرا مطلب ہے سیٹھ داؤد کی کوٹھی پر تو پھر کوئی ترکیب نکال لوں گا اور اگر اس کا ٹھکانہ معلوم ہو گیا تو پھر میں آپ کو بتاتا ہوں، بلکہ ایسا کروں گا کچھ جعلی قسم کے پیکٹ وغیرہ لے کر جاؤں گا اور کہوں گا کہ میں دوبئی سے آیا ہوں۔ یہ سامان اسے دینا ہے۔ بعد میں دیکھ لوں گا کہ کیا کیا جا سکتا ہے۔"

"دیکھنا زیدی! احتیاط رکھنا، کسی کو کوئی شبہ نہ ہونے پائے ورنہ نقصان ہو سکتا ہے۔"

"آپ بالکل اطمینان رکھئے سر۔"

ویسے ایس آئی زیدی نوجوان اور ذہین قسم کا افسر تھا۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد اس نے مجھے اطلاع دی۔

"پتہ نوٹ کر لیجئے۔ وہ شام کے چھ بجے آپ کو خاقان اسکوائر کے فلیٹ نمبر بائیس میں ملے گی۔ وہ یہیں رہتی ہے۔"

"خاقان اسکوائر، میرا خیال ہے یہ نارتھ اسٹریٹ پر ہے۔"

"بالکل سر! وہی خاقان اسکوائر۔" زیدی نے جواب دیا، پھر بولا۔ "سر مجھے ذرا کوئی کام ہے، اگر آپ حکم دیں تو وہ کام نمٹا لوں۔ کچھ گھریلو معاملات ہیں۔"

"ہاں ٹھیک ہے...... کوئی بات نہیں۔ تم اپنے کام کر لو۔"

شام کو چھ بجے میں خاقان اسکوائر پہنچ گیا۔ فلیٹ نمبر بائیس کی بیل بجائی تو اینجلا نے ہی دروازہ کھولا تھا۔ میں نے اس وقت سادہ لباس ہی استعمال کیا تھا۔ وہ کچھ لمحوں کے بعد مجھے پہچانی تھی۔

"اوہو، سر آپ......؟"

"معاف کرنا اینجلا، میں تمہیں تکلیف دینے پھر آ گیا ہوں۔"

"اب آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں سر...... ہمیں بھی جینے دیجئے۔ آپ کو اندازہ ہے کہ ایسے معاملات میں زندگی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔"

"سوری اینجلا! لیکن تم دیکھو نا، پولیس کی بھی تو کچھ ذمے داریاں ہوتی ہیں۔"

"آپ اب کیا چاہتے ہیں مجھ سے؟"

"تھوڑا سا وقت۔ مجھے اندر آنے کی اجازت دو گی؟"

"آیئے۔" اینجلا نے سرد لہجے میں کہا اور دروازے سے ہٹ گئی۔ میں نے فلیٹ میں داخل ہو کر اس کا جائزہ لیا، اچھی خاصی ڈیکوریشن تھی۔ اینجلا مجھے لے کر ایک کمرے میں پہنچی اور میں خود ہی ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا۔

"ہاں محترمہ اینجلا! آپ یہ بتایئے کہ نمرہ کی ڈیوٹی کب تک کرتی رہیں گی؟"

"مطلب...... میں سمجھی نہیں۔" اس نے بے خوفی سے میرے چہرے پر نگاہیں گاڑھ دیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کے اندر کوئی احساس جنم لے رہا ہو۔ وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی۔ اس کا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا ہوا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ چاہے کچھ بھی کرنا پڑے میں اس کی زبان کھلوا لوں گا۔ اینجلا کچھ دیر اسی طرح مجھے دیکھتی رہی، پھر بولی۔

"آپ کو معلوم ہے سر کہ نرسیں اور ڈاکٹر اپنے کیسوں کے متعلق کچھ بتایا نہیں کرتے۔"

"اور اگر بتانا ضروری ہو تو۔ اچھا مجھے ایک بات کا جواب دو...... کیا تم کسی اور جگہ ملازمت کرنا پسند کرو گی؟ میرا مطلب ہے بعض جگہوں کو ناپسندیدگی کے باوجود سر پر مسلط رکھنا پڑتا ہے اگر تمہیں اس سے اچھی کوئی نوکری مل جائے، بہترین معاوضے کے

ساتھ؟"

"ظاہر ہے سر، خوشی سے میں وہ نوکری کروں گی۔ کیونکہ جو کچھ میں کر رہی ہوں اس سے بری طرح تنگ آ چکی ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ ہے کہ مجھے کرنے کے لئے کوئی کام نہیں ہے، مجھے شدت کی بوریت ہوتی ہے۔"

"میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ میرا ایک بہت ہی اچھا دوست ہے اسے بھی ایک کوالیفائڈ نرس کی ضرورت ہے۔ اگر تم کہو تو میں اس سے بات کروں؟"

"نہیں سر، آپ تکلیف نہ کریں۔" اینجلا نے کہا۔

"کیا مطلب...... ابھی تو تم کہہ رہی تھیں کہ تمہیں اس ملازمت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"ہاں سر، یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ میں ایک معاہدے، ایک مشن کے تحت کام کر رہی ہوں اور جب تک اس معاہدے کی تکمیل نہ ہو جائے اور مشن مکمل نہ ہو جائے میں نوکری نہیں چھوڑ سکتی۔"

"معاہدہ...... مشن......؟" میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی سر۔"

"اچھا ایک بات بتاؤ، نمرہ ڈاکٹر سبحان کے زیر علاج ہے نا؟"

"جی...... لیکن خود ڈاکٹر سبحان کبھی نمرہ کے پاس نہیں آتے۔"

"اوہو...... تو کیا ان کا کوئی ماتحت اس کا علاج کر رہا ہے؟"

"نہیں۔ نمرہ کے قریب کوئی بھی نہیں جا سکتا۔" اینجلا نے پراسرار لہجے میں کہا۔

"بڑی عجیب اور ناقابل یقین بات ہے۔"

"بے شک سر...... لیکن حقیقت یہی ہے۔ آپ میری زبان بڑی مہارت سے کھلوا رہے ہیں۔ یہ سوالات کیا نوعیت رکھتے ہیں؟"

"بس اینجلا میرا تجسس بہت بڑھا ہوا ہے۔ اچھا ایک بات بتاؤ۔ کیا نمرہ کی حالت تشویش ناک ہے؟ پلیز، دیکھو مجھے صرف ایک پولیس افسر سمجھ کر نہیں بلکہ ایک

انسان سمجھ کر بھی بات کرنا، میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔"

"انسپکٹر صاحب!" اینجلا نے آواز دبا کر کہا۔ "براہِ کرم مجھے بھی جینے کا موقع دیجئے۔ بات اپنے تک ہی رکھئے۔ میں آپ کو ایک بات بتاؤں مجھے خود بھی نمرہ کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہے۔ کیونکہ میں نے اسے آج تک نہیں دیکھا۔" یہ الفاظ میرے لئے کسی دھماکے سے کم نہیں تھے۔ میں نے یقین نہ کرنے والی نگاہوں سے اینجلا کو دیکھا اور کہا۔

"اب آپ غیر ضروری سسپنس پیدا کر رہی ہیں مس اینجلا، مجھے بتائیے آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ آپ کے الفاظ میرے ذہن میں نہیں بیٹھ رہے۔ آپ اس کی نرس ہیں اور کہتی ہیں کہ مریض کی شکل تک نہیں دیکھی آپ نے۔ کیا یہ عجیب اور انہونی بات نہیں ہے؟"

"بے شک ہے...... لیکن میں حقیقت بیان کر رہی ہوں۔ آپ کو خدا کا واسطہ اس بات کو منظر عام پر نہ لائیے۔ کسی سے بھی اس کا تذکرہ نہ کیجئے ورنہ میں ماری جاؤں گی۔"

"آپ مجھ پر بھروسہ رکھیں اینجلا، میں آپ کا بھرپور اور مکمل تحفظ کروں گا۔"

"آپ یقین کریں انسپکٹر صاحب! میں آج تک نمرہ کے کمرے میں نہیں گئی۔ اس کی خاص نگران اعلیٰ ایک اور نرس ہے اور وہ اس کے کمرے کے پاس کسی اور کو پھٹکنے نہیں دیتی۔"

"ایک اور نرس؟"

"ہاں......"

"اس کا کیا نام ہے؟"

"لوسیا۔"

"وہ بھی کرسچن ہے؟"

"جی۔"

"اچھا تو پھر آپ کیا کرتی ہیں؟"

"میں یہی تو آپ کو بتا رہی تھی کہ کچھ بھی نہیں۔ دن بھر بیکار رہتی ہوں۔ پھر گھر آ

جاتی ہوں، ٹیلی فون سننا میری ذمے داری ہے۔ لیکن یہاں کبھی کوئی ٹیلی فون نہیں آتا۔“ میں دلچسپ انکشافات سے دوچار ہو رہا تھا اور میرا تجسس بڑھتا جا رہا تھا۔ میں نے کہا۔

”اچھا ایک بات بتایئے، خود آپ کے دل میں کبھی تجسس پیدا نہیں ہوا؟“

”کیسا تجسس؟“

”نمرہ کے بارے میں۔ کبھی آپ نے لوسیا کی غیر موجودگی میں نمرہ کے کمرے میں جھانک کر اسے دیکھا؟“

”کبھی نہیں...... کیونکہ لوسیا اگر کبھی اِدھر اُدھر جاتی ہے تو کمرے کو تالا لگا کر جاتی ہے۔“ یہ کہہ کر اینجلا نے میرے چہرے کو بغور دیکھا پھر بولی۔ ”ایک بات بتاؤں آپ کو انسپکٹر صاحب؟“

”ہاں ضرور بتاؤ۔“

”مجھے پورا یقین ہے کہ نمرہ گھر میں ہے ہی نہیں۔“ دھماکے، پراسرار دھماکے۔ اینجلا کے انکشافات مجھ پر اعصابی حملے کر رہے تھے۔ میں نے کہا۔

”اگر وہ گھر پر نہیں ہے تو پھر کہاں ہے؟“

”میرا شبہ ہے کہ وہ ڈاکٹر سبحان کے کلینک میں ایڈمٹ ہے۔ ڈاکٹر سبحان غالباً اس کی نشے بازی کی عادت کا علاج کر رہا ہے۔“

”یہ تو متضاد بات ہے۔ اگر یہ بات ہے تو پھر اس ڈرامے کی کیا ضرورت ہے؟ نمرہ کے گھر میں دو نرسیں آخر کس لئے رکھی گئی ہیں؟ ویسے معاف کرنا اینجلا اب جو سوال میں کر رہا ہوں وہ بڑا مشکل ہے اور ہو سکتا ہے اس کا جواب دینے میں تمہیں مشکل پیش آئے۔ لیکن جب تم پولیس کی اس حد تک مدد کر رہی ہو تو تھوڑی سی تکلیف اور اٹھاؤ۔ مجھے ڈاکٹر سبحان کے بارے میں بتاؤ، یہ ڈاکٹر سبحان کس طرح کا آدمی ہے؟“

”ویسے تو ٹھیک ٹھاک ہی نظر آتا ہے، تھوڑا سا دلچسپ مزاج بھی رکھتا ہے۔ مثلاً وہ موٹاپے کا علاج بھی کرتا ہے اور موٹے آدمیوں کا کھانا پینا بند کر دیتا ہے۔ وہ ان کا علاج فاقوں سے کرتا ہے اور آپ سمجھئے کہ اس کام کے لئے کسی کوالیفیکیشن کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ کوئی بھی یہ کام کر سکتا ہے۔“

ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ دروازے کی بیل بجی اور میں چونک پڑا۔ اینجلا ایک دم اپنی جگہ سے اٹھ گئی تھی۔

”میں ابھی آئی۔“

”ایک منٹ اینجلا، ایک منٹ۔ دروازہ مت کھولنا۔“

”کیوں؟“ وہ میری طرف مڑ کر بولی۔

”میرا مطلب ہے......“

”نہیں، نہیں...... یہاں کوئی نہیں آتا۔ میں نے کچھ دیر پہلے باہر والے سے کچھ چیزیں منگوائی تھیں۔ میری ضرورت کی چیزیں وہی لے کر آتا ہے۔ آتی ہوں ابھی۔“ اس نے مطمئن لہجے میں کہا اور میں بھی مطمئن ہو گیا۔ وہ باہر نکل گئی اور میں آنکھیں بند کر کے سوچ میں ڈوب گیا۔ اینجلا کا خیال تھا کہ نمرہ، سیٹھ داؤد کی کوٹھی میں ہے ہی نہیں اور وہاں ایک اور نرس بھی ہے جو اس کمرے کی نگراں کی حیثیت انجام دے رہی ہے۔ نرسوں کا یہ اجتماع ایک بار پھر ڈاکٹر سبحان کے بارے میں ہی شکوک و شبہات میں مبتلا کر رہا تھا، لیکن اس کے ساتھ ہی اینجلا کے انکشافات بھی مضبوط حیثیت رکھتے تھے۔ معاملہ واقعی انتہائی پراسرار اور سنسنی خیز ہو گیا تھا۔ خود مجھے دماغی گھوڑے دوڑانے میں مزا آ رہا تھا اگر نمرہ سیٹھ داؤد کے گھر میں موجود نہیں ہے تو پھر کہاں ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کہی جا سکتی کہ وہ صرف اور صرف ڈاکٹر سبحان کے ہسپتال میں ہو گی اور ممکن ہے ڈاکٹر سبحان اس کی نشے کی عادت کا علاج ہی کر رہا ہو۔ اس بات کا علم لوسیا کو ضرور ہو گا۔ نرس لوسیا...... ایک بالکل ہی نیا نام میرے سامنے آیا تھا اور جسے میں نے ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔ میں سوچوں میں ڈوبا رہا۔

بہت دیر کے بعد مجھے احساس ہوا کہ اینجلا کو گئے ہوئے کافی دیر ہو گئی۔ بقول اس کے باہر والے سے کچھ چیزیں لینے میں اسے اتنی دیر تو نہیں ہونی چاہئے تھی۔ اس کی آواز بھی نہیں سنائی دے رہی تھی۔ ایک بار پھر میری چھٹی حس نے مجھے جھٹکا دیا اور میں پھرتی سے کھڑا ہو گیا۔ میں اٹھ کر دروازے پر پہنچا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا مگر وہاں کوئی موجود نہیں تھا......!

❀ ❀ ❀

میرا دماغ جھنجنا کر رہ گیا۔ انجلا کہاں گئی۔ ایک خوفناک خیال ذہن کے پردوں کو چھو کر گزر گیا...... وہ کون تھا جس نے بیل بجا کر انجلا کو بلایا تھا...... کیا وہی جس کے بارے میں انجلا نے بتایا تھا یا کوئی اور؟ آنکھوں میں ثمینہ ناز کی لاش گھوم گئی جسے ملتانے نے قتل کیا تھا۔ بے شک ملتانے زندہ نہیں تھا لیکن اس کی جگہ کوئی اور بھی لے سکتا ہے۔ آہ تو کیا؟

بے چینی سے اندر واپس آیا اور اس چھوٹے سے فلیٹ کا ایک ایک گوشہ دیکھ ڈالا۔ انجلا کہیں نہیں تھی۔ بالکل غیر فطری بات تھی کہ وہ اس طرح کہیں چلی جائے جبکہ میں اندر موجود تھا۔ پھر خیال آیا کہ آس پاس کے کسی پڑوسی نے کسی ضروری کام سے نہ بلا لیا ہو۔ ایک بار پھر باہر نکل آیا اور راہداری میں دور تک نظریں دوڑانے لگا۔ کچھ دیر اسی طرح گزاری پھر بالکل سامنے والے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ اس طرح کھل گیا جیسے کوئی دستک ہی کا منتظر ہو۔ وہ ایک پچاس سالہ بزرگ خاتون تھیں ان کے سر کے بال سفید براق اور چہرہ گول تھا۔

''کیا بات ہے......؟'' خاتون نے سرد لہجے میں کہا۔

''تکلیف کی معافی چاہتا ہوں۔ میں نرس انجلا کو تلاش کر رہا ہوں۔''

''وہ سامنے والے فلیٹ میں رہتی ہے۔'' بزرگ خاتون نے لرزتی آواز میں کہا۔

''مجھے معلوم ہے...... لیکن وہ ابھی اپنے فلیٹ سے باہر آئی تھی۔ کیا وہ آپ کے گھر میں تو نہیں ہے؟''

''میرے گھر میں کیوں ہوتی؟'' خاتون نے خشک لہجے میں کہا۔

''دیکھیے وہ کچھ دیر پہلے اپنے فلیٹ میں تھی لیکن......'' میں اپنا مطلب صحیح طور

ر بیان نہیں کر سکا۔

''تو بابا اس کے فلیٹ کا دروازہ بجاؤ، مجھے کیوں پریشان کر رہے ہو؟'' خاتون نے کہا اور دروازہ بند کر لیا۔ مجھے بڑی خجالت ہوئی تھی۔ دوبارہ دستک کی ہمت نہ ہوئی۔ پریشانی سے سر کھجا کر رہ گیا۔ یہ تو بڑی گڑبڑ ہو گئی۔ اب کیا کروں...... یہیں ں کر انجلا کا انتظار کروں یا...... لیکن اس یا سے آگے کچھ بھی نہیں تھا۔ نہ جانے ل کیوں کہہ رہا تھا کہ انجلا کے ساتھ بھی کچھ ہوا ہے۔ اللہ پناہ میں رکھے۔ وہ کون ہے جو طلسمی طور پر میرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ بے چاری انجلا بھی کیا ثمینہ ناز کی طرح کسی ایسے ہی حادثے کا شکار ہو گئی؟

میں نے جھک کر دروازے کے سامنے کسی نشان کو تلاش کیا۔ کوئی خون کا دھبہ کسی طرح کی جدوجہد کے آثار، لیکن کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ٹھنڈی سانس لے کر یدھا ہی ہوا تھا کہ ایک آدمی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آیا اور مجھے دیکھ کر ٹھٹک گیا پھر گے بڑھ کر بولا۔

''سلام صاحب! کس سے ملنا ہے؟''

''تم یہیں رہتے ہو بابا صاحب؟'' میں نے اس کی عمر کے حساب سے اسے ا کہہ کر مخاطب کیا۔

''چوکیدار ہوں ادھر جناب۔ ابی اوپر جا رہا تھا، پانی کا موٹر بند کرنے۔ ٹنکی بھر ئی ہے۔''

''ایک منٹ بابا جی۔ یہ اس فلیٹ کو دیکھو۔ یہاں نرس انجلا رہتی ہے۔ لیکن نہ جانے وہ دروازہ کھول کر کہاں چلی گئی ہے۔ آپ نے اسے باہر جاتے ہوئے تو نہیں یکھا؟''

''نہیں صاب! میں تو نیچے گیٹ پر ہی کھڑا تھا۔ وہ باہر نہیں گئی۔ ہو سکتا ہے ں والے کسی فلیٹ میں گئی ہو۔''

''کچھ پتہ نہیں چل رہا۔ میں نے اس سامنے والے فلیٹ سے بھی پوچھا تھا مگر ڑھی خاتون نے بتایا کہ انجلا اس فلیٹ میں بھی نہیں آئی۔''

''کون بوڑھی خاتون صاحب؟'' چوکیدار نے چونک کر پوچھا۔

"وہ جو اس سامنے والے فلیٹ میں رہتی ہیں۔"

"نہیں صاب! اس فلیٹ میں تو کوئی نہیں رہتا۔ اس کا مالک تو شارجہ میں ہے۔"

"ارے نہیں بابا صاحب! اندر ایک بوڑھی عورت ہے جس نے میرے دروازہ بجانے پر دروازہ کھولا تھا۔"

"کیا بولتا صاب! اس فلیٹ کا چابی تو میرے پاس ہے۔ یہ دیکھو، رفیق صاحب نے اس کا دیکھ بھال میرے حوالے کیا ہے۔" چوکیدار نے چابی نکال کر مجھے دکھائی۔

"میں نے ابھی اس سے بات کی ہے۔ جب میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے خود دروازہ کھولا تھا۔"

"اوئے ...... کوئی چور نہ ہو...... صاب آپ میرے ساتھ آؤ۔ میں تو اس کا روز صفائی کرتا ہوں۔ ادھر تو کوئی نہیں رہتا صاب۔ اندر دیکھیں؟"

"ہاں ضرور...... وہ اندر موجود ہے۔"

"ہم اس کو پکڑے گا، خداقسم...... آپ میرے ساتھ آؤ۔" چوکیدار بیچارہ ڈر گیا تھا۔ اس نے دروازہ کھولا اور اس سے پہلے میں اندر داخل ہو گیا۔ پھر میرے پیروں تلے سے زمین سرکنے لگی۔ خالی فلیٹ بھائیں بھائیں کر رہا تھا اور وہاں کسی ذی روح کا نشان نہیں مل رہا تھا۔

میرا حلق خشک ہو رہا تھا۔ یہ کیا چکر ہے...... اب تو سچ مچ یہ سب طلسم ہی معلوم ہو رہا تھا۔

"آپ سے غلطی ہوا صاب!" چوکیدار نے کہا۔

"ہوں...... ٹھیک ہے، ہو سکتا ہے۔" میں نے جواب دیا اور خالی فلیٹ سے باہر نکل آیا۔ چوکیدار نے دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا۔

میری نگاہیں ایک بار پھر انجلا کے فلیٹ کے دروازے کی طرف اٹھی تھیں۔ دروازے کی ڈائریکشن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی، مجھ سے پہلے چوکیدار دروازے پر پہنچا اور بار بار گھنٹی بجانے لگا۔ میں منتظر تھا کہ شاید انجلا آ گئی ہو، لیکن خاموشی

اری رہی۔

"دروازہ کھلا ہوا ہے بابا جی! کیا آپ یہاں پہرہ دیں گے؟"

"نہیں صاب! ہمارا ڈیوٹی تو گیٹ پر ہوتا ہے۔ ہم زیادہ دیر گیٹ خالی نہیں پھوڑتا۔"

"تو آؤ، ایک بار اندر اور دیکھ لیں، پھر تم اپنا کام کرنا۔"

چوکیدار ہچکچایا تو تھا لیکن پھر اس نے میرا ساتھ دیا۔ چوکیدار کے ساتھ ایک بار ر میں نے فلیٹ کی بھرپور تلاشی لی لیکن بے سود۔ باہر آ کر چوکیدار نے دروازہ بند یا اور اپنا کام کرنے چلا گیا۔ میں شدید اعصابی کھنچاؤ محسوس کر رہا تھا۔ اب اس ت میں کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ انجلا کو بیل بجا کر بلانے والا وہ نہیں تھا جسے انجلا ھ رہی تھی بلکہ کوئی اور ہی تھا۔ لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ انجلا کو کہاں اور ے لے گیا۔ گیٹ پر چوکیدار موجود تھا پھر اسے کیسے لے جایا گیا؟ یا پھر انجلا خود وپش ہو گئی۔ ممکن ہے اسی بلڈنگ کے کسی فلیٹ میں...... مگر کیوں...... مزید حیرانی ی بات وہ بوڑھی عورت تھی جو اس فلیٹ کے اندر سے برآمد ہوئی تھی جبکہ چوکیدار کا ہا کچھ اور ہی تھا اور میں نے خود اس کے ساتھ اس فلیٹ کا جائزہ لیا تھا۔

نادیہ کو میں نے پوری تفصیل سنائی تو اس نے ہنس کر کہا۔

"لگتا ہے اس بار واقعی کچھ روحیں تمہارے پیچھے لگ گئی ہیں۔"

"مذاق کر رہی ہو نا......؟" میں نے کھیسیں نکال کر کہا اور نادیہ ہنس پڑی۔

"نادیہ میں پاگل ہونے کے قریب ہوں۔"

"ہائے کیسے لگو گے پاگل ہو کر......" نادیہ نے شرارت بھرے لہجے میں کہا اور امنے رکھے ہوئے سینڈوچ پورے کے پورے منہ میں ٹھونسنے لگا۔ کچھ دیر کے د بولی۔

"یار میں کیا بتاؤں، مجرم بے حد باخبر اور تمہاری طرف سے بہت محتاط معلوم ہے۔ اس نے جرم کرنے سے پہلے تم پر حملے شروع کرا دیئے نہ جانے اسے ن کیوں تھا کہ اس کے جرم کی تفتیش تم ہی کرو گے۔ یہ سوچنے کی بات ہے۔ پھر وہ ل تمہارا تعاقب کر رہا ہے اور جہاں اسے خطرہ ہوتا ہے کہ تمہیں اس کا کوئی

نشان مل جائے گا وہاں وہ بے دریغ کوئی انسانی جان لے لیتا ہے۔"

"کون ہے وہ......؟" میں نے کہا۔

"تلاش کر لیں گے۔ نظام اللہ صاحب نے رپورٹ تو نہیں مانگی؟"

"کئی دن سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔"

"کمال کے آدمی ہو......" نادیہ نے کہا۔

"کیوں......؟"

"تمہارے افسر اعلیٰ ہیں وہ اور تمہیں پتہ ہی نہیں ہے کہ انہیں وزیر اعلیٰ کے ایک دورے کے لئے منتخب کیا گیا ہے اور وہ آج کل ٹریننگ پر ہیں۔"

"بابا! میں تمہاری معلومات کا مقابلہ کہاں کر سکتا ہوں؟"

"خیر...... اگلا پروگرام بتاؤ۔"

"ابھی تک تو نہیں ہے۔"

"ہے......" نادیہ نے کہا۔

"کیا......؟"

"اس کیس کے سلسلے میں ہمیں شہزاد احمد ملسانی سے ملنا ہے۔ یہ سیٹھ داؤد کے وکیل ہیں اور ان کی جائیداد کے ٹرسٹی ہیں۔ بڑا نام ہے ملسانی صاحب کا۔"

"اوکے......" میں نے کہا۔

راستے میں ہم ملسانی صاحب کے بارے میں باتیں کرتے رہے تھے۔ نادیہ انہیں اچھی طرح جانتی تھی۔ اس نے کہا۔

"بہت ہی اچھے انسان ہیں ملسانی صاحب۔ فوجداری مقدمات لڑنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

جب ہم ملسانی صاحب کے آفس پہنچے تو وہ ایک بہت بڑی میز کے پیچھے بیٹھے ایک فائل کی ورق گردانی کر رہے تھے۔ انگلیوں میں سگریٹ دبا ہوا تھا، کسی قدر چھوٹے قد اور مضبوط جسم کے مالک تھے۔ عمر تقریباً پچاس سال ہو گی۔ کلین شیو اور چشمہ لگائے ہوئے تھے۔ بہت ہی خوبصورت لباس پہنے ہوئے تھے۔

"آپ سکندر شاہ ہیں...... میں نے آپ کی سیکرٹری سے درخواست کی تھی کہ کل

ئی وقت رکھ لیا جائے۔ لیکن بس کچھ اس طرح انہوں نے استدعا کی کہ شاید یہی پ کی سیکرٹری ہیں۔"

"میں تو کچھ نہ بول سکا، نادیہ نے جلدی سے کہا۔

"یس سر...... میرا نام نادیہ ہے۔"

"ٹھیک ہے...... آپ لوگ فرمائیے، میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

میں نے فوراً خود کو سنبھال لیا۔ نہ تو سفر کے دوران نادیہ نے مجھے یہ بتایا تھا کہ ملسانی صاحب سے ملاقات کا وقت لے چکی ہے۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اسے ے اقدامات پر کس قدر اعتماد تھا ورنہ میں کسی اور کام میں بھی الجھ سکتا تھا۔ تاہم میں ے آگے کی گفتگو میں تساہل سے کام لیا اور کہا۔

"میں آپ سے داؤد فیملی کی ایک لڑکی ندرت داؤد کی موت کے بارے میں ت کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں کہئے......؟"

"کچھ ایسے عوامل سامنے آئے کہ ہم ان کی موت کو طبعی موت تسلیم نہ کر سکے ہیں اس بات کی تفتیش کرنی پڑی۔

"کچھ نتائج حاصل ہوئے؟"

"جی سر......"

"مجھے پوری تفصیل بتائیے۔" ملسانی صاحب نے فائل ایک طرف سرکا دیا اور ا توجہ سے ہماری بات سننے لگے۔ میں نے انہیں ندرت داؤد کی موت کے ے میں بتایا اور کہا۔

"ندرت داؤد نے اپنی بجائے اپنی چھوٹی بہن نمرہ داؤد کے لئے خطرے کا ر کیا کہ کوئی اسے بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ پھر ندرت داؤد کی موت ہو گئی۔ حالانکہ اس کے اطراف کے تمام لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ ایک تندرست ی اور اسے کسی طرح کی بیماری نہیں تھی۔ لیکن اس کی موت ہارٹ اٹیک سے بتائی گئی۔ اس دوران جناب والا کچھ اور ایسے واقعات ہوئے جن کی وجہ سے ں طرف متوجہ ہونا پڑا۔" میں نے ملسانی صاحب کو ایک ایک بات پوری

تفصیل سے بتائی۔ اپنے اوپر حملوں کی کہانی اور پھر سیٹھ داؤد کے گھر جانا، مکان کی خراب حالت، ملازموں کی کیفیت، نمرہ کی مبینہ بیماری کے متعلق ساری تفصیل انہیں بتائی۔ میں نے انہیں بتایا کہ ہر طرف سے معلومات حاصل کرنے کے بعد صورت حال دو ہی افراد کو واضح کرتی رہی۔ ڈاکٹر محمود اعظم اور ڈاکٹر سبحان۔ اس کے بعد میں نے ڈاکٹر سبحان کے ایک غنڈے ملتانے کے بارے میں بھی سبھی کچھ بتایا کہ کس طرح اس نے میرا تعاقب کیا اور کس طرح اس نے ندرت داؤد کی ملازمہ کو گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا، مجھے بھی قتل کرنے کی کوشش کی۔ میں نے ملسانی صاحب کو ایس پی فیاض بیگ کی دھمکی کے بارے میں بھی بتایا کہ اگر میں نے ڈاکٹر سبحان یا نمرہ کے معاملے میں ٹانگ اڑائی تو مجھے خطرناک نتائج بھگتنا ہوں گے۔ نرس انجلا کے مکان پر جو کچھ ہوا تھا وہ اور اس کی گمشدگی کے واقعے سے بھی انہیں آگاہ کر دیا۔ شہزاد احمد ملسانی تصویر حیرت بنے ہوئے ساری تفصیل سنتے رہے۔ تمام واقعات سنانے کے بعد میں نے ان سے کہا۔

”ملسانی صاحب! میں اس لئے آپ کے پاس آیا ہوں کہ آپ احمد داؤد کے خاندان کے ٹرسٹی ہیں، میرا خیال تھا کہ یہ تمام باتیں آپ کے علم میں لانا ضروری تھیں، یہ میں نے ذاتی طور پر کیا ہے اور اس سلسلے میں آپ سے مکمل تعاون کا خواہش مند ہوں۔“

”انسپکٹر صاحب! آپ نے مجھے یہ ساری تفصیل بتا کر ششدر کر دیا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ یہ ایک بے حد سنسنی خیز داستان لگتی ہے۔ لیکن حقائق پر نگاہ ڈالنے سے مجھے یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ آپ کو میرے سامنے غلط بیانی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ قانون کے محافظ ہیں اور واقعات اس طرح پیش آئے ہیں کہ سارے معاملات اسی نگاہ سے دیکھنے چاہئیں۔ بہرحال اگر آپ کے علاوہ کوئی اور یہ کہانی سناتا تو میں اس کہانی پر کبھی یقین نہیں کرتا۔ جو واقعات آپ نے بیان کئے ہیں ان کی روشنی میں تو ندرت داؤد کی موت کی تحقیقات کے لئے خاصا جواز موجود ہے اور پھر آپ نے ایک بڑی عجیب کہانی کٹے ہوئے ہاتھوں کے پارسل کے بارے میں سنائی ہے، یہ سب سے سنگین مسئلہ ہے۔ جس شخص نے بھی یہ عمل کیا اس کی درند

ظرت سے تو کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ آپ کئی افراد کے قتل کے بارے میں بھی تا رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ جرم بڑے اعلیٰ پیمانے پر کیا جا رہا ہے، پھر وہ دو کٹے ہوئے انسانی ہاتھ۔ آپ کو تحقیقات کرنی چاہئے کہ وہ کٹے ہوئے ہاتھ اور ندرت اؤد کی موت کا آپس میں کیا تعلق ہے۔ البتہ اگر آپ نے کوئی ایسا ٹھوس ثبوت راہم کر دیا جس کی بنیاد پر میں اس معاملے میں حصہ لے سکوں تو آپ یقین رکھئے کہ میں اپنی تمام تر صلاحیتوں اور پوری قوت سے اس مسئلے میں کام کروں گا۔“

”میں اپنے اوپر قاتلانہ حملے کے بارے میں بھی آپ کو بتا چکا ہوں۔“

”ہاں، آپ کا پیشہ ہی ایسا ہے جس میں ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔ بہرحال اگر ا تفتیش کے دوران آپ کو کسی نے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو میں عدالت میں پ کا کیس بھی لڑوں گا۔ یہ میرا آپ سے وعدہ ہے۔“

”میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں ملسانی صاحب، کچھ سوالات میں آپ سے رنا چاہتا ہوں، کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیں گے؟“

”ہاں پوچھئے......“ ملسانی صاحب نے بدستور اسی توجہ سے کہا۔

”آپ آخری مرتبہ ندرت داؤد سے کب ملے تھے؟“ میں نے سوال کیا۔

”میں اس کے جنازے میں شریک تھا۔ ویسے اس سے میری ملاقات کبھی نہیں ئی۔ جب بھی ضرورت پیش آتی تھی بذریعہ ڈاک کاغذات بھیج دیئے جاتے تھے جو ستخط کر کے بذریعہ ڈاک واپس کر دیا کرتی تھی۔“

”کیا آپ کو اس کی بیماری کے بارے میں کچھ معلوم تھا؟“

”نہیں...... اس کی بیماری کے متعلق کبھی کوئی اطلاع نہیں ملی۔“

”اچھا، کیا آپ کو اس بات کا اطمینان ہے کہ سیٹھ داؤد کی موت ایک اتفاقی ثی جیسا کہ بیان کیا گیا؟“ اس سوال پر ملسانی صاحب چونک پڑے اور حیرت عالم میں میری طرف دیکھنے لگے، کچھ لمحوں کے بعد انہوں نے کہا۔

”ہاں، وہ حادثہ ہی تھا، مگر اس سوال سے آپ کا مقصد کیا ہے؟“

”کیا یہ خودکشی کا کیس نہیں ہو سکتا؟“ میں نے اندھیرے میں تیر پھینکا۔

”خودکشی کا کوئی معقول سبب ہوتا ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی عقل مند آدمی

ریوالور کے ہوتے ہوئے شاٹ گن سے خودکشی نہیں کرتا۔ آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ داؤد صاحب کے پاس ریوالور تو ہونا ہی چاہئے تھا۔“

”خودکشی کی صورت میں کیا کوئی فرق پڑتا؟“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں...... فرق پڑتا ہے داؤد صاحب نے اپنی زندگی کا بیمہ ایک کروڑ روپے کا کرا رکھا تھا اور بیمہ پالیسی کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ خودکشی کی صورت میں بیمہ کمپنی ادائیگی نہیں کرے گی۔“

”پالیسی کی ایک کروڑ روپے کی رقم کس کو ملی؟“

”دیکھئے انسپکٹر صاحب! ان سوالات کا کوئی مقصد ہونا چاہئے۔ آپ ان سے کیا نتیجہ اخذ کرنا چاہتے ہیں؟“

میں نے ملسانی صاحب کے انداز میں کچھ بیزاری سی محسوس کی تھی۔

”ملسانی صاحب! یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے کہ ڈاکٹر سبحان جیسا غیر مستند ڈاکٹر سیٹھ داؤد کی موت کا سرٹیفکیٹ جاری کرتا ہے اور مقامی پولیس اور عدالت اس کو تسلیم کر لیتی ہے۔ میں اپنے طور پر مطمئن ہونا چاہتا ہوں کہ سیٹھ داؤد کی موت واقعی ایک حادثہ تھی یا پھر کچھ اور، یا پھر اگر فرض کر لیا جائے کہ انہوں نے خودکشی کی تھی تو ظاہر ہے حکومت کو دھوکا دے کر ایک کروڑ روپے کا صریحاً نقصان پہنچایا گیا ہے۔ خودکشی کی واردات کو اتفاقی حادثے میں تبدیل کر دینا مقامی پولیس کے لئے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔“

”کیا، کیا...... کیا کہا آپ نے، ڈاکٹر سبحان کوالیفائڈ ڈاکٹر نہیں ہے؟“ ملسانی صاحب نے حیران ہو کر پوچھا۔

”نہیں...... مگر آپ نے میرے سوال کا جواب ابھی تک نہیں دیا کہ انشورنس کی رقم کے ایک کروڑ روپے کس کو ملے؟“

”ندرت داؤد کو۔“ ملسانی صاحب نے دھیمی آواز میں کہا پھر بولے۔ ”اور اس کی موت کے بعد نمرہ کو۔“

”اس کا مطلب ہے کہ نمرہ کے پاس اس وقت انشورنس کی رقم کا ایک کروڑ روپیہ بھی موجود ہے۔“

”ہاں، میں نے کوشش کی تھی کہ ندرت یہ رقم کسی کاروبار میں لگا دے مگر اس نے میری بات نہیں مانی اور تمام رقم اپنے بینک میں جمع کرا دی اور اس کی موت کے بعد خود بخود رقم نمرہ کو منتقل ہو گئی ہے۔“

”اور نمرہ نے یہ رقم کہاں رکھ چھوڑی ہے...... کیا اب بھی وہ رقم بینک میں ہی ہے؟“

”مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں میں نے کبھی اس کا بینک اکاؤنٹ نہیں دیکھا۔“

”پلیز، میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ یہ اکاؤنٹ دیکھ کر مجھے بتائیں کہ کتنی رقم بچی ہے۔ ندرت نے درخواست کی تھی کہ کوئی شخص اس کی بہن نمرہ کو بلیک میل کر رہا ہے اور اس کی جان خطرے میں ہے اور اس کے بعد جو واقعات پیش آئے وہ میں نے آپ کے گوش گزار کئے ہیں۔ آپ مجھے بتائیے کہ کیا ان واقعات کا آپس میں تعلق نہیں ہے؟“

”یہ تو خیر آپ ہی غور کر سکتے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر سبحان کو غیر مستند ہونے کی حیثیت سے سرٹیفکیٹ جاری کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا، اس کے خلاف چارہ جوئی کی جا سکتی ہے۔ جہاں تک معاملہ سیٹھ داؤد کی موت کا ہے تو انشورنس کمپنی نے بھی اس موت کو حادثہ ہی قرار دیا تھا اور مطمئن ہو گئی تھی۔“

”ڈاکٹر سبحان کے جاری کردہ سرٹیفکیٹ اور مقامی پولیس کی تفتیش اور فوجداری کی کارروائی کے بعد پولیس نے تصدیق کر دی تو کمپنی کے اعتراض کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی تھی؟ لیکن ملسانی صاحب عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ ندرت داؤد دل کی بیماری کا شکار تھی۔“

”ویسے ایک بات میں آپ کو بتاؤں انسپکٹر صاحب! کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بیماری کا بالکل پتہ نہیں چلتا۔“

”آپ ٹھیک فرماتے ہیں۔ مگر یہ ناممکن ہے کہ ایک شخص حرکت قلب بند ہو جانے سے مر جائے جبکہ موت سے دو دن پہلے وہ پوری طرح تندرست اور توانا ہو تھا کہ ندرت کے بارے میں یہ تفصیل ہر شخص بتاتا ہے کہ وہ ایک چاق و چوبند

لڑکی تھی۔"

"گویا آپ ندرت کی موت کے بارے میں شبہے کا شکار ہیں؟"

"میں ابھی تک بغیر کسی ثبوت کے یہ بات کہہ رہا ہوں، اور کھل کر کہہ رہا ہوں کہ ندرت داؤد کی موت حرکت قلب بند ہو جانے سے نہیں ہوئی۔"

"مجھے تعجب ہے، یہ صرف آپ کی اختراع ہے، ورنہ ابھی تک کہیں اور سے اس بارے میں کسی شبہے کا اظہار نہیں کیا گیا۔"

"بہرحال ہم معاملات کو کوئی اور رنگ ابھی نہیں دے رہے، فی الحال نمرہ تک ہی محدود ہیں۔ سیٹھ داؤد کے گھر کی حالت اور ملازمین کی غفلت اور اس کے علاوہ نرس انجلا کے بیان سے میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ نمرہ اپنے گھر میں موجود نہیں ہے۔ اگر وہ وہاں نہیں ہے تو پھر کہاں ہے؟"

"ہاں، یہ مسئلہ توجہ طلب ضرور ہے۔"

"ممکن ہے ڈاکٹر سبحان نے اسے اپنے ہسپتال میں قید کر رکھا ہو۔" میری بات سن کر ملسانی صاحب کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔ انہوں نے کسی قدر ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"بلا کسی جواز کے ہمیں ایسی بات سوچنی بھی نہیں چاہئے۔ ابھی گزشتہ ہفتے مجھے نمرہ کا خط ملا تھا جو اس نے اپنے گھر ہی سے تحریر کیا تھا، میں نے اس کو کچھ کاغذات دستخط کرنے کے لئے بھجوائے تھے جو اس نے دستخط کر کے واپس بھیجے تھے۔"

"لیکن اس سے یہ بات تو ثابت نہیں ہوتی کہ وہ ہسپتال میں قید نہیں ہے۔" میں نے اعتراض کیا۔

"خیر یہ معلوم کرنا کوئی مشکل بات نہیں ہے، میں اسے خط لکھ کر کسی اہم کاغذ پر دستخط کرنے کے بہانے یہاں بلا سکتا ہوں۔" ملسانی صاحب نے کہا۔

"آپ کا انتہائی شکر گزار ہوں گا میں۔ آپ ایسا کیجئے ملسانی صاحب آپ اسے یہاں بلائیں اور مجھے اطلاع دے دیں۔ جب وہ یہاں سے واپس جائے گی تو میں اس کا تعاقب کر کے یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ وہ کہاں جاتی ہے۔"

"ٹھیک ہے...... میں آپ کو اطلاع کر دوں گا۔" ملسانی صاحب نے کرسی

سے اٹھتے ہوئے کہا، پھر بولے۔ "میں کچھ مصروف ہوں، کیا آپ براہِ کرم مجھے اجازت دیں گے؟"

"جی ضرور۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد میں نادیہ کے ساتھ وہاں سے باہر نکل آیا۔ اس دوران نادیہ صمدانی نے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکالا تھا، وہ خاموشی سے سب کچھ سنتی رہی تھی بلکہ اس نے چہرے پر اس طرح کے تاثرات پیدا کر لئے تھے جیسے ایک باادب سیکرٹری خاموشی سے باس کی بات سن رہی ہو۔ البتہ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ ملسانی صاحب نے بھی نادیہ صمدانی کی موجودگی پر ایک بھی بات نہیں کی تھی جبکہ وہ چاہتے تو کہہ سکتے تھے کہ اس اہم گفتگو میں ایک غیر متعلق شخصیت کا اس حد تک موجود ہونا مناسب نہیں ہے۔ یہ بات آسانی سے ٹل گئی تھی۔ باہر آ کر ہم دونوں اس بات پر خوب ہنسے۔ نادیہ نے کہا۔

"ایک بات کہوں، ملسانی صاحب کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"ارے، ارے، ارے...... تم نے خود ہی ان سے رابطہ قائم کیا تھا۔"

"وہ بات دراصل یہ ہے جناب سکندر اعظم صاحب کہ آپ ٹھہرے مست مولا، خالص پولیس والے۔ کسی پر شبہ ہو جائے، پکڑا، ڈنڈے برسائے اور اپنی مرضی کی بات کہلوا لی۔ آدمی صاحب اثر ہوا تو خاموشی اختیار کر لی۔ مگر میں مسلسل عقلی گھوڑے دوڑاتی رہتی ہوں۔ حالانکہ جو اہم خبریں مجھے مل جاتی ہیں میرا دل تو چاہتا ہے کہ انہیں دس گنا بڑھا کر چھاپ دوں لیکن بس آپ کے معاملے میں یہ کام نجانے کیوں نہیں کر پاتی۔"

"اظہارِ عشق کر رہی ہو؟" میں نے شرارت بھری آواز میں پوچھا۔

"جا رہی ہوں فضول آدمی۔" نادیہ ایک دم رک گئی۔

"ارے ارے، ناراض بھی ہوتی ہو؟"

"اب یہاں سے کہاں جا کر مرو گے؟"

"بس...... میرا خیال ہے مجھے انجلا کی خبر لینی چاہئے، پتہ نہیں بیچاری زندہ ہے یا مر گئی۔ کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے جاؤ"

”تم نہیں جاؤ گی؟“

”نہیں، میرا موڈ خراب ہو گیا ہے۔“

”یار نادیہ، یہ کیا کہہ رہی ہو، ہم لوگ تو ہر طرح کا مذاق کر لیتے ہیں۔“

”او کے، خدا حافظ۔“ نادیہ نے کہا اور ایک طرف چلی گئی۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ میں غور کر رہا تھا کہ آخر نادیہ اس قدر برافروختہ کیوں ہوئی اور اس کے بعد کچھ دلگداز خیالات میرے دل میں آئے۔ نادیہ کے اپنے بھی جذبات تھے اور حقیقت یہ تھی کہ کہیں بہت دور تحت الشعور کے آخری حصے میں ہمارے دماغ میں ایک دوسرے کی تصویر ضرور موجود تھی۔

بہت دیر تک میں نادیہ کے بارے میں سوچتا رہا، پھر اپنے پروگرام کے مطابق میں نے متعلقہ تھانے کی طرف رخ کیا تھا۔ یہ عمل نادیہ کی مرضی کے خلاف تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ میں کسی طرح ایس پی فیاض بیگ کے ہتھے چڑھوں۔ لیکن میں لکیر کا فقیر بھی نہیں بننا چاہتا تھا۔ قانون کے کچھ تقاضے بھی پورے کرنے ہوتے ہیں۔ کل مجھے بھی کسی تھانے میں تعینات ہونا تھا۔ یہ گاڑی تعاون سے ہی چلتی ہے۔ البتہ ایس ایچ او اسحاق نے مجھے اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا۔ تاہم اس نے رسمی اخلاق کا مظاہرہ کیا تھا۔

”کہیے، کیسے مزاج ہیں؟“

”بالکل ٹھیک ہوں اسحاق صاحب...... وہی داؤد فیملی کا معاملہ درپیش ہے۔“

”یہ سارے جہاں کا درد آپ نے اپنے جگر میں کیوں پال رکھا ہے۔ اعلیٰ افسران جب اس بارے میں کسی کی مداخلت نہیں چاہتے تو آپ کیوں نہیں مان جاتے؟“

”قانون کیا اعلیٰ افسران کی ملکیت ہے اسحاق صاحب؟ یہ ایک باقاعدہ کیس ہے جس کی تفتیش ایک اعلیٰ افسر نے ہی میرے سپرد کی ہے میرا کوئی ذاتی مسئلہ نہیں ہے۔ دیکھئے یہ رویہ اختیار نہ کیجئے ورنہ میں ایک رپورٹ تیار کر کے آئی جی صاحب کو پیش کر دوں گا جس میں آپ کے اور فیاض بیگ کے بارے میں تفصیل درج ہوگی۔ میں درخواست کروں گا کہ ڈاکٹر سبحان سے آپ لوگوں کے تعلقات کے بارے میں

ایک کمیشن بٹھایا جائے۔ بات کہاں تک پہنچے گی آپ خود اندازہ لگا لیجئے۔ حالانکہ میں ایسا نہیں چاہتا کیونکہ ہمیں باہمی تعاون سے بہت دور تک چلنا ہے۔“

اسحاق صاحب فوراً ہوش میں آ گئے۔ کچھ دیر خاموش رہے پھر بولے۔ ”یار مجھے کیوں دھمکیاں دے رہے ہو۔ تم ان افسران کو مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔“

”ٹھیک ہے...... لیکن میں ایک کیس پر کام کر رہا ہوں، کسی ذاتی سلسلے میں آپ سے مدد نہیں مانگ رہا۔“

”مجھے بتاؤ، کیا کام ہے مجھ سے؟“

”سیٹھ داؤد کی بیٹی نمرہ کے پاس ایک نرس اینجلا کے نام سے کام کرتی تھی اور وہ ڈاکٹر سبحان کے ہسپتال میں بھی کام کرتی تھی۔ میں اس کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”وہ کام کرتی تھی نہیں بلکہ اب بھی کرتی ہے۔ تصحیح کر لو۔“ اسحاق نے کہا۔

”یہی تو اصل مسئلہ ہے دوست! وہ غائب ہے۔“

”کیا مطلب؟“ ایس ایچ او نے تعجب سے کہا اور میں نے اسے نرس اینجلا کی گمشدگی کے بارے میں پوری تفصیل بتا دی۔ میں اسحاق کے چہرے کا گہری نگاہ سے جائزہ لے رہا تھا۔

کچھ دیر تک اسحاق ہونٹ سکوڑے کچھ سوچتا رہا، پھر بولا۔

”دو سال پہلے بھی ڈاکٹر سبحان کے ہسپتال کی ایک نرس غائب ہو گئی تھی جو کوشش کے باوجود آج تک نہیں ملی۔ ڈاکٹر سبحان سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کی گئیں تو اس نے بتایا کہ نرس کا کسی سے عشق چل رہا تھا۔ اس کے والدین اس شخص سے اس کی شادی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ نرس اس سے شادی کر کے غائب ہو گئی۔ یہ بات واقعی تشویش ناک ہے۔“

”کیا نرس اینجلا کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی گئی ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”نہیں، ایسی کوئی رپورٹ نہیں ملی۔ لیکن کیا ضروری ہے کہ وہ غائب ہو گئی ہو، ممکن ہے بعد میں واپس آ گئی ہو۔“

"کسی کو اپنے فلیٹ میں ادھوری گفتگو کے درمیان چھوڑ کر کوئی اپنی مرضی سے کہیں جا سکتا ہے؟ خود سوچئے مسٹر اسحاق"

"ہاں...... ممکن تو نہیں ہے۔"

"پھر......؟"

"میں ایک کام کر سکتا ہوں۔"

"کیا......؟"

"خود وہاں جا کر تفتیش کروں۔ اگر مجھ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو کہہ دوں گا کہ کسی نامعلوم شخص نے فون کر کے نرس کی گمشدگی کی اطلاع دی ہے۔ مجھے بتاؤ اس کے سوا کیا کر سکتا ہوں؟"

"مجھے یقین نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟" اسحاق چونک کر بولا۔

"اگر واقعی آپ کو نرس کی گمشدگی کے بارے میں معلوم نہیں ہے تو مجھے یقین ہے کہ سب سے پہلے آپ اس کی گمشدگی کی رپورٹ فیاض بیگ کو دیں گے اور اس کے بعد آپ دونوں ڈاکٹر سبحان کو اس کے بارے میں بتائیں گے۔"

"مجھے جو کچھ کرنا ہے میں جانتا ہوں۔ آپ ایسا کریں مسٹر سکندر کہ ہم دونوں پر نگاہ رکھیں۔" ایس ایچ او اسحاق نے طنزیہ لہجے میں کہا اور میں ہنستا ہوا اٹھ گیا۔

"مشورے کا شکریہ۔" یہ کہہ کر میں باہر نکل آیا۔ پھر میں نے ہیڈ کوارٹر ہی کا رخ کیا تھا۔ سب انسپکٹر زیدی میرے آفس میں بیٹھا کسی کام میں مصروف تھا مجھے دیکھ کر اس نے کھڑے ہو کر سیلوٹ کیا۔ میں نے اپنی کرسی سنبھالتے ہوئے کہا۔

"نظام اللہ صاحب آؤٹ آف سٹی ہیں؟"

"یس سر! مجھے ابھی ابھی معلوم ہوا ہے۔"

"کمال ہے یار! ہماری اپنی اطلاعات بھی ہمیں باہر سے ملتی ہیں۔" نرس انجیلا کو اغوا کر لیا گیا ہے۔"

"اوہ...... کب...... کیسے......؟" زیدی نے چونک کر پوچھا اور میں نے اسے تفصیل بتا دی۔ وہ اور حیران ہو گیا، پھر بولا۔ "لیکن سر! ممکن ہے وہ خود ہی غائب

ہو گئی ہو۔"

"جن حالات میں وہ گم ہوئی ہے ان میں یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ ویسے ایک اور کام کی شخصیت سے بھی ملاقات کی ہے میں نے۔"

"کس سے؟"

"شہزاد احمد ملسانی سے۔"

"یہ تو بڑے نامی گرامی ایڈووکیٹ ہیں۔"

"اور سیٹھ داؤد کی جائیداد کے ٹرسٹی بھی۔" میں نے اسے بتایا اور پھر زیدی کو اس بارے میں تفصیل بتانے لگا۔ اصل میں ایک روایتی افسر نہیں بننا چاہتا تھا میں۔ زیدی ویسے بھی ایک مکمل قابل اعتبار شخص تھا۔ اس کے علاوہ مجھے اسسٹ بھی کر رہا تھا چنانچہ اسے حالات سے آگاہ رکھنا ضروری تھا۔

"مجھے اندازہ ہو رہا ہے سر کہ آپ کو ندرت داؤد کے قتل کا یقین ہو گیا ہے۔"

"خاصی حد تک زیدی! شواہد اور محرکات موجود ہیں، یعنی دولت اور جائیداد۔ اس کی موت کسی بھی طرح حرکت قلب بند ہونے سے نہیں ہوئی۔ بہت سے زہر موجود ہیں جن کے استعمال سے دل کی حرکت رک سکتی ہے۔ ایک ڈاکٹر سے زیادہ اس بارے میں اور کون جان سکتا ہے۔" بعض حالات میں ڈاکٹر خود بھی ان زہروں سے واقف تو نہیں ہو پاتے۔ ان میں سے ایک زہر کا نام آرسنک پائنزو ہے جس کی مختصر مقدار حرکت قلب روک سکتی ہے۔ ایک کیس کے سلسلے میں یہ نام پتہ چلا تھا۔

"مائی گاڈ...... تو کیا نمرہ نے اپنی بہن کو قتل کیا؟" زیدی نے میری بات سمجھ کر کہا۔

"ہاں...... بہت بڑی جائیداد کے علاوہ انشورنس کی ایک کروڑ کی نقد رقم بھی شامل ہے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قتل نمرہ نے نہ کیا ہو مگر وہ کسی بلیک میلر کے ہاتھوں میں ضرور کھیل رہی ہے۔ میں تو سیٹھ داؤد کی موت کو بھی حادثہ نہیں سمجھتا۔ ممکن ہے اسے بھی قتل کیا گیا ہو۔ اگر اس کی موت میں کوئی چکر نہ ہوتا تو ڈاکٹر سبحان اس کی موت کا سرٹیفکیٹ جاری نہ کرتا۔ کیا کہتے ہو اس جواز کے بارے میں؟"

"سر کافی پیچیدگیاں ہیں۔ میرا ذہن کام نہیں کر رہا۔"

”دیکھو یہ صرف مفروضے ہیں۔ بغیر ثبوتوں کے ہم حتمی بات نہیں کہہ سکتے۔ ممکن ہے ڈاکٹر سبحان نے اس موت کو اپنے مددگاروں کی مدد سے ایک اتفاقیہ حادثہ قرار دیا ہو جبکہ یہ اتفاقیہ حادثے کی بجائے صریحی خودکشی ہو اور خودکشی نہیں تو پھر سو فیصدی قتل۔“

تفتیش جاری تھی۔ میں، نادیہ صمدانی اور زیدی پوری طرح اس کیس میں دلچسپی محسوس کر رہے تھے۔ ایسے کیس کم ہی ہوتے ہیں جن میں ذہنی اور جسمانی دونوں طرح کی ورزش ہوتی ہو۔ قاتلانہ حملوں کا شکار اکیلا میں ہی نہیں، نادیہ صمدانی بھی ہو چکی تھی اور اس کے ابھی بہت سے امکانات باقی تھے۔ اللہ کے فضل سے دشمن کے مہرے پٹ رہے تھے اور میری زندگی بچ رہی تھی۔ پہلا حملہ میری کار کو ٹرک سے ٹکرانے کی کوشش، دوسرا براہِ راست حملہ جس میں میرے دشمن کو شدید خوف کے عالم میں اپنے ہی آدمی کو قتل کرنا پڑا۔ تیسرے حملے میں اس کا آدمی میرے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کے بعد شاید دشمن محتاط ہوا تھا ورنہ نرس اینجلا کے فلیٹ میں بھی مجھ پر حملہ کیا جا سکتا تھا۔ وہ ایک اچھا موقع تھا کیونکہ اس وقت میں بالکل محتاط نہیں تھا۔

اس کے علاوہ بے شمار کردار جن میں ہر ایک اپنی اہمیت رکھتا تھا۔ ہماری ذہنی ورزش جاری تھی۔ اس وقت بھی میں اپنے دفتر میں بیٹھا گتھیوں میں الجھا ہوا تھا اور اس وقت ایک خاص سوال میرے ذہن میں تولد ہوا تھا۔ ندرت نے اپنے والد کی موت سے ایک ہفتے پہلے منگنی کیوں توڑی تھی؟ خود اس نے یہ منگنی توڑی تھی یا اس کی تحریک فیروز یا خود سیٹھ داؤد کی طرف سے ہوئی تھی؟

میرے دماغ میں چھناکے ہونے لگے۔ اگر آپ ایک پولیس افسر ہوتے تو یہ بات خوب سمجھتے کہ کسی ایسے کیس میں جس میں بہت سے کردار ملوث ہو گئے ہوں پہاڑ تل کی اوٹ میں چلا جاتا ہے۔ کوئی ایسی بات ذہن سے اوجھل ہوتی ہے جو بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ کہیں سے کوئی ایسا کلیو ہاتھ نہیں آیا تھا جس پر مضبوط گرفت قائم کی جاتی۔ نہ جانے اس وقت یہ خیال کیوں ذہن پر حاوی ہو گیا تھا کہ اس ایک سوال میں بہت کچھ چھپا ہوا ہے یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ یہی سوال اس گورکھ دھندے کی چابی ہو۔ مگر سوال کا سوال یہ تھا کہ اس بارے میں معلومات کہاں سے

حاصل کی جا سکتی ہیں؟ بہت دیر تک اس بارے میں سوچتا رہا۔ ایک ہی ترکیب ذہن میں آتی تھی کہ ایک بار پھر سیٹھ داؤد کی کوٹھی کا جائزہ لیا جائے۔ وہاں سے کوئی ملازم اٹھایا جائے۔ حالانکہ اینجلا بتا چکی تھی کہ نمرہ نے سارے پرانے ملازموں کو چھٹی دے دی تھی۔ لیکن یہ تو نمرہ کا بیان تھا۔ ممکن ہے کوئی ترپ ہاتھ لگ جائے۔ میں مکمل محتاط رہ کر وہ کام کر رہا تھا۔ اول تو یہ کہ کٹے ہوئے ہاتھوں کے پارسل کا تعلق خود میں نے داؤد فیملی کے واقعات سے جوڑ دیا تھا۔ کوئی ٹھوس راستہ نہیں تھا۔ ممکن ہے اس معاملے کا تعلق ان کٹے ہاتھوں سے نہ نکلے اور میری برات چڑھ جائے۔ بس کچھ اس طرح کے واقعات پیش آئے تھے کہ میں اس طرف دوڑ پڑا تھا۔ دوسری بات یہ کہ سیٹھ داؤد کی کوٹھی میں زیادہ بے خوفی نہیں دکھا سکتا تھا۔ کیونکہ یہ فیاض بیگ صاحب کی سرپرستی میں تھی اور وہ اس پر پوری نگاہ رکھے ہوئے تھے اس لئے میں ان سے دور دور ہی تھا۔ البتہ یہ خیال دل میں جڑ پکڑ رہا تھا کہ اس کوٹھی کا کوئی پرانا ملازم میرے لئے بہت کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔

ابھی میں انہی سوچوں میں گم تھا کہ ہیڈ محرر نے کمرے میں داخل ہو کر بتایا کہ ایک شخص کا فون کئی بار آ چکا ہے۔ آپ کو پوچھتا ہے اور کہتا ہے کہ صرف آپ ہی سے بات کرنا چاہتا ہے۔

”نمبر کیا ہے؟“

”پبلک کال سے بات کر رہا ہے اسی لئے سی ایل آئی پر نمبر نہیں آ رہا۔“

”کچھ کہتا ہے؟“

”جی ہاں۔ میں نے اس سے اس کا نام وغیرہ پوچھا مگر اس نے نہیں بتایا اور کہا کہ وہ انہی انسپکٹر صاحب سے بات کرنا چاہتا ہے جو کٹے ہوئے ہاتھوں اور داؤد فیملی کے واقعات کی تفتیش کر رہے ہیں۔“

”ارے......“ میں چونک پڑا۔

”آواز اور بات کرنے کے انداز سے بہت خوفزدہ لگ رہا تھا۔“

”میں موجود ہوں...... دوبارہ فون آئے تو مجھے بتاؤ۔“

”فون آیا ہے سر......!“ ہیڈ محرر نے کہا اور میں اچھل پڑا۔

"کیا مطلب...... کیا تم نے ہولڈ کرایا ہوا ہے؟"

"جی سر......"

"بھلے آدمی سیدھے سیدھے بتاتے کہ مجھے اس سے فون پر بات کرنی ہے۔ بلاوجہ لمبی کہانیاں سنا رہے ہو۔" میں نے ناخوشگواری سے کہا اور پھر جلدی سے فون ریسیو کیا۔

"ہیلو......"

"آپ کون بول رہے ہیں؟"

"انسپکٹر سکندر شاہ۔"

"کیا آپ ہی سیٹھ داؤد کے سلسلے میں تفتیش کر رہے ہیں؟"

"جی جی...... آپ کون صاحب ہیں؟"

دوسری طرف سے لمبے لمبے سانس لینے کی آوازیں سنائی دیں جیسے کوئی دمے کا مریض دورہ پڑنے پر سانسیں لیتا ہے۔ پھر کھانسنے کی آواز بھی سنائی دی۔ کچھ دیر فون پر بولنے والا اپنی سانسیں درست کرتا رہا پھر اس نے کہا۔

"انسپکٹر صاحب! میں آپ کو ایک خاص اطلاع دے رہا ہوں لیکن خدا کے لئے آپ میری بات پر ضرور توجہ دیں۔ اسے نظر انداز نہ کریں اور نہ ہی اس اطلاع کو کہیں باہر جانے دیں۔"

"آپ بالکل فکر نہ کریں اور مجھے بتائیں کہ آپ کون ہیں؟" میں نے پُرتشفی لہجے میں کہا۔ "پہلے مجھے اپنا نام بتائیں۔"

"نام بتانے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا...... آپ کو جو اطلاع دے رہا ہوں وہ بہت قیمتی ہے۔"

"جی جی، بتایئے......" میں نے بے چینی سے کہا اور دوسری طرف بولنے والے کو پھر کھانسی کا دورہ پڑ گیا اور بات چیت تھوڑی دیر کے لئے رک گئی۔

اس شخص نے جس طرح گفتگو کا آغاز کیا تھا اس سے مجھے اس کی باتوں میں کافی وزن محسوس ہو رہا تھا۔ میں اس کی کھانسی ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ نجانے کیوں دل میں یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں کچھ بتانے سے پہلے اسے کوئی نقصان نہ

پہنچ جائے۔ میں ہیلو ہیلو کرتا رہا، کچھ لمحوں کے بعد اس کی آواز پھر سنائی دی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ بڑی مشکل سے سانس لے رہا ہے اور اسے بات چیت کرنے میں بھی تکلیف محسوس ہو رہی ہے۔

"تم مجھے جلدی سے بتاؤ...... کیا بات ہے؟" میرے لہجے میں جھنجلاہٹ نمودار تھی۔

"معافی چاہتا ہوں صاحب! بیمار آدمی ہوں، بڑی مشکل سے بولتا ہوں۔"

"اور بولتے ہو تو بے مقصد باتیں کرتے ہو۔ میں کہتا ہوں جو مسئلہ ہے اس کے بارے میں مجھے کیوں نہیں بتاتے؟"

"وہی بتانے جا رہا ہوں۔ کل رات بارہ بجے مونا کریک کے ساحل پر ایک شخص کا سونا لانچ کے ذریعے دوبئی سے آ رہا ہے۔ اس لانچ میں سونے کے علاوہ کچھ وی سی آر اور دوسری چیزیں بھی ہوں گی۔ چار مسلح آدمی اس لانچ میں ہوں گے۔" کانپتی ہوئی آواز نے مجھے بتایا۔

"کون سی جگہ کا نام لیا؟"

"مونا کریک۔ مونا کریک مشرقی ساحل کا ایک علاقہ ہے۔"

"ہاں ہاں، میں جانتا ہوں...... مگر یہ سونا کس کا ہے؟" میں نے سوال کیا اور کھانسی نے پھر سلسلۂ گفتگو روک دیا، مجھے شدید جھنجلاہٹ ہونے لگی تھی۔ بہرحال کچھ دیر کھانسنے کے بعد اس نے کہا۔

"ایک نام ہے صاحب راجہ فیروز۔ راجہ فیروز اور ڈاکٹر سبحان اس سونے کے مالک ہیں۔ جہاں تک میری معلومات ہیں صاحب، آپ راجہ فیروز اور ڈاکٹر سبحان کو جانتے ہیں۔ اگر آپ سیٹھ داؤد کی بیٹی ندرت داؤد کے کیس کی تفتیش کر رہے ہیں تو آپ کو ضرور ان دو ناموں کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلوم ہو گا۔ راجہ فیروز وہ ہے جس سے ندرت داؤد کی منگنی بھی ہوئی تھی۔ اگر آپ کو اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم صاحب تو تھوڑی سی معلومات کر کے آپ سب کچھ جان سکتے ہیں۔ ندرت کی منگنی اس آدمی سے......"

"ہاں ہاں، مجھے معلوم ہے۔ آگے بولو۔"

ایک بار پھر لمبی لمبی سانسوں کی آوازیں آنے لگیں اور پھر وہ شخص بولا۔

"آپ اس سونے کو پکڑ سکتے ہیں۔ آپ کو پوری ہوشیاری کے ساتھ جانا ہوگا صاحب! میں ایک قانون دوست اور شریف آدمی کی حیثیت سے آپ کو یہ خبر دے رہا ہوں۔ کیونکہ وہ آدمی جو اس لانچ پر موجود ہیں بڑے خطرناک ہیں۔ آپ کو بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا پڑے گا ورنہ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ آپ......"

"ٹھیک ہے بھائی، ٹھیک ہے...... تمہارا بے حد شکریہ...... بہت بہت شکریہ۔ میں نے تمہاری اطلاع نوٹ کر لی ہے۔ مگر پیارے دوست اپنا نام تو بتا دو کہ کون ہو اور کہاں سے بول رہے ہو؟"

"صاحب آپ کی مہربانی ہوگی، میرا نام مت پوچھو۔ وقت آنے پر آپ کو سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ آپ یہ تو سوچو گے صاحب کہ میں کون ہوں اور میں نے اپنا نام کیوں نہیں بتایا اور اتنی اہم اطلاع آپ کو کیوں دی ہے، لیکن صاحب! آپ یہ سمجھ لو کہ مجھے راجہ فیروز اور ڈاکٹر سبحان سے اپنا حساب چکانا ہے۔ میں خود تو اس قابل ہوں نہیں کہ ان سے اپنا بدلہ لے سکوں۔ پر اب جب وہ بارہ کے پھیر میں آئے ہیں تو میں بھی اپنا حساب پورا کر لینا چاہتا ہوں۔ آپ کو آخری بار یہ خبر دے رہا ہوں صاحب کہ آپ مونا کریک ضرور جایئے اور اس لانچ کو پکڑیئے۔"

یہ کہہ کر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میں ہیلو ہیلو کرتا رہ گیا۔ اس بار بھی فون اسی پبلک بوتھ سے کیا گیا تھا جس سے پہلے آیا تھا۔ بہرحال میں نے فوری طور پر پہلی کارروائی تو یہ کی کہ متعلقہ عملے کو اطلاع دی کہ اس کال بوتھ کے بارے میں معلومات حاصل کی جائے اور اس کے بعد میں سوچ میں ڈوب گیا۔ کون تھا یہ آدمی جس نے اتنی قیمتی اطلاع دی ہے۔ ایک بار ذہن میں یہ خیال بھی گزرا کہ کہیں میری ہلاکت کے سلسلے میں یہ کوئی نیا جال نہ ہو۔ میں جن راستوں پر کام کر رہا تھا وہ راستے ان لوگوں کے لئے یقینی طور پر خطرناک راستے ہیں، مگر یہاں سے ایک بات کی تردید بھی ہو جاتی تھی، راجہ فیروز کا کردار ابھی تک مشکوک ضرور تھا لیکن اس شخص نے یہ دونوں نام ایک ساتھ لئے تھے جو میرے لئے مشکوک نام تھے۔ اگر یہ جال تھا تو یہ نام میرے سامنے نہیں آنے چاہئے تھے۔ میں خود بھی یہ سوچتا رہا تھا کہ کہیں کوئی

ضرور ہے جو میرے ہاتھ نہیں آ رہی اور اس بارے میں فیروز کا نام میرے ذہن آیا تھا۔ لیکن اب تو یہ بات کھل کر سامنے آئی تھی۔ بہرحال جو کچھ بھی ہے کچھ نہ کرنا تو پڑے گا۔ نظام اللہ صاحب اگر یہاں ہوتے تو میرے لئے بڑی آسانی ہو جاتی بہرحال اب میں تجسس نہیں روک سکتا تھا چنانچہ سب سے پہلے میں نے یدی کو وائرلیس پر کال کیا۔ زیدی کو کم از کم اس بارے میں اعتماد میں لینا ضروری ۔ کیونکہ اکیلا میں اتنا بڑا رسک نہیں لے سکتا تھا۔ زیدی ہیڈ کوارٹر کی عمارت میں کہیں موجود تھا میری کال پر اس نے کہا۔

"ابھی حاضری دے رہا ہوں سر۔ وہ نظام اللہ صاحب واپس آ گئے ہیں، ان کے حکم پر قاضی عبداللہ صاحب کے پاس کچھ کاغذات لینے آیا تھا۔"

"نظام اللہ صاحب واپس آ گئے؟"

"جی سر......" زیدی نے جواب دیا۔

"اوہ میرے خدا...... یہ تو بہت بڑا مسئلہ حل ہو گیا زیدی تمہیں کتنی دیر میں ت مل رہی ہے؟"

"نہیں سر، مجھے فرصت ہے، آ رہا ہوں بس۔"

"نظام اللہ صاحب اپنے آفس میں موجود ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"جی ہیں، بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے ساتھ کچھ مہمان ہیں۔ غالباً مصروف ہیں یونکہ مجھ سے یہی کہا تھا کہ جب تک وہ مجھے نہ بلائیں میں نہ آؤں۔ کچھ ضروری ٹنگ ہو رہی ہے۔"

"گڈ لارڈ تم خود آ جاؤ۔" اور اس کے بعد زیدی میرے پاس پہنچ گیا۔

"سر آئی ایم سوری، آپ خاصے پُر جوش معلوم ہوتے ہیں، کوئی خاص بات ہے؟"

"یار بہت زیادہ خاص۔" میں نے کہا اور اس کے بعد میں ایس آئی زیدی کو ں آواز کے بارے میں پوری تفصیل بتانے لگا۔ میں نے اس سے اس خدشے کا ظہار بھی کیا کہ ممکن ہے یہ کوئی نیا جال ہو جو میری ہلاکت کے سلسلے میں بچھایا گیا ۔ کیونکہ دشمن چاہتے ہیں کہ میں راستے سے ہٹ جاؤں۔ سب انسپکٹر زیدی سوچ

میں ڈوب گیا تھا، پھر اس نے گردن اٹھا کر کہا۔

"لیکن سر اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ یہ اطلاع صحیح ہو۔"

"ہاں...... لیکن اطلاع دینے والے نے اپنا نام نہیں بتایا۔ یہ بات میرے لئے تشویش کا باعث ہے۔"

"ہوسکتا ہے سر کہ وہ راجہ فیروز اور ڈاکٹر سبحان کے گروہ سے خوفزدہ ہو اور اپنا نام ظاہر نہ کرنا چاہتا ہو۔"

"اطلاع دہندہ اس سے کیا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے؟ ویسے اس نے یہ تو کہا تھا کہ وہ خود بھی ان لوگوں کا ستایا ہوا ہے اور ان سے کوئی بدلہ لینا چاہتا ہے مگر وہ ان کے خوف کی وجہ سے سامنے بھی نہیں آنا چاہتا۔"

"سر بات سمجھ میں آتی تو ہے۔ آپ سوچ لیجئے۔"

"میں نے تمہیں اسی لئے بلایا تھا زیدی کہ تم سے اس بارے میں مشورہ تو کروں۔ تم مجھے بتاؤ کیا کرنا چاہئے؟"

"سر مان لیں گے میری بات؟" زیدی نے کہا۔

"یار بولو تو سہی، سب لوگ مجھے پہیلیاں بوجھوا رہے ہو۔ بتاؤ تمہارا کیا فیصلہ ہے؟"

"سر! ہمیں اس اطلاع پر کارروائی کرنی چاہئے۔ ہوسکتا ہے کوئی اور اہم سراغ اس سلسلے میں بھی ہاتھ آ جائے۔"

بہرحال میں نے ایس آئی زیدی کی ڈیوٹی لگا دی کہ جیسے ہی نظام اللہ صاحب فارغ ہوں میری درخواست ان تک پہنچا دی جائے کہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں مگر زیدی کوئی دس منٹ کے بعد ہی واپس آ گیا۔

"سر! ایس پی صاحب آپ کو طلب کر رہے ہیں۔"

"تم نے ان سے کہا تھا کہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں؟"

"نہیں...... سر اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔ جیسے ہی وہ لوگ گئے جن کے ساتھ وہ میٹنگ میں تھے، انہوں نے فوراً ہی مجھے طلب کر لیا اور مجھ سے کہا کہ میں سکندر شاہ کو بلا لاؤں۔"

"گڈ......" ہم دونوں تیزی سے چلتے ہوئے ایس پی صاحب کے آفس پہنچ گئے اور میں نے انہیں سیلوٹ کیا۔

"ہاں سکندر کیسے ہو، ارے ہاں یہ تو بتاؤ اس سلسلے میں تفتیش کہاں تک پہنچی؟ کتنی ہی بار میں نے تم سے رابطہ قائم کرنے کے بارے میں سوچا لیکن ان دونوں کچھ ایسی افتاد پڑی ہوئی ہے مجھ پر کہ بالکل فرصت نہیں ملی۔ کہو تمہاری تفتیشی گاڑی کس حد تک آگے بڑھی؟ کٹے ہوئے ہاتھوں کا مسئلہ کہاں تک پہنچا؟"

"سر کافی کام کر چکا ہوں، آپ کو تفصیلی رپورٹ پیش کروں گا۔ اس وقت مجھے خود بھی آپ کی انتہائی ضرورت تھی۔ میں آپ سے ملنا چاہتا تھا لیکن مجھے علم تھا کہ آپ موجود نہیں ہیں۔"

"ہاں اب میں فارغ ہوں۔ بتاؤ، بیٹھو۔" انہوں نے کہا اور میں ان کی اجازت سے ان کے سامنے بیٹھ گیا۔

"سر اس وقت معاملہ ایک اہم اطلاع کا ہے جو کسی نامعلوم شخص نے مجھے دی ہے۔ اطلاع یہ ہے کہ کل رات کو ایک پارٹی لانچ کے ذریعے سونا اسمگل کر کے مونا کریک پر لا رہی ہے۔"

"گڈ...... پارٹی کون ہے؟" ایس پی صاحب نے سوال کیا۔

"دو بڑے نام ہیں جناب۔ راجہ فیروز اور ڈاکٹر سبحان۔" میں نے جواب دیا۔

"ہوں...... اور اطلاع دینے والا کون ہے؟" ایس پی صاحب کے چہرے پر کچھ ناخوشگواری سی ابھر آئی اور میں ششدر رہ گیا۔ یہ کیا قصہ ہے چلو ڈاکٹر سبحان کے بارے میں ایس پی صاحب کو کچھ معلوم ہو تو ہو لیکن راجہ فیروز، فیاض بیگ کے بارے میں تو چلو یہ بات ٹھیک تھی کہ وہ اپنے آپ کو ڈاکٹر سبحان کا دوست بتاتا تھا لیکن ایس پی نظام اللہ صاحب...... میں نمایاں طور پر نظام اللہ صاحب کے چہرے پر ایک ناخوشگوار سی کیفیت دیکھ رہا تھا۔ کیوں...... آخر کیوں......؟

❀ ❀ ❀

میں چور نگاہوں سے نظام اللہ صاحب کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ وہ کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گئے تھے، پھر انہوں نے کسی قدر ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"اطلاع دینے والا کون ہے؟"

"سر اس نے اپنا نام نہیں بتایا اور کہا کہ ضرورت پڑنے پر وہ سامنے آئے گا۔"

"اور تم نے اس پراسرار کہانی پر یقین کرلیا۔ میرے بھائی تم پولیس والے ہو، کسی جاسوسی ناول کا کوئی کردار نہیں ہو۔ ایسی اطلاعات پر وقت ضائع کرنا کہاں تک درست ہے اور پھر میں نے تو تمہیں ایک اور ہی کیس دیا تھا، یہ تم دوسرے چکروں میں کہاں پڑ گئے؟ دو انسانی کٹے ہوئے ہاتھ تمہارے لئے ایک چیلنج تھے۔ اس چیلنج کو پس پشت ڈال کر تم راجہ فیروز اور ڈاکٹر سبحان کے مسئلے میں پڑ گئے ہو۔ دیکھو میں بغیر کسی ثبوت کے کوئی بری بات نہیں کہتا۔ پہلے بھی تمہاری بحالی مشکل ہی سے ہوئی ہے اور میں نے اپنے رسک پر تمہیں بحال کیا ہے۔ ڈی آئی جی صاحب مجھ پر طنز کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ سکندر شاہ اصل میں سکندر اعظم ہے جو پوری دنیا کو فتح کرنے کے خواب دیکھتا رہتا ہے، وہ غریبوں کا ہمدرد اور امیروں کا دشمن ہے اور ہر دولت مند آدمی کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ تم مجھے بتاؤ یہ طنز مناسب ہے؟ تم ابھی تک کٹے ہوئے ہاتھوں کے سلسلے میں مجھے کوئی رپورٹ پیش نہیں کر سکے۔"

"جی سر، آپ بالکل ٹھیک فرما رہے ہیں۔ لیکن میں انہی کٹے ہوئے ہاتھوں کی تفتیش کرتے ہوئے ڈاکٹر سبحان اور راجہ فیروز تک پہنچا ہوں اور بہت جلد آپ کو کچھ ایسے ثبوت پیش کروں گا جن سے مجھے اپنی بات کو ثابت کرنے میں آسانی ہو۔ جو تفصیل میں نے آپ سے عرض کی ہے اس کے مطابق میری خواہش ہے کہ ہم ریڈ کریں۔ ہو سکتا ہے ہمیں کوئی اچھا سراغ حاصل ہو جائے۔"

"کمال کرتے ہو۔ میں یہی کہہ رہا تھا ناکہ صرف دھندلی لکیروں پر تم کامیابی کا اندازہ قائم کر چکے ہو۔ جب تک کوئی ٹھوس ثبوت نہ ہو کسی کے خلاف تم ایسا کام کیسے کر سکتے ہو؟ اور اس طرح کے کام کرنے والے ہمیشہ ہی بدنامی کا باعث بنتے ہیں۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لئے میں تمہیں یہ بتا دوں کہ ایک اور سینئر ایس پی صاحب نے ڈی آئی جی فرزند بیگ سے شکایت کی ہے کہ سکندر شاہ معمول کے مطابق ایک بار پھر کسی بڑے آدمی کے پیچھے پڑ گیا ہے اور یہ بڑے آدمی ڈاکٹر سبحان ہیں، جو ایک انتہائی قابل نیورو سرجن ہیں۔"

میں بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔ میں جانتا تھا کہ وہ سینئر افسر کون ہے۔ ظاہر ہے مرزا فیاض بیگ کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔ ایک لمحے کے لئے میں خاموش رہا پھر میں نے دبی زبان میں کہا۔

"دیکھئے جناب! اگر آپ ذرا سی ہمدردی کے ساتھ غور فرمائیں تو جس کیس میں مجھے معطل کیا گیا تھا اس میں بھی میں غلط راستوں پر نہیں تھا، تین عورتوں کے قتل کے تمام نشانات ایک شخص کی طرف اشارہ کر رہے تھے اور صرف صاحب حیثیت ہونے کی وجہ سے وہ شخص بچ گیا اور مجھے صحیح راستے پر چلنے کی سزا ملی۔ سر آپ خود بھی اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں، اس کے علاوہ میرا اور کوئی قصور نہیں تھا کہ میں نے صحیح مجرم کی نشاندہی کر دی تھی اور اس کے بعد آج دیکھ لیجئے کہ بات کس طرح زمین کی گہرائیوں تک چلی گئی۔ کیا اس کے بعد اس کیس کے سلسلے میں کوئی آواز اٹھی؟ سر قانون اگر اتنا ہی محدود ہو جائے تو پھر سیدھی سیدھی بات ہے......"

"بس، بس بھائی...... تقریر مت کرو۔ یہ بات تم بھی جانتے ہو اور میں بھی جانتا ہوں کہ ہم لوگوں کی پہنچ کہاں تک ہے۔ کیا کر سکتے ہیں اور کیا نہیں کر سکتے۔"

"تو سر پھر آپ حکم دیجئے، جسے آپ کہیں ان کٹے ہوئے ہاتھوں کا مجرم بنا کر پیش کر دیا جائے۔" میں نے جھلا کر کہا۔ نظام اللہ صاحب نے مجھے غور سے دیکھا اور بولے۔

"لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنا بڑا کام تم صرف ایک اطلاع پر کرو گے؟"

"سر بہت جلد میں آپ کے سامنے بہت سے رازوں سے پردہ اٹھاؤں گا اور

کئی ایسے افراد جنہوں نے دیانت داری کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے آپ کے سامنے آئیں گے۔'' نظام اللہ صاحب نے گھور کر مجھے دیکھا اور مجھے اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ میری بات سے خوش ہوئے ہیں یا میری بات ان کو ناگوار گزری ہے۔

''تب پھر تمہیں کچھ دیر رکنا پڑے گا۔ بلکہ بیٹھو، میں فرزند بیگ سے ملاقات کر کے یہاں آتا ہوں، پھر تمہیں بتاؤں گا کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔'' وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئے اور میں بھی جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ وہ باہر نکلے تو میں نے ایس آئی زیدی کی طرف دیکھا، زیدی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ کسی قدر دکھ اور کسی قدر غصے کے تاثرات۔ وہ ایک سمت کھڑا ہوا تھا۔ اپنی جگہ سے ہٹ کر اس نے دروازے کے باہر جھانکا اور دروازہ بند کر کے واپس آ گیا پھر بولا۔

''بہرحال قانون اور جرم میں زمین اور آسمان کا فاصلہ ہے، لیکن کبھی کبھی ان دونوں کو سینہ بہ سینہ دیکھا ہے۔ پتہ نہیں وہ کون سا دن ہو گا جب ہم مجبوریوں کی اس دیوار کو عبور کر کے ہر مجرم کے خلاف کام کر سکیں گے۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے نظام اللہ صاحب کی واپسی کا انتظار کرتا رہا، پھر وہ واپس آئے اور میں نے کھڑے ہو کر انہیں سیلوٹ کیا۔

''بیٹھو'' اس بار ان کا لہجہ خاصا نرم تھا۔ پھر انہوں نے کہا۔

''ڈی آئی جی صاحب نے ریڈ کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ آپ ہیڈ کوارٹر سے ایک پلاٹون اپنے ساتھ لے لیں۔ مگر احتیاط کے ساتھ۔ کیونکہ معاملہ نازک ہے اور ہماری سخت مخالفت کی جا رہی ہے۔ ہر محکمے کے اندر کچھ کالی بھیڑیں ہوتی ہیں۔ ہمارے ہاں بھی کچھ کالی بھیڑیں ہیں جو ہمارے اس چھاپے کو ناکام بنانے کی کوشش کریں گی۔ مگر مجھے تم سے توقع ہے کہ یہ کام خوش اسلوبی سے انجام دو گے۔ دیکھو میں ذاتی طور پر تم سے کہہ رہا ہوں کہ پچھلی بار میں تمہاری معطلی سے خوش نہیں تھا کیونکہ مجھے اس کی وجوہات معلوم تھیں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم ایک نیک نام افسر ہو اور تمہارے اندر کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے تم پر انگلی اٹھائی جائے۔ لیکن ہم جس معاشرے میں سانس لے رہے ہیں وہاں بہت سی مشکلات ہم میں سے ہر شخص کے لئے موجود ہیں۔ بس تم خیال رکھنا۔''

''یس سر......'' میں نے شکر گزاری کے انداز میں کہا۔

''اور کچھ؟''

''جی سر، آپ ہیڈ کوارٹر کو کہہ دیں گے ہمیں حسب ضرورت گاڑیاں اور فورس دے دے۔''

''اس کا انتظام خود ڈی آئی جی صاحب نے ایس پی ہیڈ کوارٹر کو فون پر حکم دے کر کر دیا ہے۔ چنانچہ اب تم جاؤ اور ضروری انتظامات کرو۔ اور ہاں سنو، میں گھر پر رہوں گا۔ اور میری گاڑی کا وائرلیس سیٹ بھی کھلا ہی رہے گا۔ سیٹ پر مجھ سے رابطہ رکھنا۔''

''جی سر، بہت بہتر۔'' میں نے کہا اور زیدی کو اشارہ کر کے نظام اللہ صاحب کو سیلوٹ کیا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔

❀

ایس آئی زیدی مجھ سے زیادہ پُر جوش تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

''زیدی! صورت حال کی نزاکت تمہارے علم میں ہے۔ میں کچھ بھی نہیں کہوں گا، تمہیں خود اندازہ ہے کہ اس وقت عزت داؤ پر لگی ہوئی ہے، کہیں بھی چوک ہوئی تو نقصان ہی نقصان ہو گا، تیاریاں بڑی ذہانت کے ساتھ ہونی چاہئیں۔''

''جی سر......''

بہرحال تیاریاں مکمل کر لی گئیں۔ میں پوری طرح مسلح ہو کر فورس کے ساتھ مشرقی ساحل کی جانب چل دیا جو انتہائی دور دراز علاقے میں تھا اور اس طرف بالکل آبادی نہیں تھی۔ ہم بڑی رازداری کے ساتھ مونا کریک پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر میں نے ہیڈ کوارٹر سے آئی ہوئی پلاٹون کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ آدھی پلاٹون زیدی کی کمان میں مشرق کی جانب بھیج دی اور خود بقیہ آدمیوں کو لے کر ریت کے ٹیلوں کی اوٹ میں چھپ گیا۔ ہر طرف گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ بارہ بجنے میں ابھی آدھا گھنٹہ باقی تھا۔ بہت دور کشتیوں پر مچھلیاں پکڑنے والے مچھیرے سمندر میں نظر آ رہے تھے۔ لیکن یہ لوگ بھی مچھلیاں پکڑ کر ادھر نہیں آتے تھے۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہو گا کہ مونا کریک تو تھا ہی اسمگلروں کے لئے یا پھر بڑے بڑے اختیارات

والے اسمگلروں نے اس علاقے کو اپنی کارروائی کے لئے ''پاک صاف'' کرلیا تھا۔
نہ تو ادھر کوسٹ گارڈز کا گزر ہوتا تھا، نہ ہی مچھیرے یہاں سے اپنا کام کرتے تھے۔
بہرحال ہم لوگ ہر نگاہ سے محفوظ ایسی جگہ چھپے ہوئے تھے جہاں سے ہمیں کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ لیکن ہم ساحل پر ہونے والی تمام نقل وحرکت کو دیکھ سکتے تھے۔ جس جگہ ہم بیٹھے ہوئے تھے وہاں ٹخنوں ٹخنوں تک ریت تھی۔ اس وقت نور شاہ میری جیپ ڈرائیو کر رہا تھا۔ نور شاہ کو میں نے خاص طور سے اپنے ساتھ لیا تھا۔ وہ اعلیٰ درجے کا ڈرائیور تھا اور اس وقت بھی انتہائی چابک دستی اور مہارت کا ثبوت دیتے ہوئے وہ جیپ کو یہاں تک لے آیا تھا۔ وائرلیس سیٹ پر پہلی بار مجھے اشارہ موصول ہوا اور میں نے وائرلیس سیٹ آن کر دیا۔ دوسری طرف نظام اللہ صاحب ہی تھے۔

''ہاں، کیا پوزیشن ہے؟''

''سر ہم نے مورچہ سنبھالا ہوا ہے۔ ابھی وقت باقی ہے۔ بظاہر تمام انتظامات مکمل ہیں۔ بس آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔''

''میری دعاؤں کے ساتھ ساتھ تمہیں اعلیٰ کارکردگی کی ضرورت بھی ہے۔ کیونکہ عزت داؤ پر لگی ہوئی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے میں نے ڈی آئی جی صاحب سے اجازت مذاق مذاق میں حاصل کی ہے۔''

''نہیں سر...... میں جانتا ہوں۔''

''او کے......'' وائرلیس بند ہوگیا۔ میں خاموشی سے اِدھر اُدھر دیکھے جا رہا تھا اور میری چوکنی نگاہیں ہر طرف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ بس بعض نوکریاں بڑی ذمے داری کی ہوتی ہیں، انسان بہت کچھ چاہنے کے باوجود کچھ نہیں کر سکتا۔ عالیہ تو خیر گھر کی چیز تھی، اس کی ذمے داری گھر سنبھالنا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے اپنی ذمے داریاں ہمیشہ بڑی خوش اسلوبی سے پوری کی تھیں۔ دفتر کے سارے معاملات سارے کے سارے گھر میں بتا کر بیویوں کو پریشان کرنا کوئی اچھی بات نہیں ہوتی۔ لیکن ایک دوسری شخصیت بھی تھی جس سے کبھی کبھی کوئی بات چھپا کر دل کو ایک دکھ کا احساس ہوتا تھا اور یہ ظاہر ہے نادیہ صمدانی کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔ نادیہ صمدانی اتنی ہی دلیر لڑکی تھی کہ اگر اسے اس چھاپے کی بھنک بھی پڑ جاتی تو

یہاں تک آنے کے لئے جان کی بازی لگا دیتی تاکہ موقعے کی فوٹو گرافی اور رپورٹنگ کر سکے۔ لیکن دو باتیں تھیں، میں اس کی زندگی کا رسک بھی نہیں لے سکتا تھا اور پھر اس معاملے میں ڈی آئی جی صاحب بھی براہِ راست ملوث تھے۔ اگر میں ان سے اجازت لیتا تو وہ کبھی اجازت نہ دیتے اور اگر خفیہ طور پر نادیہ کو رپورٹنگ کا موقع دے دیتا تو پتہ نہیں اس چھاپے کی تفصیلات کو منظر عام پر لانا ان کے پوائنٹ آف ویو سے مناسب ہوتا یا نہیں۔

میری عقابی نگاہیں ہر چیز کا جائزہ لے رہی تھیں۔ قرب و جوار میں ریت کے اندر اُگ آنے والی جھاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں، کوئی پچاس گز کے فاصلے پر مجھے وہ جھاڑیاں غیر فطری انداز میں ہلتی ہوئی نظر آئیں۔ حالانکہ ہوا کا کوئی نام ونشان نہیں تھا۔ سمندر کا پانی بھی ساکت تھا۔ میں ایک دم سنبھل گیا۔ جھاڑیاں دائیں بائیں، آگے پیچھے ہل رہی تھیں۔ اگر ذرا بھی ہوا چل رہی ہوتی تو یہ سوچا جا سکتا تھا کہ جھاڑیاں خود بخود ہل رہی ہیں۔ لیکن اس وقت اس شبہے کی تصدیق ہوتی جا رہی تھی کہ جھاڑیاں ہلنے کا عمل بے مقصد نہیں ہے، یقینی طور پر کوئی وہاں چھپا ہوا ہے جو اپنی پوزیشن بہتر کرنے اور ہمیں نگاہوں میں رکھنے کی غرض سے اِدھر اُدھر ہو رہا ہے۔ میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے، خون کی گردش تیز ہوگئی۔ یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ جو کوئی بھی ہے یقینی طور پر ہماری کوششوں سے واقف ہے۔ اس بات کے امکانات بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ اسمگلروں ہی کا کوئی آدمی ہو جو آنے والی لانچ کو مخصوص اشارہ کرنے کے لئے بیٹھا ہوا ہو۔ یہ تمام باتیں سوچنے میں مجھے چند سیکنڈ لگے اور دوسرے لمحے میں نے ایکشن کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں گھٹنوں اور کہنیوں کے بل چلتا ہوا جھاڑیوں کے قریب پہنچ گیا۔ میرا اندازہ بالکل درست نکلا، مجھے ایک آدمی کا ہیولا نظر آیا۔ دوسرے لمحے میں نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور اس تک پہنچ گیا۔ میں نے ریوالور اس کی گدی سے لگا دیا تھا۔ وہ ایک دم ساکت ہوگیا اور پھر اس نے بغیر کسی ردعمل کا اظہار کئے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔ میرے عقب میں دو سپاہی بالکل قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے رائفلوں کے بٹ اس کے سینے سے لگا کر اسے گرانے کی کوشش کی تو میں نے جلدی سے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"نہیں...... رک جاؤ" یہ کہہ کر میں نے اپنا ریوالور پیچھے کیا اور اس کی تلاشی لینے لگا۔ اس کے لباس سے ایک بڑی ٹارچ اور ایک پستول برآمد ہوا۔ میں نے دونوں چیزوں کو قبضے میں کر لیا اور پھر کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔ ابھی لانچ کے آنے میں دیر تھی۔ ہم نے اسے نیچے گرا لیا اور میں نے اس کی گردن پر دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔

"ہاں بتاؤ......کون ہو تم؟"

"سرجی رفیق شاہ ہے میرا نام اور یہاں میں کام سے بیٹھا ہوا تھا۔"

"کیا کام تھا؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"سرجی! ٹھیک بارہ بجے ایک لانچ سونا لے کر آ رہی ہے۔ میرا کام یہ ہے کہ ٹارچ جلا کر اس لانچ کو تین مرتبہ اشارہ دوں اور اس جگہ کی نشاندہی کروں جہاں لانچ لگانی ہے، بس یہ ذمے داری تھی میری۔ اور میں اسی لئے انتظار کر رہا تھا یہاں پر۔"

"لے جاؤ اسے...... منہ میں کپڑا ٹھونس دو اور آنکھوں پر پٹی باندھ دو، ہاتھ پاؤں بھی باندھ دو تاکہ یہ بھاگنے نہ پائے۔" میں نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا پھر اس کی ٹارچ میں نے اپنے قبضے میں کر لی۔ ایک اچھا موقع مل گیا تھا۔ اب میں لانچ ساحل تک لگانے کے لئے انہیں صحیح جگہ بتاؤں گا۔ میں نے سوچا تھا۔

اس وقت کوئی بارہ بج کر بیس منٹ ہوئے تھے جب گہرے اندھیرے میں سمندر کی طرف دور سے روشنی کا ایک نقطہ نظر آیا جو آہستہ آہستہ ساحل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اندھیرے میں لانچ کو شناخت کرنا تو مشکل تھا تاہم میں اس پر نگاہیں جمائے رہا۔ ساحل سے کچھ فاصلے پر آنے کے بعد لانچ کی روشنی بند ہو گئی۔ اس وقت میں نے ساحل کی طرف سے تین مرتبہ ٹارچ جلا کر لانچ کو مقررہ اشارہ کیا جس کا مطلب تھا کہ تمام معاملہ ٹھیک ہے۔ میرے اشارے کا حسب توقع ردعمل ظاہر ہوا۔ لانچ آہستہ آہستہ ساحل کی طرف بڑھنے لگی۔ پھر وہ مجھے صاف نظر آنے لگی۔ کچھ دیر کے بعد وہ ساحل سے تھوڑی دور پانی میں رک گئی۔ یہی وقت ہمارے لئے گھیرا ڈالنے کا تھا۔ میں نے وائرلیس پر زیدی کو ہدایت دی کہ وہ اپنی فورس کے

ساتھ اندھیرے میں گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے لانچ کے نزدیک پہنچے اندھیرا ہونے کی وجہ سے لانچ والوں کو اس وقت تک ہماری موجودگی کا علم نہ ہوا جب تک کہ ہم ان کے بالکل قریب نہ پہنچ گئے۔ سپاہیوں نے رائفلیں تان رکھی تھیں اور لانچ ہماری بندوقوں کی رینج میں تھی۔ پھر لانچ والوں کو اس اچانک گھیراؤ کا علم ہوا۔ ہم لوگ ان کے اس قدر قریب پہنچ چکے تھے کہ اب ان کی مزاحمت فضول تھی۔ ایک ذرا سی جنبش انہیں زندگی سے محروم کر سکتی تھی۔ ہم نے انہیں دیکھ لیا۔ اطلاع کے مطابق وہ چار ہی آدمی تھے، جن کے پاس اسٹین گنیں موجود تھیں۔ پوری پولیس فورس نے انہیں چھاپ لیا۔ البتہ لانچ کا ڈرائیور غوطہ لگا کر کہیں گہرے سمندر میں غرق ہو گیا۔ لازمی بات تھی کہ وہ کوئی تجربے کار ملاح ہو گا جو اس قسم کے واقعات سے بخوبی نمٹنا جانتا ہو گا۔ اسے تلاش کرنا بالکل بے سود تھا کیونکہ اس طرح کے لوگ آسانی سے ہاتھ نہیں آتے اور یہ بات صرف وقت ضائع کرنے کی ہو گی۔ بہرحال لانچ کو مع ساز و سامان کے قبضے میں لے لیا گیا اور ان چاروں مجرموں کو بھی۔ انہیں فوری طور پر ہتھکڑیاں لگا دی گئی تھیں اور اسٹین گنوں کے علاوہ ان کے ریوالور بھی قبضے میں کر لئے گئے تھے۔ اس کے بعد لانچ کھینچ کر خشکی تک لائی گئی اور مزید کارروائیاں ہونے لگیں۔ ہم اپنے ساتھ ضرورت کی ساری چیزیں لے کر آئے تھے۔ چنانچہ ایک پیٹرومیکس لیمپ روشن کر لیا گیا اور اس کی روشنی میں لانچ کی تلاشی لی گئی۔ ہماری آنکھیں حیرت سے پھٹ گئی تھیں۔ لانچ میں کروڑوں روپے کی مالیت کا سونا اور الیکٹرانک کی بہت ساری چیزیں تھیں جن میں وی سی آر وغیرہ بھی شامل تھے، لدے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ کیسٹ اور ایسی دوسری چیزیں بھی تھیں جنہیں باضابطہ طور پر قبضے میں لے لیا گیا اور ایک پولیس ٹرک میں لاد دیا گیا۔ اسمگلروں کو ہتھکڑیاں پہنا کر آخر کار ہم ہیڈ کوارٹر چل پڑے۔ میں نے سب سے پہلے وائرلیس سیٹ پر اس کامیاب چھاپے کی اطلاع ایس پی نظام اللہ صاحب کو دی اور نظام اللہ صاحب کی خوشی سے چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ویری گڈ...... میری طرف سے مبارکباد قبول کرو۔ میں ہیڈ کوارٹر پہنچ رہا ہوں۔ تم لوگ ہیڈ کوارٹر ہی جا رہے ہو نا؟"

"جی سر......" میں نے جواب دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے۔ باقی ساری باتیں تو اپنی جگہ تھیں لیکن سب سے بڑی بات یہ تھی کہ نظام اللہ صاحب بے حد خوش نظر آرہے تھے۔ انہوں نے خصوصی طور پر ڈی آئی جی صاحب سے اس چھاپے کی اجازت لی تھی اور انہیں شرمندگی نہیں اٹھانی پڑی تھی۔ ملزمان پر مسلح گارڈ تعینات کر دیئے گئے اور اس کے بعد اس کامیاب چھاپے کی باقی تفصیلات تیار کی جانے لگیں۔ نظام اللہ صاحب بھی آگئے تھے اور انہوں نے سونے کی اتنی بڑی مقدار اور دوسری چیزوں کو دیکھ کر بڑی حیرت کا اظہار کیا تھا۔ دوسری طرف یہ خیال بھی میرے دل میں تھا کہ اگر اطلاع دینے والے کی یہ اطلاع بالکل درست ہے اور یہ مال راجہ فیروز اور ڈاکٹر سبحان کا ہی ہے تو کروڑوں روپے کا یہ نقصان انہیں بدحواس کر دے گا۔ بہت بڑی مالیت کا سامان تھا یہ اور انہیں شدید نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ بہرحال نظام اللہ صاحب نے بذاتِ خود ان تمام جوانوں کو شاباش دی جنہوں نے اس چھاپے میں کارروائی کی تھی ان لوگوں کے لئے انعامات کا بھی فیصلہ کیا گیا تھا اور اس کے بعد رات ہی کو ان ملزمان سے تفتیش کی گئی۔ یہ لوگ عادی مجرم تھے اور انہوں نے ہر سوال کے جواب میں زبان بند کر لی تھی۔

"سر! ظاہر ہے اس طرح کے لوگ اس طرح زبان نہیں کھولتے۔ ہمیں ان کا ریمانڈ لینے کے بعد باقاعدہ انٹروگیشن کرنا پڑے گی۔ اس وقت تک یہ کچھ نہیں بتائیں گے۔"

"ٹھیک ہے...... کل صبح ان کا ریمانڈ لے لو اور اچھی طرح سے انٹروگیشن کرو۔ بالکل صحیح معلوم ہونا چاہئے کہ اس اسمگلنگ کے پس پردہ کون لوگ ہیں۔ اگر تمہارے اندازے کے مطابق وہ دونوں ہی اس سونے وغیرہ کے مالک نکلتے ہیں تو ہمارے لئے ایک بہتر موقع ہوگا اور ہم اس گروہ کے سرغنہ پر ہاتھ ڈال سکیں گے۔"

"جی سر......" میں نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

"پھر میں جاؤں...... تمہیں تو میرا خیال ہے پوری رات ہی گزر جائے گی۔"

"جی سر، میں ساری کارروائی کروں گا۔" عالیہ کو میں نے اتنا ضرور بتا دیا تھا کہ اس رات کو اسمگلروں کی ایک لانچ پر چھاپہ مارنا ہے چنانچہ کارروائی کرنا ہوگی۔

البتہ ایس پی صاحب سے معلومات حاصل کرنے کے بعد اور اجازت لینے کے بعد میں نے فوراً ہی نادیہ صمدانی کو فون کیا تھا۔ نادیہ صمدانی ظاہر ہے اس وقت سو رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں کہ لیڈی رپورٹر نادیہ صمدانی کبھی اپنے آرام کی پرواہ نہیں کرتی، اگر کوئی اچھی خبر اسے ملنے والی ہو تو۔"

"بولو بولو...... جلدی بولو۔"

"ہیڈ کوارٹر آجاؤ۔ ہم لوگوں نے مونا کریک سے ایک لانچ پکڑی ہے۔"

"آرہی ہوں۔" نادیہ صمدانی نے کہا۔ چونکہ میں نے ایس پی صاحب سے اجازت لے لی تھی اس لئے نادیہ صمدانی کو اس وقت بلا کر خوشی ہو رہی تھی۔ کاغذات کا سارا کام مکمل کر لیا گیا لیکن میں نے ابھی یہ سونا مال خانے میں جمع نہیں کرایا تھا۔ کیونکہ مجھے نادیہ صمدانی کا انتظار تھا۔ معمول کے مطابق وہ برق رفتاری سے ہیڈ کوارٹر پہنچی۔ اس کے چہرے پر غصے کے آثار تھے۔

"کب مارا یہ چھاپہ تم نے؟"

"میڈم، بس ابھی تھوڑی دیر پہلے ان ملزمان کو لے کر یہاں تک آئے ہیں۔"

"کیسے پتہ چلا کہ یہ لانچ آرہی ہے؟"

"سو رہا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ مونا کریک نامی ساحل پر ایک لانچ آرہی ہے جس میں سونا لدا ہوا ہے، بس تیاریاں کیں اور ساحل پر پہنچ گیا۔"

"یہی لکھ دوں اخبار میں؟" نادیہ نے اوپری ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"ارے باپ رے، نہیں نہیں، بس اعلیٰ افسران کو کہیں سے مخبری ہوئی تھی اور انہوں نے مجھے ہدایت دی۔"

"مجھے ساتھ نہیں لے سکتے تھے؟"

"نہیں، اجازت نہیں تھی ورنہ ظاہر ہے۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ تصویریں بنا لوں؟"

"بالکل، اسی لئے یہ تمام چیزیں مال خانے میں نہیں پہنچائیں۔"

نادیہ صمدانی تصویریں بنانے میں مصروف ہو گئی اور پھر میں نے سونے کی وہ

تمام جیکٹیں اور دوسرا سامان مال خانے میں رکھوا کر ڈبل مسلح گارڈ مال خانے پر مامور کر دی اور ملزمان کو ہیڈ کوارٹر کے لاک اپ میں بند کرنے کے لئے بھیج دیا۔ کام ختم ہو گیا تھا، خاصی رات ہو گئی تھی۔ نادیہ صمدانی ٹیکسی سے آئی تھی۔ میں نے ایس آئی زیدی سے اجازت مانگی اور کہا۔

”زیدی! یا تو تم گھر جا کر آرام کرو یا پھر میں چلا جاؤں؟“

”نہیں سر آپ جائیے...... میں ادھر ہی رکوں گا۔ صبح کو ریمانڈ لینے کے بعد میں کل پورا دن چھٹی کروں گا۔“

”میری طرف سے اجازت ہے۔“

نادیہ کا منہ پھولا ہوا تھا۔

”ڈیئر! یہ تو تم جانتی ہو کہ میری یہ دوبارہ ساری کارکردگی تمہاری مرہونِ منت ہے۔ لیکن یار کچھ مجبوریاں بھی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ تم ناراض ہو، یقین کرو میرے بس میں نہیں تھا ورنہ میں تمہیں باقاعدہ فلم بنانے کا موقع دیتا۔“ میرے اس معذرت خواہ رویے پر نادیہ کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا اور اس نے کہا۔

”کم از کم بتا تو دیا کرو مجھے۔ اور کچھ نہیں تو کم از کم تمہاری کامیابی کی دعا تو کر سکتی ہوں۔“

میں جانتا تھا کہ نادیہ میرے لئے دل میں ایسے ہی جذبات رکھتی ہے۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اسے اس کے گھر چھوڑ دیا اور پھر نہایت احتیاط کے ساتھ اپنے گھر واپس چل پڑا۔ مجھے اپنے دشمنوں کا پورا پورا خیال تھا جو ہر لمحے میری تاک میں رہا کرتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ اس وقت گھر تک آتے ہوئے میں تھوڑا سا خوفزدہ رہا تھا اور ہر طرف سے اس بات کا منتظر تھا کہ اچانک مجھ پر گولیوں کی بارش ہو جائے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی میرا ذہن اس آواز کی طرف بھی تھا جس نے مجھے اس شاندار کامیابی سے دوچار کرایا تھا۔ بہرحال میں دلی طور پر اس شخص کا شکر گزار تھا۔

گھر پہنچا تو بیچاری عالیہ جاگ رہی تھی۔ بیویوں کی یہی ادائیں تو زندگی بھر ان کی خدمت کرنے کے جذبے کو ہوا دیتی ہیں۔ میں نے بڑے پُرمحبت انداز میں اس

سے شکایت کی کہ وہ سو کیوں نہیں گئی، میں تو آ ہی جاتا۔ عالیہ نے بڑی خندہ پیشانی سے کہا۔

”جناب سکندر اعظم صاحب، میں ایک پولیس آفیسر کی بیوی ہوں جو اپنے فرائض کی بجا آوری کے لئے دن اور رات ایک کر دیتا ہے۔ کم از کم اتنا شیئر تو میں اس کے ساتھ ضرور کر سکتی ہوں کہ راتوں کو جاگ کر اس کا انتظار کر لوں۔“

میں نے عالیہ کو اپنے قریب گھسیٹ لیا تھا اور اس کے بعد تھکن اور کامیابی کی میٹھی نیند نے مجھے صبح تک کے لئے دنیا سے بے خبر کر دیا۔ البتہ صبح جاگا تو چائے کی انتہائی خوشگوار بو میرے نتھنوں سے ٹکرا رہی تھی۔ طبیعت ایک شگفتگی کا احساس لئے ہوئے تھی۔ میں نے بائیں طرف نگاہیں دوڑائیں تو عالیہ دھلی دھلائی نکھری نکھری میرے قریب ہی کرسی پر بیٹھی ہوئی اخبار دیکھ رہی تھی اور اس کے ہونٹوں پر ایک پیار بھری مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ مجھے جاگتے دیکھ کر اس نے کہا۔

”چائے۔“

یہ کہہ کر کیتلی سے پیالی میں چائے انڈیلی اور بڑے پیار سے مجھے پیش کر دی۔ میں نے شکریہ کے ساتھ چائے قبول کی تو عالیہ نے اخبار کا صفحہ میرے سامنے کر دیا۔ اخبار میں بڑی بڑی شہہ سرخیوں کے ساتھ صفحہ اول پر میرے اس کارنامے کی خبر میرے نام اور تصویر کے ساتھ چھپی ہوئی تھی۔ ظاہر ہے نادیہ صمدانی سے اسی طرح کی توقع کی جا سکتی تھی۔ وہ میرے نام کو فلیش کر کے جیسے اپنے لئے نام کماتی تھی۔ میں اخبار پر نگاہیں دوڑاتا رہا اور عالیہ مسکرا رہی تھی۔ ایک میرے کارناموں پر فخر سے مسکراتی تھی اور دوسری ان کی تفصیل لکھ کر پُرسرور انداز میں آنکھیں بند کر لیتی تھی۔ میں چائے کے گھونٹ لیتا رہا۔ پھر میں نے عالیہ سے کہا۔

”ناشتہ ذرا جلدی دے دو، تمہیں میری رات کی مصروفیات کا پتہ چل گیا ہے۔ اب اس کے بعد کے کام بہت سے ہوتے ہیں جنہیں سرانجام دینا ہے۔“

”تیار ہے، دس منٹ میں لگا دیتی ہوں۔“ عالیہ نے کہا اور پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ طبیعت میں ایک فرحت انگیز سی کیفیت طاری تھی۔ یہ اس چھاپے کی کامیابی کی خوشی تھی۔ اس کے علاوہ نادیہ صمدانی نے جن خوبصورت الفاظ میں میرے

بارے میں لکھا تھا اور جس طرح اس کارروائی کی رپورٹنگ کی تھی وہ ناقابلِ فراموش تھی۔ اس نے اپنا تحریری کمال دکھایا تھا۔ بہرحال ڈٹ کر ناشتہ کیا اور اس کے بعد اگلا منصوبہ بنا کر آفس چل پڑا۔

سب سے پہلے ملزموں کا ریمانڈ لینا تھا چنانچہ کلاس ون مجسٹریٹ سے ملزمان کا ریمانڈ پولیس کسٹڈی حاصل کر لیا اور پھر زیدی نے وہ کمرہ الاٹ کرا لیا جہاں ملازمان سے انٹروگیشن کرنی تھی۔ ان ملازمان میں سے ایک اچھا خاصا عمر رسیدہ تھا۔ اس نے اپنا نام فیضو بتایا۔ بقیہ ملزمان سخت جان ثابت ہوئے۔ ان پر تمام حربے استعمال کر لئے مگر انہوں نے کچھ بتا کر نہ دیا۔ فیضو کو منتخب کیا گیا اور اس کی انٹروگیشن کے بارے میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اگر وہ ٹھیک سے کی جائے تو وہ ٹوٹ سکتا ہے اور بہت کچھ بتا سکتا ہے۔ یہ کام میں نے زیدی اور دو کانسٹیبلوں کے سپرد کیا اور ان سے کہا کہ فیضو سے پوچھا جائے کہ دوبئی میں سونا کس پارٹی نے دیا ہے اور کس نے منگوایا ہے؟ اس سے پہلے کتنی بار سونے کی کھیپ آ چکی ہے؟ اصل میں فیضو کے بیان سے میں راجہ فیروز اور ڈاکٹر سبحان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ فیضو کا انٹروگیشن کیا گیا، مخصوص ہتھکنڈے استعمال کئے گئے مگر خلافِ توقع یہ شاید ان باقی تین ملزمان سے بھی زیادہ سخت جان ثابت ہوا۔ زیدی جذباتی ہو گیا۔ وہ اس کیس میں جس جانفشانی سے کام کر رہا تھا اور جس طرح رات کے واقعات سے ہمیں کامیابی حاصل ہوئی تھی اور پھر نادیہ صمدانی نے زیدی کے بارے میں بھی بہت اچھے ریمارکس لکھے تھے، چنانچہ وہ ضرورت سے زیادہ پُرجوش ہو گیا اور تشدد کرتے وقت اس نے فیضو کی جسمانی حالت کا خیال نہ رکھا۔ تمام دن اسے کھڑا رکھا اور اسے کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں دیا۔ اِدھر میں دوسرے کاموں میں مصروف ہو گیا اور ان کی انٹروگیشن کی نگرانی نہیں کر سکا۔

شام کو واپس ملزمان کو لاک اپ میں بھیج دیا گیا۔ میں نے زیدی سے پوچھا کہ فیضو نے کچھ بتایا؟ تو زیدی نے کہا کہ سرا تجربے کار بوڑھا ہے، پرانا مجرم ہے۔ لیکن بہرحال میں اس کی زبان کھلوا لوں گا۔ تھوڑا سا وقت لگ جائے گا۔"

"ٹھیک ہے...... میں بھی تمہاری ہی طرح اس معاملے میں بڑا پُرجوش ہوں۔"

رات کے تقریباً دو بجے کا وقت تھا کہ فون کی گھنٹی مسلسل بجنے لگی۔ میں اور ہالیہ دونوں اٹھ گئے تھے۔ گہری نیند سے جاگا تھا اس لئے سر چکرا رہا تھا۔ بہرحال میں نے فون سنا اور دوسری طرف سے ایک کانسٹیبل کی آواز آئی۔

"سر! غضب ہو گیا...... غضب ہو گیا سر......!"

"کون ہے......؟" میں نے سوال کیا۔

"میں جی خادم حسین بول رہا ہوں، ہیڈ کوارٹر لاک اپ سے......"

"ہاں خادم حسین بولو......" میں نے خادم حسین کی آواز پہچان کر کہا۔

"غضب ہو گیا صاحب جی، وہ مر گیا......" کانسٹیبل کے منہ سے بات نہیں نکل رہی تھی۔

"کون......؟" میں نے گھبرا کر پوچھا۔

"وہ جی فیضو بابا...... وہی جو پکڑا گیا تھا۔"

"کون فیضو بابا یار؟" میں نے آنکھیں بھینچ کر گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

"وہ جناب اسمگلنگ والے کیس کا ملزم!" کانسٹیبل نے ہکلاتے ہوئے کہا اور رے ذہن کو شدید جھٹکا لگا۔ اعصاب پر نیند کا جو غلبہ تھا وہ ایک دم ختم ہو گیا۔ مجھے سا لگا جیسے میں نے کرنٹ دوڑتی ہوئی بجلی کی ننگی تار پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔ ملزم کا الات میں مر جانا سنگین جرم ہوتا ہے جس کی تحقیقات خود مجسٹریٹ کرتا ہے اور الات بھی ہیڈ کوارٹر کی تھی اور اس کے علاوہ باقی تمام صورتِ حال بھی تفصیلی طور پر ہار میں آ چکی تھی۔ ظاہر بات ہے ایس پی فیاض بیگ کو لمحے لمحے کی خبر ہو گی اور وہ ی طرح اس طرف متوجہ ہو گا۔ اسے اس واقعے سے موقع مل جائے گا اور میرے ء وہ مصیبت کھڑی کر دے گا۔ ملزمان میری کسٹڈی میں تھے اور مجھ پر یہ ذمے ی عائد ہوتی تھی کہ مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔ ایسی صورت میں ایک ملزم کا ہانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ میں سوچنے لگا الکی کیا وجہ ہوئی جو ملزم حوالات میں مر گیا۔ کوئی ایسا تشدد تو ہوا بھی نہیں تھا اس ہ جان لیوا ثابت ہوتا۔ بے شک زیدی جذباتی ہو گیا تھا لیکن ایسا بھی نہیں کہ بندہ جائے۔ مجھے تو اس میں بھی کوئی چکر نظر آ رہا تھا۔ بہرحال چکر کوئی بھی ہو اب

تو یہ حقیقت تھی کہ ملزم حوالات میں مر گیا تھا اور فیاض بیگ کو مجھ سے بدلہ لینا تھا۔ عالیہ میری تمام کیفیت کو نوٹ کر رہی تھی۔ میرے خوف زدہ ہو جانے سے وہ خود بھی خوف زدہ ہو گئی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

”عالیہ! پھرتی سے ایک پیالی چائے پلا دو۔ کیونکہ اس وقت ہیڈ کوارٹر کی کینٹین میں چائے نہیں ملے گی۔ سب سو جاتے ہیں، حالانکہ وہ کینٹین ڈے اینڈ نائٹ ہے۔“

”میں ابھی بناتی ہوں۔ کیا آپ کو جانا ہے؟“

”ہاں عالیہ! گڑبڑ ہو گئی ہے ذرا۔ تم نے صبح کے اخبار میں یہ تو پڑھ ہی لیا ہے کہ ہم نے مونا کریک پر ایک کامیاب چھاپہ مار کر سونے کی لانچ پکڑی ہے۔ چار ملزم تھے۔ ان میں سے ایک مر گیا۔ یہی اطلاع ابھی کانسٹیبل نے مجھے دی ہے۔“

”مم...... مر گیا؟“

”ہاں، بڑی مشکل پیش آ جائے گی۔ بہرحال یہ تو زندگی کی اونچ نیچ ہے۔ دیکھو اللہ کیا کرتا ہے۔“

”میں آپ کے کپڑے نکال دوں؟“

”نہیں وہ سب میں کر لوں گا۔ تم پھرتی سے چائے کی ایک پیالی بنا دو تاکہ میری دماغی کیفیت بحال ہو جائے۔“ میں نے کہا اور اس کے بعد میں منہ ہاتھ دھو کر تیار ہونے لگا۔ عالیہ نے چائے کی پیالی دی تو وہ بھی بس ایسے ہی حلق میں انڈیل لی بلکہ حلق بھی جل گیا تھا۔ غرضیکہ میں بھاگ کر کسی نہ کسی طرح ہیڈ کوارٹر پہنچا اور تمام کارروائی میں حصہ لینے لگا۔ میرے اندیشے بالکل ٹھیک ثابت ہوئے تھے۔ ابھی تک اصولی طور پر یہ معلومات مجھے ہی ہونی چاہئے تھیں کہ ہمارا ملزم حوالات میں مر گیا۔ لیکن دوسری ہی صبح تمام کام شروع ہو گیا۔ مجھے پتہ چل گیا کہ میرے خلاف مقدمہ زیر دفعہ تین سو دو ت پ قتل عمد درج ہو گیا ہے۔ یہ اس قدر برق رفتار کارروائی تھی کہ لگتا تھا کہ محکمہ پولیس شے!! ان کی ٹیم میں سبھی میرے شدید مخالف ہیں کیونکہ اگر محکمہ چاہتا تو صرف عدالتی تحقیقات کروانے کے بعد اصل حقیقت سامنے آ جاتی۔ لیکن اس سلسلے میں جہاں سے جو کوششیں ہوئی ہوں گی مجھے بھی اس کا اندازہ تھا۔

حالانکہ میں نے اس ملزم کو انگلی بھی نہیں لگائی تھی۔ بہرحال مقدمہ قائم کر کے خاص طور سے ایک ڈی ایس پی کو تفتیش دی گئی۔ یہ ڈی ایس پی رانا سرکار تھا جو میرا دشمن نمبر ایک تھا۔ یہ بہت پرانی بات تھی جب میں اور رانا سرکار دو الگ الگ تھانوں میں تعینات تھے۔ وہاں سے کچھ لوگوں کی گرفتاری کے سلسلے میں میرا رانا سرکار سے اختلاف ہو گیا تھا اور رانا سرکار وہ بات دل میں رکھ کر بیٹھ گیا تھا۔ بعد میں جب میں معطل ہو گیا تھا تو میں نے سنا تھا کہ رانا سرکار نے تھانے میں باقاعدہ مٹھائی بانٹی تھی۔ اب رانا سرکار ڈی ایس پی بن چکا تھا۔ بہرحال رانا سرکار نے میرے خلاف تحقیقات کا آغاز کر دیا اور صورت حال میرے لئے سنگین ہو گئی۔

رانا سرکار کو مرزا فیاض بیگ کی سرپرستی حاصل تھی کیونکہ فیاض بیگ چاہتا تھا کہ میں راجہ فیروز اور ڈاکٹر سبحان کے بارے میں تحقیقات نہ کروں اور انہیں ندرت داؤد کے قتل کے معاملے میں ملوث نہ کروں۔ بڑا گورکھ دھندا پھیل گیا تھا۔ ابھی تک مجھے نظام اللہ صاحب کی صورت حال نہیں معلوم ہو سکی تھی، لیکن میں جانتا تھا کہ نظام اللہ صاحب بھی صرف اتنا ہی کر سکیں گے جتنا ان کے لئے ممکن ہو۔ استغاثہ کا کیس مضبوط بنانے کے لئے فیاض بیگ صاحب نے اپنی تمام قابلیت صرف کر دی۔ انہوں نے فیضو کے رشتے دار بھی تلاش کر لئے اور علاقے کے ڈیوٹی آفیسر سے روزنامچہ تیار کرایا جس میں فیضو کے رشتے داروں کی طرف سے ایف آئی آر بھی درج کرائی گئی تھی اور روزنامچے میں یہ بھی درج تھا کہ فیضو ایک عمر رسیدہ اور شریف آدمی ہے، اسے زبردستی گھر سے اٹھا کر لے جایا گیا تھا اور اس کے بعد اس کیس میں ملوث کر دیا گیا تھا جبکہ وہ تو کافی عرصے سے بیکار تھا اور بس رشتے دار ہی اس کی کفالت کرتے تھے۔ باقاعدہ کیس بنایا گیا تھا اور فیاض بیگ نے اپنی ساری قابلیت صرف کر دی تھی۔ ادھر نظام اللہ صاحب کو خبر پہنچی تو انہوں نے فوراً مجھے طلب کر لیا۔

”یہ کیا، کیا تم نے؟“ نظام اللہ صاحب نے خشک لہجے میں کہا۔

”سر، میں نے تو اسے انگلی بھی نہیں لگائی۔“

”نہیں سکندر! میں کہاں تک تمہاری پشت پناہی کر سکتا ہوں۔ تمہیں معلوم تھا اس سلسلے میں دوسری طاقتیں بھی کام کر رہی ہیں، تم سونے کی ایک لانچ پکڑ کر

مطمئن ہو گئے اور اخبارات میں بیان دینا شروع کر دیئے اور اپنی تصویریں چھپوانے کا شوق پورا کرنے لگے۔ بہر حال میں کیا کہہ سکتا ہوں، ذمے داری تو تمہاری تھی۔ اب دیکھو تقدیر تمہارے لئے کیا فیصلے کرتی ہے۔" نظام اللہ صاحب ہاتھ جھاڑ کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔

زیدی سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے زیدی سے کہا۔

"سب سے پہلے تم نادیہ صمدانی کو فون کر کے صورت حال بتاؤ اور اسے طلب کر لو۔"

"وہ باہر موجود ہیں سر اور اپنے طور پر کارروائی کر رہی ہیں۔" زیدی نے کہا اور میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ سب کچھ میرے خلاف ہو گیا تھا اور چند لمحوں میں ہو گیا تھا۔ تمام گارڈ وغیرہ سے بیانات لئے جا رہے تھے جو اس وقت لاک اپ ڈیوٹی پر تھے۔ سب نے ایک جیسا بیان دیا کہ جب ملزمان کو حوالات میں بند کرنے کے لئے لایا گیا تو فیقو کی حالت خراب تھی اور وہ بار بار پانی مانگ رہا تھا۔ فیقو کے ساتھی ملزمان نے بھی یہی بیان دیا اور بہر حال ان بیانات کی روشنی میں مجھے گرفتار کر لیا گیا۔ نادیہ میرے پاس آ گئی تھی۔ میں نے نادیہ سے کہا۔

"نادیہ باقی تو جو کچھ ہو گا سب ٹھیک ٹھاک ہے۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ تمہیں عالیہ کو سنبھالنا ہے۔"

نادیہ نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی تھی۔ بہر حال میری وردی اتر گئی اور مجھے جیل بھیج دیا گیا۔ میں نے نادیہ سے کہہ دیا تھا کہ عالیہ کو مجھ سے ملانے لانے کی ضرورت نہیں ہے۔

نظام اللہ صاحب بالکل ہی بری الذمہ نہیں ہوئے تھے لیکن ان کا رویہ کچھ عجیب سا تھا۔ اس وقت بھی جب میں نے ان سے اس لانچ پر چھاپہ مارنے کی اجازت طلب کی تھی تو ان کا رویہ کچھ ناخوشگوار سا ہو گیا تھا۔ بعد میں وہ ڈی آئی جی کے پاس گئے تھے اور جب ان کی طرف سے اجازت مل گئی تھی تو ذرا مطمئن واپس آئے تھے۔ لیکن اب پھر انہوں نے یہی انداز اختیار کیا تھا۔ البتہ فیقو کا پوسٹ مارٹم فوراً کرایا گیا اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے بارے میں مجھے پتہ چلا کہ موت ریڑھ

کی ہڈی ٹوٹ جانے سے واقع ہوئی ہے۔ بہر حال یہ بھی میرے لئے ایک انکشاف تھا۔ آخر فیقو کی ریڑھ کی ہڈی کیسے ٹوٹ گئی۔ لیکن کیا کہا جا سکتا ہے۔ یہ تو عدالت میں استغاثہ کو ثابت کرنا تھا اور مجھے اپنا دفاع کرنا تھا۔ اس کے علاوہ میری ضمانت کا معاملہ بھی تھا۔

میں انہی سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا کہ مجھے وکالت نامے کا خالی فارم ملا اور کہا گیا کہ میں اس پر دستخط کر دوں۔ جب میں نے وکالت نامے کے اوپری سرے پر لکھا ہوا نام دیکھا تو میرے دل میں ایک عجیب سی کیفیت جاگ اٹھی۔ میرے وکیل شہزاد احمد ملسانی تھے۔ میں جانتا تھا کہ مجھ سے محبت کرنے والے کس طرح اپنے دن رات کا چین حرام کر چکے ہوں گے۔ ویسے بھی ملسانی صاحب نے اس وقت مجھ سے کہا تھا کہ اگر ندرت داؤد کے کیس کی تفتیش میں مجھ پر کوئی افتاد پڑی تو وہ میری مدد کریں گے اور ان تک پہنچنے والی نادیہ صمدانی کے علاوہ اور کون ہو سکتی تھی۔

بہر حال میں نے وکالت نامے پر دستخط کر دیئے۔ دوسرے دن کا اخبار بھی مجھے مل گیا جس میں نادیہ صمدانی نے ایک ایسا دھواں دھار مضمون لکھا تھا کہ اس نے اپنے لئے بھی مصیبت ہی مول لے لی تھی۔ اس مضمون میں اس نے لکھا تھا کہ پولیس کو لوگ جادوگر سمجھتے ہیں اور بدعنوان افسروں نے یہ تاثر لوگوں کے ذہن تک پہنچایا ہے جبکہ پولیس کانسٹیبل سے لے کر اعلیٰ افسران تک اپنے دن کا سکون اور رات کا چین حرام کر کے مجرموں کے خلاف سینہ سپر ہوتے ہیں، گولیاں کھاتے ہیں، موت کے گھاٹ اترتے ہیں۔ لیکن ان کی ذرا سی لغزش پر انہیں معاف نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح ایک شخص جس نے رات کو سونے سے بھری ہوئی لانچ پکڑی دوسرے دن ایک آدمی کی موت کا ذمے دار قرار دے کر جیل پہنچا دیا جاتا ہے۔ محکمہ پولیس کے وہ نیک نام افسران جو مزدوروں کی طرح اپنی ڈیوٹیاں سرانجام دیتے ہیں لیکن ان کی معمولی تنخواہوں سے ان کے گھروں کی کیفیت دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ ذمے داری تو باہر کی رکھتے ہیں لیکن ان کی پشت پر کچھ نہیں ہوتا۔ سکندر شاہ بھی ایک ایسی ہی شخصیت ہے۔ نادیہ صمدانی نے میرے کچھ دن پہلے معطل ہو جانے کے واقعات، ان وجوہات اور اس کے بعد سے اب تک کی تمام تفصیل اور اس کے بعد میرے

معمولی گھر کی کہانی تفصیل سے لکھی تھی۔ میں جانتا تھا کہ نادیہ نے بہت بڑا خطرہ مول لے لیا ہے لیکن وہ پاگل لڑکی شاید میرے لئے زندگی تک کھونے پر آمادہ تھی۔

تفتیشی افسر نے اپنے کام کا آغاز کر دیا اور پھرتی سے تفتیش مکمل کر کے چالان پیش کر دیا۔ چنانچہ مقدمے کی کارروائی شروع ہو گئی پہلی پیشی پر مجھے جیل سے عدالت لے جایا گیا۔ عدالت میں میرے بہت سے بہی خواہ موجود تھے۔ نادیہ صمرانی بھی تھی اور اس کے ساتھ عالیہ بھی تھی جو حسرت بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ زندگی میں اتنی جلدی جلدی بدلنے والے حالات شاید کسی کسی کو پیش آتے ہوں۔ نہ جانے کیسی تقدیر تھی میری۔ البتہ ایک بات میں جانتا تھا کہ میں خود برائی کرنے والوں میں سے نہیں تھا، باقی سارے معاملات اللہ کے حوالے۔ بات معمولی نہیں تھی، مجھے سزائے موت بھی ہو سکتی تھی البتہ اس وقت ملسانی صاحب میرے لئے کیا ثابت ہوئے تھے میں بتا نہیں سکتا۔

انہوں نے کہا۔ ”تم ایک پولیس افسر ہو۔ میرا خیال ہے تم زیادہ پریشان نہیں ہو گے۔“

”کیا کہہ سکتا ہوں سر......؟“

”وہ تمہارے ہاتھوں تو نہیں مارا گیا؟“

”نہیں سر......!“

”ٹھیک ہے، باقی کام اللہ اور اس کے بعد مجھ پر چھوڑ دو۔“

عدالت کی کارروائی شروع ہو گئی۔ ملسانی صاحب اپنے کئی جونیئرز کے ساتھ موجود تھے۔ سرکاری وکیل نے عدالت کی اجازت سے ابتدائی رپورٹ اور مقدمے کے مختصر حالات بتائے اور استغاثہ کے گواہ پیش کرنے کی اجازت چاہی۔ گواہ پیش ہوتے رہے، بیان دیتے رہے مگر ملسانی صاحب نے ان سے کوئی جرح نہیں کی۔ لمحے بھر کے لئے میرے ذہن میں بہت سے الجھے ہوئے خیالات ابھر آئے۔ دنیا جس قدر بری ہو چکی ہے اس کے بارے میں کسی کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں۔ اور میرے اندر نجانے کیا کیا برائیاں چھپی ہوں گی۔ اپنا اظہار کون کرتا ہے۔ میں نے سوچا کہ کہیں ملسانی صاحب بھی کسی جال میں نہ پھنس گئے ہوں اور مخالف پارٹی

سے مل کر مجھے پھانسی پر لٹکوانا چاہتے ہوں۔ گواہ نجانے کیا کیا بیانات دے رہے تھے اور ایک پولیس آفیسر کی حیثیت سے میں ان بیانات کی سنگینی کو محسوس کر رہا تھا۔ مجھے لگ رہا تھا جیسے میری گردن میں رسی کا پھندا تنگ سے تنگ ہوتا جا رہا ہو۔ پہلی بار ملسانی صاحب نے اس سپاہی سے دو سوالات پوچھے جو حوالات میں گارڈ ڈیوٹی پر تھا۔

”تمہاری گارڈ ڈیوٹی حوالات پر تھی؟“

”جی جناب۔“

”تم نے اس وقت جب اسٹاف ملزمان کو حوالات میں بند کرنے کے لئے آیا تھا۔ دیکھا تھا۔“

”جی ہاں، دیکھا تھا اور میں نے ہی حوالات کھول کر ملزمان کو بند کیا تھا۔“

”مرنے والا فیقو بابا اس وقت ان کے ساتھ تھا۔“

”جی صاب جی......فیقو کو بھی بقیہ ملزمان کے ساتھ ہی لایا گیا تھا۔“

”فیقو نے حوالات کے پاس پہنچ کر کیا کہا؟“

”اس نے پانی مانگا تھا سرکار اور وہ کراہ رہا تھا۔“

”پھر تم نے کیا کیا؟“

”میں اس کو نل پر لے گیا اور اس کو پانی پلایا۔“

تمام گواہوں نے ملتا جلتا اور ایک دوسرے کی تائید میں بیان دیا تھا۔ ملسانی صاحب نے سوائے اس کانسٹیبل کے اور کسی سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ آخر میں پولیس سرجن کی گواہی تھی جس نے پوسٹ مارٹم کیا تھا۔ سرکاری وکیل نے اس کا بیان کروایا۔ پولیس سرجن نے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ پیش کی اور یہ بتایا کہ ریڑھ کی ہڈی ٹوٹنے سے موت واقع ہوئی ہے۔ ایک بار پھر ملسانی صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے گلا صاف کیا اور پولیس سرجن پر ایک نگاہ ڈال کر بولے۔

”ڈاکٹر صاحب! آپ نے ابھی بیان دیا ہے کہ فیقو کی موت ریڑھ کی ہڈی ٹوٹنے سے واقع ہوئی ہے۔ کیا یہ بیان درست ہے؟“

”جی بالکل۔“

”اس کے علاوہ مرنے والے کے جسم پر کوئی اور نشان، کوئی چوٹ وغیرہ بھی دیکھی تھی آپ نے؟“

”جی ہاں...... رگڑ کے نشانات تھے۔“

”کیا وہ نشانات موت کا باعث بن سکتے ہیں؟“

”جی نہیں، موت صرف ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جانے سے واقع ہوئی ہے۔“

”ٹھیک، بہت خوب ...... بلکہ بہت زیادہ خوب۔“ ملسانی صاحب کے لہجے میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہوگئی۔ انہوں نے اپنا چشمہ ذرا سا اوپر کیا پھر پوچھا۔

”کیا آپ نے ہیومن اسکیلیٹن نامی کتاب پڑھی ہے جو طب کی ایک مستند کتاب ہے اور تقریباً جتنے بھی ایم بی بی ایس کرنے والے ہیں وہ اس کتاب کو ضرور پڑھتے ہیں۔“

”جی ہاں، میں نے پڑھی ہے۔“ پولیس سرجن نے جواب دیا۔

”اس میں لکھا ہے کہ اگر انسان کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے تو وہ ایک قدم بھی نہیں چل سکتا بلکہ حرکت بھی نہیں کرسکتا۔“

”جی ہاں، بالکل ٹھیک ہے۔ ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جانے کے بعد کوئی شخص چلنا تو درکنار سیدھا اٹھ کر بیٹھ بھی نہیں سکتا۔“ پولیس سرجن نے جواب دیا اور ایک لمحے کے اندر ساری عدالت میں شور سا مچ گیا۔ استغاثہ کے وکیل کے چہرے پر مردنی سی چھا گئی۔ جج صاحب کو خاموشی کا آرڈر دینا پڑا۔ اس کے بعد ملسانی صاحب نے عدالت نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

”بس جناب! مجھے یہی پوچھنا تھا۔“

استغاثہ کا کوئی گواہ نہیں رہا تھا۔ نہ ہی ملسانی صاحب نے کسی گواہ کو صفائی میں پیش کرنے کی درخواست کی تھی۔ اگلے دن پھر بحث شروع ہوئی۔ سرکاری وکیل نے بڑے زور وشور سے بحث کی مگر ملسانی صاحب نے مختصر اور انتہائی مدلل بحث کی اور عدالت میں ہر چہرہ جوش سے سرخ ہوگیا۔ درحقیقت بہت سے لوگ اس وقت تک پس پردہ رہتے ہیں جب تک کہ خود ان سے کوئی واسطہ نہ پڑے۔ اس وقت ملسانی صاحب نے وہ قیامت ڈھائی تھی کہ میرے اندر کی مایوسی بھی دم توڑ گئی تھی۔ انہوں

نے بحث کے دوران کہا۔

”جناب عالی! میرا موکل ایسے مقدمے کی تفتیش کر رہا تھا جس کے مکمل ہونے پر بہت سے پردہ نشین بے نقاب ہو جاتے اور میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ لوگ کافی اثر و رسوخ کے مالک ہیں۔ میرے موکل نے بہت بڑی مقدار میں سونا پکڑا جو کہ سماج دشمن عناصر اسمگل کر کے ملک میں لا رہے تھے جس سے ملک کی اقتصادی حالت پر بہت برا اثر پڑتا۔ انہی ملزمان میں سے مرنے والا شخص فیفو ایک ایسا ملزم تھا جس کے متعلق اس گروہ کے سرغنہ کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ وہ پولیس کو ان کے خلاف بیان دیدے گا۔ چنانچہ انہوں نے ایک تیر سے دو شکار کھیلے۔ حوالات کے اندر دوسرے تین ملزمان کے ذریعے اسے بلندی سے زمین پر پھنکوا کر اس کی ریڑھ کی ہڈی تڑوا دی جس سے اس کی موت حوالات کے اندر اس کے ساتھی ملزمان کے تشدد سے واقع ہوئی اور بڑی آسانی سے اس کا الزام میرے موکل پر لگوا دیا گیا تا کہ وہ قتل کے مقدمے میں پھنس کر رہ جائے اور اس کا ہاتھ ان تک نہ پہنچنے پائے۔ پولیس سرجن کے بیان کے مطابق مرنے والے کی موت ریڑھ کی ہڈی ٹوٹنے سے واقع ہوئی ہے اور یہی پولیس سرجن اپنے بیان میں بتاتے ہیں کہ انسان ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جانے کے بعد حرکت نہیں کرسکتا۔ دوسرے گواہوں کا بیان ہے کہ انہوں نے متوفی کو خود اپنے پاؤں پر چلتے ہوئے، حوالات میں بند ہوتے اور پانی پیتے ہوئے دیکھا ہے۔ ایک ایسا شخص جس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹی ہوئی ہو کس طرح پیدل چل کر حوالات تک جائے گا اور نل پر پانی پینے کے لئے جا سکتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ جس وقت ملزمان حوالات میں بند کرنے کے لئے لائے گئے، متوفی تندرست و توانا تھا، اپنے پاؤں پر چل کر آیا تھا۔ اگر اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹی ہے تو حوالات کے اندر جس وقت وہ تحویل میں تھا اور گارڈ ڈیوٹی پر موجود تھے۔ کہیں نہ کہیں سے ضرور اطلاع ملی ہوتی کہ ملزم پر شدید تشدد کیا گیا ہے اور اس کے گواہ اس کے ساتھی بھی ہوتے جن میں سے کسی نے بیان نہیں دیا کہ ان کے سامنے ملزم پر کوئی تشدد ہوا۔ حالانکہ وکیل استغاثہ نے بھرپور کوشش کی تھی کہ ان کے بیانات لے کر میرے مؤکل کو ملزم قرار دیا جا سکے۔ جناب والا! اس سے جو ظاہر ہوتا ہے آپ

کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ یہ سب میرے موکل کو اسمگلنگ کے اس کیس کی تفتیش سے راستے سے ہٹانے کے لئے کیا گیا ہے اور جن لوگوں نے کیا ہے ان کے بارے میں اگر میرے موکل کو موقع دیا جائے تو بہت جلد وہ ساری تفصیل منظر عام پر لے آئے گا۔ چنانچہ جناب عالی فیصلہ کرتے وقت اس بات کو ذہن میں رکھئے کہ ملک کی بہتری، ملک کی بقاء اور ملک کو ایک شدید نقصان سے بچانے کے لئے میرے موکل نے اپنی خدمات پیش کیں اور اسے ایک بدتر صلہ دیا جا رہا ہے۔''

ملسانی صاحب نے اپنی بات ختم کی۔ عدالت میں اس طرح سناٹا چھا گیا تھا کہ سانسوں کی آوازیں تک صاف سنائی دے رہی تھیں۔ ہر چہرہ شدتِ جوش سے سرخ تھا۔ میں نے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے نادیہ صمدانی کی طرف دیکھا۔ وہ آنکھوں سے آنسو پونچھ رہی تھی اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ نجانے کیوں مجھے کچھ روشنیاں سی نظر آنے لگیں۔ بہرحال اس بات کا تو یقین تھا کہ تقدیر اور تقدیر کا مالک یقیناً انصاف کرے گا۔

❁ ❁ ❁

عدالت میں اتنی دیر تک سناٹا مشکل ہی سے طاری رہتا ہے۔ میں نے بھی درجنوں کیس نمٹائے تھے، عدالتوں میں بھی وقت گزارا تھا لیکن اس وقت جج صاحب بھی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اور پھر ان کی آواز سنائی دی۔

''عدالت کل تک کے لئے برخواست کی جاتی ہے۔ کل اس کیس کا فیصلہ دے دیا جائے گا۔''

ہلکی ہلکی چہ میگوئیاں فضا میں ابھریں اور اس کے بعد پھر خاموشی طاری ہوگئی۔ میں کمرۂ عدالت سے باہر نکلا تو نادیہ صمدانی فوراً میرے قریب آ گئی اور بولی۔

''مایوس تو نہیں ہو؟''

میں ایک پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ خاموش ہو گیا۔ بہت زیادہ پُرجوش الفاظ ادا نہیں کرنا چاہتا تھا، خود بھی جذباتی سا آدمی ہوں۔ ہو سکتا ہے مجھ پر کوئی جذباتی کیفیت طاری ہو جاتی۔ عالیہ کو ان سارے معاملات کی خبر گھر پر ہی کی جا رہی تھی۔ نادیہ صمدانی نے چلتے وقت کہا۔

''میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ انصاف ہوگا۔ کبھی کبھی دل بھی وقت سے پہلے آنے والے واقعات کی طرف رہنمائی کر دیتا ہے۔''

''اللہ مالک ہے......'' میں نے اپنے لہجے کو پُرسکون بناتے ہوئے کہا۔ بہرحال انسان انسان ہی ہوتا ہے۔ دوسرے دن میری تقدیر کا فیصلہ سنایا جانے والا تھا۔ یہ رات سونے کی رات نہیں تھی۔ جس حد تک ممکن ہو سکا اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور درخواست کی کہ کم از کم بے گناہ ہو کر گناہ کا الزام اپنے سر لے کر دنیا سے نہ جاؤں۔ اور قدرت کبھی کسی کو مایوس نہیں کرتی، بس دلوں میں سچائی ہونی چاہئے۔

دوسرے دن مجھے پھر عدالت میں پیش کیا گیا۔ اجلاس میں پہلا نمبر میرے ہی کیس کا تھا۔ جج صاحب نے حتمی فیصلہ کر لیا تھا۔ انہوں نے کہا۔

''استغاثہ ملزم کے خلاف ثبوت فراہم کرنے میں مکمل طور پر ناکام رہا ہے اور یہ اندازہ بخوبی ہوتا ہے کہ محکمانہ رنجشوں اور دشمنیوں کے نتیجے میں ایک باعزت اور فرض شناس پولیس افسر کو ایک جھوٹے مقدمے میں ملوث کر کے اس پولیس افسر کی عزت اور شہرت کو نقصان پہنچایا گیا ہے۔ محکمے کے سربراہ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ ان افسران کے خلاف محکمہ جاتی کارروائی کی جائے جو جھوٹا مقدمہ بنانے کے ذمے دار ہیں۔ عدالت سکندر شاہ کو باعزت بری کرتی ہے۔''

کچھ دیر کے لئے آنکھوں کے نیچے اندھیرا آ گیا تھا۔ سامنے موجود تمام افراد دھندلے دھندلے نظر آ رہے تھے۔ نادیہ صمدانی پیش پیش تھی۔ تمام ضروری امور میں وہ میرے ساتھ رہی تھی اور اس کے بعد بھی اس نے ہی میرے آئندہ قدم کا فیصلہ کیا اور سیدھی مجھے شہزاد احمد ملسانی کے پاس لے گئی جو میرا انتظار کر رہے تھے۔ بہرحال میں نے بھرائی ہوئی آواز میں ان کا شکریہ ادا کیا۔

''نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر پیشے کے کچھ اصول ہوتے ہیں۔ تم نے اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے زندگی کی بازی لگا دی تو ظاہر ہے ہمیں بھی اپنا کچھ نہ کچھ فرض پورا کرنا تھا۔ میں نے جو کچھ کیا ہے اپنے ضمیر کے اشارے پر کیا ہے۔ بہرحال ساری باتیں اپنی جگہ ہیں، آگے کے بارے میں تمہیں خود فیصلہ کرنا ہوگا اور اگر مناسب سمجھو تو مجھے اس فیصلے کی اطلاع ضرور کر دینا۔''

میں ملسانی صاحب کے الفاظ کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان واقعات کے بعد مجھے صورت حال کا جائزہ لینا تھا۔ میری حیثیت کسی بھی طور مجروح نہیں ہوئی تھی اور مجھے میری جگہ بڑے باعزت طریقے سے دے دی گئی تھی۔ البتہ اس دوران مجھے اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ پولیس افسر کا ماضی چاہے کتنا ہی شاندار کیوں نہ ہو لیکن ذرا سی افتاد پڑے تو محکمہ اس کی کوئی مدد نہیں کرتا۔ معمولی سی غفلت سے اس کے تمام سابقہ اچھے کارناموں کو گھن لگ جاتا ہے۔ بہرحال میں نے نادیہ صمدانی سے کہا۔

''اب یہ بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہئے؟''

''نہیں...... دیکھو، بعض معاملات میں انسان کو اپنے فیصلے خود کرنا ہوتے ہیں اور مجھے بھی یہی اچھا لگے گا کہ اس معاملے میں اپنا فیصلہ تم خود کرو۔ ہاں ایک بات پر پوری طرح بھروسہ رکھو کہ تم جو فیصلہ بھی اس وقت کرو گے میں اس میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

''مگر نادیہ، ہر مسئلے میں تو تم میرے ساتھ پیش پیش رہتی ہو، مجھے مشورہ دیتی ہو۔''

''دیکھو، میں جہاں مناسب سمجھتی ہوں وہاں تمہارے معاملے میں مداخلت کرتی ہوں لیکن بعض جگہوں پر دل چاہتا ہے کہ آگے نہ بڑھا جائے بلکہ یہ دیکھا جائے کہ انسان کا آئیڈیل کیا فیصلے کرتا ہے۔ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ آگے تمہارا فیصلہ کیا ہو گا؟''

''غلط ہو یا صحیح؟''

''ہاں۔''

''ٹھیک ہے، پھر میں تمہیں اپنا کام کرنے کے بعد ہی اطلاع دوں گا۔'' اور اس کے بعد میں سیدھا ایس پی نظام اللہ صاحب کے پاس پہنچ گیا اور میں نے وہی کہا جو میرے دل میں تھا۔

''سر! میں اس کیس کی تفتیش سے دست بردار ہونا چاہتا ہوں۔''

نظام اللہ صاحب نے نگاہیں اٹھائیں اور آہستہ سے بولے۔

''کیوں؟''

''آپ براہ کرم اس کیس کی تفتیش کسی دوسرے قابل افسر کے سپرد کر دیجئے۔ کہ مزید کسی اور مصیبت میں گرفتار نہیں ہونا چاہتا۔''

نظام اللہ صاحب کی نگاہیں ایک دیوار پر ٹک گئیں۔ انہوں نے آہستہ سے کہا۔

''دیکھو میں کوئی احمقانہ بات نہیں کروں گا کہ پولیس افسر ہیرو ہوتا ہے اور اسے ہیرو ہی رہنا چاہئے۔ حقائق سے منہ موڑنا بس بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لینے کے مترادف ہے۔ میں جانتا ہوں کہ خود میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکا تھا۔ بڑے

خوش نصیب ہو تم کہ تمہیں ایک ایسی نڈر دوست حاصل ہے جو تمہارے لئے ہر جگہ سینہ تان کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ ایک لڑکی ہونے کے باوجود وہ جس قدر بہادر ہے تم یقین کرو کبھی کبھی تو میں آرزو کرتا ہوں کہ کاش وہ میری بیٹی ہوتی اور رشک کرتا ہوں تم پر کہ وہ تمہاری بہترین دوست ہے۔ بہت سے ذاتی معاملات ایسے ہوتے ہیں جنہیں کریدنا قطعی غیر مناسب ہوتا ہے۔ میرے دل میں یہ خیال بار بار آتا ہے کہ وہ تمہاری زندگی کی ساتھی کیوں نہ ہوئی۔ بہرحال میں تمہیں کچھ الفاظ ضرور کہوں گا۔ ان میں کوئی جذباتی کیفیت نہیں ہے بلکہ تم یوں سمجھ لو کہ ایک کتاب پڑھ رہے ہو جس میں ایک تحریر لکھی ہوئی ہے۔ تم اس تحریر سے اتفاق نہیں کرو گے تو کتاب کے الفاظ بدل نہیں جائیں گے۔ اور نہ ہی کتاب تمہیں مجبور کر سکے گی کہ تم ان الفاظ پر غور کرو۔ مجھے معلوم ہے کہ تم بے گناہ ہو اور تمہیں دشمنی اور عداوت کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ لیکن میرا خیال ہے پولیس افسر کو ایسی مصیبتوں سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ یہ سب کچھ زندگی کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ تم یوں اندازہ کرو کہ دو ٹیمیں آپس میں کھیلتی ہیں۔ مخالف ٹیم فاؤل بھی کھیلتی ہے۔ ریفری بعض اوقات غلط فیصلے بھی دے دیتا ہے۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود کھیل نہیں رکتا۔ ٹیمیں میدان سے بھاگ نہیں جاتیں۔ دشمن کا مقابلہ ہر قیمت پر کرنا چاہئے۔ حالات چاہے جتنے بھی مخالف ہوں، حوصلہ ہارنا مردوں کا شیوہ نہیں ہے۔ ایک مرتبہ تم اس تفتیش سے دستبردار ہو گئے تو سوچو تم جن لوگوں کا آئیڈیل بن گئے ہو وہ تمہارے بارے میں کیا سوچیں گے؟ اور پھر سچی بات یہ ہے کہ یہ مخالفین کی جیت ہو گی اور تم انہیں فتح پلیٹ میں رکھ کر پیش کرو گے۔ وہ اور کیا چاہتے ہیں، بس یہی نا کہ کسی طرح تم حوصلہ ہار جاؤ اور اس کیس کی تفتیش نہ کرو۔ اس کے لئے تمہاری جان لینے کی بھی کتنی کوششیں ہو چکی ہیں۔ میں جانتا ہوں اس موقع پر تم یہ کہنا چاہو گے کہ سر میں نے ان قاتلانہ حملوں کی پرواہ نہیں کی جو مجھ پر ہوئے ہیں، لیکن یہ حملہ جو اندر سے ہوا ہے میرے لئے جان لیوا ہے تو میں تم سے کہوں گا تمام ہتھکنڈے استعمال کئے جاتے ہیں۔ اب تم یہ بھی سوچو کہ وہ دوسرا افسر جس کے سپرد یہ تفتیش کی گئی ہو سکتا ہے اس پارٹی کا آلۂ کار بن جائے۔ اس کی کیا ضمانت ہے کہ دوسرا افسر مخالف پارٹی کے ہاتھوں بک نہیں جائے گا اور

پھر میں تمہیں ایک بات اور بتاؤں وہ یہ کہ جب تم نے اس ریڈ کی اجازت مانگی تھی تو ڈی آئی جی صاحب کے الفاظ تمہارے بارے میں بہت اچھے تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ نہیں مجھے اس آدمی پر اعتبار ہے، وقت اس کے خلاف ہو تو ہو جائے لیکن یہ مستقبل کا بہت بڑا افسر ہے کیونکہ یہ سچائی کے راستوں پر چلتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم بدقسمتی کے جس دور سے گزر رہے ہیں ان میں سب سے معمولی چیز سچائی ہی بن گئی ہے۔ ڈی آئی جی صاحب کے اس اعتماد کو ٹھیس پہنچے گی۔ تمہاری آئندہ ترقی پر اس کا بہت برا اثر پڑے گا۔ دیکھو یہ ایک کتاب بول رہی ہے جس کے بارے میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ اس کے اوراق پر یہ تحریر مفکرین نے لکھ دی ہے۔ تم اس کتاب کو بند کرو اور اپنی مرضی سے جو دل چاہے کرو، لیکن جو شخص بول رہا ہے وہ تمہارا افسر اعلیٰ نہیں بلکہ ایک سچا ساتھی ہے یعنی میں۔ تم اس تفتیش سے دستبردار نہ ہو، میں درپردہ تمہاری ہر مدد کے لئے حاضر ہوں۔"

اب اس کے بعد بھلا کیا گنجائش تھی کہ میں نظام اللہ صاحب کی بات نہ مانتا۔ مجھے پولیس ٹریننگ سکول کے استاد کی وہ بات یاد آ گئی جو انہوں نے ایک دن لیکچر کے دوران کہی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ پولیس کی نوکری بہت نازک ہوتی ہے۔ پولیس افسر کا ایک پاؤں جیل میں اور دوسرا باہر ہوتا ہے، اس کے سر پر ہر وقت خطرے کی تلوار لٹکی رہتی ہے۔ بظاہر لوگ اسے صاحب اختیار سمجھتے ہیں لیکن وہ جس قدر نازک زندگی گزارتا ہے عام لوگ اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔ لہٰذا ایک پولیس افسر کو ان باتوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔

نظام اللہ صاحب نے کہا۔

"تم جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔"

"سر جانے سے پہلے میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ہاں بولو۔"

"سر میں ہر قیمت پر اس کیس کی تفتیش کو پایۂ تکمیل تک پہنچاؤں گا۔ میں حق پر ہوں اور صحیح راستے پر ہوں۔ خدا میری مدد ضرور کرے گا۔ بس اجازت چاہتا ہوں۔"

"گڈ...... میں تمہیں اپنی خوشی کے بارے میں صحیح طور پر نہیں بتا سکتا۔"

"سر آج سے ٹھیک ایک ہفتے کے بعد میں مجرموں کو ہتھکڑیاں پہنا کر آپ کے سامنے پیش کر دوں گا ورنہ ملازمت سے استعفیٰ دے دوں گا۔"

"نہیں، بالکل نہیں۔ یہ دوسرا جملہ بالکل غیر فطری ہے۔ اسے اپنے خیالات سے خارج کر دو۔ جاؤ خدا تمہارا حامی و ناصر رہے۔"

میں نے نظام اللہ صاحب کو سلیوٹ کیا۔ حوصلے آسمان تک پہنچ گئے تھے۔ چنانچہ میں خوشی خوشی واپس آ گیا۔ ادھر سب انسپکٹر زیدی نے تماشہ لگا رکھا تھا۔ دفتر میں مٹھائیوں کے ڈبے میز پر بھرے ہوئے تھے اور یارانِ طریقت ان پر ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ سب انسپکٹر زیدی نے جرأت کر کے مٹھائی کا ایک ٹکڑا میرے منہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"سر تھوڑی دیر کے لئے مجھے صرف اپنا محبت کرنے والا تصور کریں۔ میں آپ کو سلیوٹ نہیں کروں گا بلکہ مٹھائی کھلاؤں گا۔"

"بہت شکریہ...... بہت شکریہ...... اس دن میں تمہیں مٹھائی کھلاؤں گا جب ہم مجرموں کا سراغ لگانے اور انہیں گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"انشاء اللہ" سب انسپکٹر زیدی نے بڑے خلوص سے کہا۔

بہر حال کچھ لوگ ایسے تھے جو جلن اور حسد سے مرے جا رہے تھے۔ کچھ ایسے تھے جو میری رہائی کی خوشی میں مٹھائیاں تقسیم کر رہے تھے۔ زمانہ اسی طرح کا ہے، نادیہ صمدانی تو ایک ایک لمحہ میرے ساتھ رہی تھی۔ ملسانی صاحب نے بھی مجھے اپنے عقیدت مندوں میں شامل کر لیا تھا لیکن ایک اور کردار تھا جس کی خوشیاں آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی تھیں، عالیہ میری شریک حیات۔ اور صحیح معنوں میں مجھ پر یہ فرض عائد ہوتا تھا کہ میں عالیہ کو بھرپور جواب دوں۔

دوسرا دن تھا، میں اپنے آفس میں بیٹھا نئی پلاننگ کر رہا تھا اور اپنے سامنے رکھے ہوئے کاغذ پر وہ تمام پوائنٹس نوٹ کر رہا تھا جن پر مجھے آگے چل کر کام کرنا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے یونہی بے خیالی میں ریسیور اٹھا لیا اور بولا۔

"ہیلو......"

دوسری طرف سے مجھے کھانسی کی آواز سنائی دی اور میں بری طرح اچھل پڑا۔

یہ میرا وہی ہمدرد اور غمگسار تھا جس نے مجھے ایک ایسی قیمتی اطلاع دی تھی کہ میں ان حالات کے باوجود اس کی اس اطلاع کا احسان مند تھا۔ چونکہ وہ میرے کریڈٹ پر تھی اور میں جانتا تھا کہ مجھے مستقبل میں اس کا صلہ ضرور ملے گا۔ کھانسی اور لمبے لمبے سانس، تھوڑی دیر کے بعد دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں آپ کا وہی پرانا خادم بول رہا ہوں جناب شاہ صاحب، مجھے ساری معلومات حاصل ہیں اور مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے آپ ایک ناگہانی مصیبت کا شکار ہو گئے ہیں۔"

"نہیں دوست! ایسا مت کہو...... یہ تو ایک جنگ ہے جو جاری ہے اور جاری رہے گی۔ آج ان لوگوں کے خلاف، کل دوسروں کے خلاف۔ ہمارا تو کام ہی یہی ہے کہ سچائی کے راستوں پر چلیں، گولیاں کھائیں، سزائیں بھگتیں اور اس کے باوجود آگے بڑھتے رہیں۔ میں تو تمہارا بے حد شکر گزار ہوں کہ تمہاری قیمتی اطلاع کی وجہ سے ہم نے اتنی مقدار میں سونا پکڑا۔"

کھانسی کی آواز پر میں نے کچھ لمحے تک اپنی آواز بند کر لی۔ کھانسی کا یہ دورہ خاصا طویل رہا پھر دوسری طرف سے آواز آئی۔

"دیکھئے شاہ صاحب! آپ کا ہمدرد اور غمگسار ہوں میں۔ ہمدردوں کی بات توجہ سے سنا کرتے ہیں۔ آپ بھی میری بات توجہ سے ہی سنئے۔ مجھے ایک بیوقوف آدمی سمجھ کر نظر انداز نہ کیجئے گا۔"

"نہیں دوست! کیسی باتیں کرتے ہو۔ میرا بس چلے تو تمہیں اپنے پاس لے آؤں، تمہاری اس کھانسی کا بہترین علاج کراؤں۔ کاش تم مجھ پر اعتبار کر کے مجھ سے ملاقات کر لو۔"

"کروں گا سر...... کروں گا، ضرور کروں گا۔ آپ میری عرض سن لیجئے۔"

"ہاں بولو، کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"دیکھئے صاحب! آپ کو اپنی جان کی حفاظت کرنی ہے۔ جن لوگوں سے آپ کا واسطہ ہے وہ بہت ہی نیچ اور کمینے ہیں۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ لوگ آپ کو ختم کرنے کے لئے بہت اعلیٰ پیمانے پر پلاننگ کر رہے ہیں۔ وہ بہت ہی شیطان صفت

انسان ہیں۔ شاہ جی آپ کو پوری طرح اپنی جان کی حفاظت کرنی ہے۔"

"دیکھو دوست! زندگی خدا کی دین ہوتی ہے۔ اس کی مرضی کے بغیر تو زندگی کو کوئی نہیں چھین سکتا۔ لیکن اگر برا نہ مانو تو میں تم سے ایک بات کہوں۔"

"جی ضرور۔"

"اب تم مجھ سے ملاقات کرلو تاکہ ہم اپنے مشترکہ دشمنوں کا صفایا کر دیں۔"

چند لمحے تک خاموشی رہی، لمبے لمبے سانسوں کی آواز کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ پھر جو آواز سنائی دی اس میں اس طرح کی کمزوری نہیں بلکہ ایک سکوت، ایک عزم اور ایک ٹھہراؤ تھا۔

"ٹھیک ہے...... اب وقت آ گیا ہے کہ میں آپ کے سامنے آ جاؤں۔ آپ بتائیں میں آپ سے کہاں ملوں؟ جگہ ایسی ہونی چاہئے جہاں ہماری ملاقات بالکل خفیہ رہے۔ کیونکہ جس طرح یہ لوگ آپ کی زندگی کے دشمن بنے ہوئے ہیں اسی طرح وہ لوگ مجھے بھی ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ مجھے اپنی اس بیکار زندگی کی بالکل پرواہ نہیں ہے، مگر میں اپنے مشن کو کامیاب بنانے سے پہلے مرنا نہیں چاہتا۔"

"ٹھیک...... بڑی خوشی کی بات کہی ہے۔ میں تم سے ایک بات کہوں، ایک بہترین جگہ میری نگاہوں میں ہے۔ رات کو آٹھ بجے کے قریب تم ہائی وے کے زیرو پوائنٹ پر پہنچ جاؤ۔ ہائی وے کے زیرو پوائنٹ پر ایک ہوٹل صلاح الدین ہے، یہ ٹرک ڈرائیوروں کا ہوٹل ہے مگر سرحدی کھانوں کی وجہ سے بہت مشہور ہے اور اچھے خاصے لوگ وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ تم بھی وہیں پہنچ جاؤ، میں تم سے وہیں پر ملاقات کروں گا۔"

"ٹھیک ہے...... میں پہنچ جاؤں گا۔"

"مگر میری بات تو سنو، میں تمہیں شناخت کیسے کروں گا؟"

"ہوٹل صلاح الدین میں نے دیکھا ہوا ہے سر، میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔ آپ بے شک مجھے نہیں پہچان سکتے لیکن میں تو آپ کو پہچانتا ہوں۔ آپ کو کئی بار دیکھ چکا ہوں۔ آپ وہاں کسی میز پر اکیلے بیٹھ جائیں۔ میں سیدھا آپ کے پاس آ جاؤں گا اور آپ سے ایک جملہ کہوں گا چاند روشن ہے۔ بس آپ یہ سمجھ لیجئے یہ میرے اور

آپ کے درمیان شناخت کا ایک جملہ ہوگا۔"

"ویری گڈ......" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ البتہ مجھے اس بات کا اندازہ ہو رہا تھا کہ آدمی جو کوئی بھی ہے، چالاک ہے۔ باقاعدہ ایک تربیت یافتہ آدمی۔ میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے، ایسا ہی ہوگا۔"

"اچھا جناب! خدا حافظ۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر فون بند ہو گیا لیکن میں ریسیور ہاتھ میں پکڑے دو تین لمحے اسی طرح سوچتا رہا، پھر ایک گہری سانس لے کر میں نے ریسیور رکھ دیا۔ بڑی سنسنی خیز کیفیت ہو رہی تھی میری۔ ایک ایسا شخص جس نے مجھے اسمگلنگ کے بارے میں بالکل صحیح اطلاع دی تھی، مجھ سے ملاقات کر رہا تھا۔ ایک بار پھر دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ نادیہ صمدانی کو اس بارے میں اطلاع دوں لیکن پھر اپنی اس جذباتی سوچ کو روک دیا۔ وہ ایک بہترین دوست، بہت اچھی ساتھی، ہر طرح سے قابل اعتماد شخصیت ہے۔ لیکن مجھے یہ حق بالکل نہیں حاصل ہوتا کہ قانونی معاملات میں کسی کی غلط مداخلت قبول کر لوں یا خود اس کی کوشش کروں۔ اس کے علاوہ کوئی بھی ایسی صورت حال پیش آ سکتی تھی جس سے نادیہ کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔ مجھے اس کا بالکل حق حاصل نہیں ہے۔

ہائی وے پر ہوٹل صلاح الدین میرا جانا پہچانا تھا۔ یہاں اکثر میں نکل آتا تھا لیکن اپنی اصل حیثیت سے آج تک نہیں پہنچا تھا۔ یہ ہوٹل عام طور سے ٹرک ڈرائیوروں کے لئے مخصوص تھا لیکن یہاں پورے شہر کے جرائم پیشہ لوگ آیا جایا کرتے تھے۔ پولیس بھی اس ہوٹل سے تھوڑا سا گریز کرتی تھی۔ اگر پولیس والے یہاں آ بھی جاتے تو کم از کم ایسا کوئی عمل نہیں کرتے جو یہاں موجود جرائم پیشہ لوگوں کے خلاف ہو۔ ہاں یہاں سے کچھ معلومات بے شک حاصل ہو جایا کرتی تھیں۔ اکثر اخباری رپورٹر وغیرہ بھی یہاں آ جایا کرتے تھے اس وقت بھی ہوٹل صلاح الدین لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہوٹل میں دھوئیں کے بادل اور لوگوں کا شور اپنے عروج پر تھا۔ بہت سے شناسا چہرے بھی نظر آ رہے تھے۔ خاص طور سے ایک شخص جو میرے کالج کے زمانے کا دوست تھا ایک میز پر بیٹھا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اندر

داخل ہوتے ہی اس نے مجھے دیکھ لیا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

"ارے سکندر اعظم تم...... آ جاؤ، آ جاؤ ادھر۔" اس نے کہا اور میں کسی قدر ناخوشگواری محسوس کرتا ہوا اس کی جانب چل پڑا لیکن اس کے قریب پہنچ کر میں نے چہرے کے تاثرات درست کر لئے تھے تاکہ اسے احساس نہ ہو۔ بیچارہ بڑے تپاک سے ملا اور بولا۔

"خیر تو ہے...... کوئی چھاپہ شاپہ پڑ رہا ہے کیا یہاں؟"

"نہیں دوست! تم تو اس ہوٹل کے بارے میں جانتے ہو یہاں چھاپے نہیں پڑتے بلکہ چھاپوں کی پلاننگ ہوتی ہے یہاں۔"

"ہاں یار ایک نام ہے اس ہوٹل کا بھی اور کیوں نہ ہو، صلاح الدین ہے اس ہوٹل کا نام۔ چائے پیو۔" اس نے فوراً ہی چائے کا آرڈر دے دیا۔

"صحت تو بڑی اچھی ہو رہی ہے تمہاری۔" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس کھانا پینا اور جان بنانا اس کے علاوہ اپنا کام ہی کیا ہے۔"

چائے کے گھونٹ لئے جاتے رہے۔ میں نے گھڑی میں وقت دیکھا تھا۔ پھر تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک اور شناسا شکل نظر آئی۔ یہ بھی ایک بہت بڑے اخبار کا کرائم رپورٹر تھا اس کا نام جواد تھا اور یہ اپنی فیلڈ میں شیطان کی طرح مشہور تھا، مجھ سے بھی بڑی اچھی واقفیت تھی اور شاید وہ صفدر کے بھی شناساؤں میں تھا کیونکہ دونوں نے بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملایا تھا۔

"بڑے بڑے لوگ موجود ہیں بھئی...... ایسا لگتا ہے جیسے آج ہوٹل صلاح الدین میں کوئی بڑا کام ہونے والا ہے۔"

میں دل ہی دل میں بور ہو رہا تھا۔ یہاں آیا تھا خاموشی سے اپنا ایک کام کرنے، لیکن یہاں مجمع لگ گیا تھا۔ میری مراد ہے کہ یہ دونوں مل گئے تھے اور اوٹ پٹانگ باتیں شروع ہو گئی تھیں۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ کیا کرنا چاہئے۔ ابھی اس شخص کے آنے میں دیر تھی لیکن پھر بھی یہ لوگ پیچھا کہاں سے چھوڑیں گے۔ دورانِ گفتگو صفدر نے جواد سے کہا۔

"اور یار وہ کیا چکر ہو گیا تھا پرویز والا۔ کیا ہنگامہ رہا؟" پرویز کو بھی میں جانتا تھا۔ یہ بھی ایک اخبار کا رپورٹر ہی تھا۔ جواد بولا۔

"مجھے بھی اصل حقیقت نہیں معلوم۔ سنا ہے کہ پرویز کا رات کو راجہ فیروز کے ساتھ اس کے جہاز پر جھگڑا ہو گیا تھا۔ یار بہت بڑی چیز ہے یہ راجہ فیروز۔ لیکن پرویز جیسی ڈھیٹ ہڈی بھی ہر ایک سے بھڑ جاتا ہے، یہ سوچے سمجھے بغیر کہ اگلا کیا ہے۔"

میرے کان ایک دم کھڑے ہو گئے۔ راجہ فیروز کا نام میرے لئے جس حیثیت کا حامل تھا میں ہی کیا آپ لوگ بھی جانتے ہیں۔

"یہ راجہ فیروز کون ہے؟" میں نے سرسری انداز میں کہا اور جواد مسکرا دیا۔

"افسر اعلیٰ صاحب! آپ تو قاضی جی ہیں، سارے شہر کے بارے میں آپ کو معلوم ہونا چاہئے۔ ذرا آپ بتایئے، یہ راجہ فیروز کون ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"ارے بابا بہت سے لوگ یہ معمہ حل کرنے میں مصروف ہیں کہ راجہ فیروز کون ہے، مگر آج تک کسی کو نہیں پتہ چلا۔ اس کے بارے میں جو تفصیلی رپورٹ ہے ہ یہ ہے کہ دو سال پہلے اس شہر میں آیا تھا۔ کچھ دن اسٹیٹ بروکر رہا اور ساتھ ی انشورنس ایجنٹ بھی۔ بس اسی سے کچھ رقم کما لی جس سے ایک چھوٹا سا گھر خریدا ھا اس نے۔ اس کے بعد پتہ نہیں کس طرح اس نے ایک ارب پتی کی لڑکی ندرت اؤد کو پھانس لیا۔ یہ ندرت داؤد بھی بس یوں سمجھ لو کہ بادشاہ گر تھی۔ داؤد فیملی کی کیا ت ہے۔ بہرحال بھائی اس نے ندرت داؤد سے منگنی کر لی مگر پتہ نہیں بعد میں منگنی ی طرح ٹوٹ گئی جس طرح ہوئی تھی۔ پھر وہ کچھ عرصے غائب رہا اور پھر جب بارہ منظر عام پر آیا تو اس طرح کہ وہ ایک بحری جہاز کا مالک تھا، اس جہاز کا نام ل ایگل ہے اور راجہ صاحب سچ مچ ہما کے سر پر بیٹھنے سے بادشاہ بن گئے۔ بس ں سمجھ لو کہ یہ جہاز اس کا مرکز زندگی ہے۔ اس جہاز میں ردوبدل کے بعد اس نے ا کو بلند پیمانے پر جوئے کے اڈے میں تبدیل کر دیا۔ آپ کو یہ بات پتہ نہیں تھی کٹر صاحب! ایسے بڑے بڑے کام ہو جاتے ہیں آپ کے اس شہر میں مگر واقعی

آپ نے بھی صحیح آنکھیں بند کی ہوئی ہیں، ایک بار آنکھیں کھولی تھیں تو آپ کی نوکری ہی چلی گئی تھی۔"

"یار طنز کر رہے ہو مجھ پر۔ تم لوگ تو میرے دوست ہو۔ ذرا خود سوچو اگر اچھے کاموں کے سلسلے میں کوئی نقصان پہنچ جائے تو اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے؟ یہ بات تو تم بھی جانتے ہو کہ میں نے ایک مجرم کو ایکسپوز کیا تھا۔"

"یہی تو فرق ہے بھائی۔ اس بدلے ہوئے دور میں جب ہر چیز بدل گئی ہے، موسیقی رمبا سمبا ہوگئی ہے اور موسیقار کھمبا لمبا ہو گئے ہیں تو سمجھ لو اچھے کاموں کا تصور بھی ختم ہوگیا ہے۔ اب اچھا کام تم خود سوچو۔ جب کوئی اچھا کام کیا جاتا ہے تو نوکری چلی جاتی ہے، جیل ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ جو برے کہلاتے ہیں درحقیقت اس وقت کے بادشاہ ہی ہیں، ان سے جھگڑا مول نہیں لینا چاہئے ورنہ نقصان ہی نقصان۔ اب تم دیکھو مجھے بلیک ایگل کے بارے میں ساری تفصیل معلوم ہے۔ بلیک ایگل کو ملکی حدود یعنی ساحل سے تین میل کی حد سے آگے لنگر انداز رکھا جاتا ہے۔ اس کے پاس اس کی اپنی لانچیں بھی ہیں جن کے ذریعے سونے اور چرس کی اسمگلنگ ہوتی ہے۔ مگر نہ تو کوئی اخبار یہ ہمت کر سکتا ہے کہ اس کے بارے میں تفصیل چھاپ دے اور نہ ہی مقامی پولیس اس کا کچھ بگاڑ سکتی ہے۔ ویسے بھی جہاز ملکی بحری حدود سے باہر کھڑا ہوتا ہے اس لئے وہاں تک رسائی تو ہو سکتی ہے لیکن اچھی نیت سے نہیں۔" جواد اپنی معلومات کا اظہار کر رہا تھا اور میرے پورے بدن میں سنسنی دوڑ رہی تھی۔ یہ واقعی شرمندگی کی بات تھی کہ مجھے اس بارے میں نہیں معلوم تھا اور میرا خیال ہے کہ خود نادیہ صمدانی کو بھی اس جہاز کی حقیقت نہیں معلوم ہو گی۔ ورنہ وہ سرپھری بھلا کہاں باز رہ سکتی تھی۔ یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے اخبار کے مالک نے اسے اس جہاز کے بارے میں چھاپنے کی اجازت نہیں دی ہو گی۔ لیکن ایسا نہیں تھا۔ کیونکہ کم از کم اس طرح نادیہ صمدانی راجہ فیروز کے نام سے تو واقف ہوتی۔ بہرحال میرے پاس نادیہ صمدانی کے لئے ایک زبردست خبر تھی۔ لیکن عقل یہ بھی کہہ رہی تھی کہ اس وقت تک جب تک راجہ فیروز کے بارے میں کوئی صحیح بات کا اندازہ نہ ہو جائے نادیہ صمدانی کو اس جہاز کے بارے میں بتانا غیر مناسب ہو گا کیونکہ وہ

چھاپے بغیر نہیں رہ سکے گی اور راجہ فیروز اس کی جان کے درپے ہو جائے گا۔ لیکن اس وقت یہ میری خوش بختی تھی کہ محض اتفاق کی بناء پر مجھے یہ باتیں معلوم ہو گئی تھیں جن کو معلوم کرنے کے لئے مجھے نجانے کتنا سفر کرنا پڑتا۔ بہرحال میں نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

"تم کہہ رہے ہو کہ وہ منظر عام پر نہیں ہے؟"

"عام پر نہیں ہے مگر ہم لوگ قیامت کی نگاہ رکھتے ہیں۔ دنیا اس کے بارے میں سوالات کرتی ہے مگر بھائی جواب کون دے۔"

"تم نے دیکھا ہے اسے؟"

"یار کیسی باتیں کر رہے ہو...... بھائی میں پولیس آفیسر نہیں بلکہ ایک کرائم رپورٹر ہوں اور میں نے تو اپنی زندگی کا مقصد ہی یہ بنا لیا ہے کہ جرم کے پوشیدہ رازوں سے پردہ ہٹاؤں۔ اب یہ الگ بات ہے کہ بعض معاملات میں ہماری مالی امداد بھی ہو جاتی ہے۔" جواد ہنسنے لگا۔

"کیا حلیہ ہے اس کا...... تم کہتے ہو کہ تم نے اسے دیکھا ہے جبکہ عام لوگ اسے نہیں جانتے بلکہ تمہی نے کہا ہے کہ ہر شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ راجہ فیروز کون ہے؟"

"کہا نا ہر شخص صحافی تو نہیں ہوتا۔ راجہ فیروز مضبوط اور تندرست و توانا جسم کا آدمی ہے۔ بہت خوبصورت نقوش کا مالک۔ ایسا کہ خواتین اسے دیکھتے ہی پکے آم کی طرح ٹپ سے اس کی گود میں آ گرتی ہیں۔ نیلی آنکھیں، خوبصورت چہرہ اور بے داغ لباس پہنتا ہے۔ میرا خیال ہے اچھے اچھے فلمی ہیرو اس کے آگے پانی بھرتے ہیں۔"

"واہ، اس میں کوئی شک نہیں ہے جواد کہ میں ایک رپورٹر کی پہنچ کا قائل ہوں۔ وہ جو کہتے ہیں کہ یار کوئی محاورہ ہے اس سلسلے میں بڑا اچھا، میرے ذہن میں نہیں آ رہا، مقصد اس کا یہی ہے کہ جہاں کوئی نہ پہنچ پائے وہاں فلاں شخص پہنچ جاتا ہے۔ وہ فلاں شخص ایک رپورٹر ہی ہو سکتا ہے۔ ویسے کیا کہتے ہو جواد، ندرت داؤد سے اس نے منگنی کیوں ختم کر دی تھی؟"

میری اس تعریف سے جواد پھیل گیا تھا اور میرا مقصد بھی یہی تھا کہنے کا۔

"پورے اعتماد سے تو کچھ نہیں کہا جا سکتا البتہ میرا خیال ہے لڑکی عقل مند تھی۔ اسے کسی طرح پتہ چل گیا کہ اس کا ہونے والا شوہر محض اس کی دولت کے لئے اس سے محبت کی ایکٹنگ کر رہا ہے۔ لہٰذا اس سے پہلے کہ پانی سر سے گزر جاتا اس نے منگنی توڑ دی۔" جواد نے اتنا کہہ کر صفدر کی طرف دیکھا جو ہماری ان باتوں سے کافی بور دکھائی دے رہا تھا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یار میرا بھائی بور ہو رہا ہے۔ اچھا جواد اتنا وقت دینے کا شکریہ۔ تم سے اتنی ساری بات چیت ہوگئی۔ اب تم لوگ آپس میں......"

"ارے نہیں، نہیں......بیٹھو۔"

"نہیں یار مجھے بھی کچھ کام ہے۔" یہ کہہ کر میں اٹھ کھڑا ہوا۔ ویسے بھی اب اس پراسرار شخصیت سے ملنے کا وقت ہوتا جا رہا تھا۔ لیکن جو کچھ مجھے معلوم ہوا تھا بس یوں سمجھ لیا جائے کہ میرے لئے بے حد قیمتی تھا۔ اس طرح لگ رہا تھا جیسے قدرت میری بھرپور مدد کر رہی ہو اور اب اس پراسرار شخصیت سے ملنے کا وقت قریب آ رہا تھا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور ہوٹل صلاح الدین سے نکل آیا۔ میں نے اس کے آس پاس کئی چکر کاٹے۔ آٹھ بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے۔ میں واپس آ گیا۔ اس وقت لوگوں کی بھیڑ کم ہوگئی اور پھر میرے لئے سب سے خوشی کی بات یہ تھی کہ جواد اور صفدر یہاں سے چلے گئے تھے اور اس وقت میرا کوئی شناسا ہوٹل میں موجود نہیں تھا۔ میں کونے کی ایک میز پر جا کر بیٹھ گیا۔

ٹھیک آٹھ بجے ہوٹل کے دروازے سے ایک دراز قامت مگر انتہائی کمزور شخص اندر داخل ہوا۔ اس کا رنگ ہلدی کی طرح زرد تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ٹی بی کا مریض ہو۔ اس نے اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑائیں۔ میری نگاہیں خود اس کا جائزہ لے رہی تھیں اور میرا دل کہہ رہا تھا کہ میرا مددگار اس شخص کے علاوہ اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اس نے مجھ پر نگاہ ڈالی اور پھر تیزی سے میری طرف چل پڑا۔

"السلام علیکم! میرا خیال ہے چاند رشن ہے۔" اس نے کہا۔

"آیئے بیٹھئے۔"

میرے محسن اور مددگار نے کرسی کھینچی اور بیٹھ گیا۔ ایک بار پھر اسے زور کی کھانسی اٹھی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"چائے منگواتا ہوں آپ کے لئے۔" پھر میں نے اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر چائے کے لئے کہہ دیا۔

"وقت بہت کم ہے انسپکٹر صاحب، ہمیں اصل معاملے پر بات کرنی چاہئے۔"

"آپ بتایئے، میں سن رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"جی......" اس نے کہا اور اس کے بعد اسے زور زور سے کھانسی اٹھنے لگی۔ میں اس کے کھانسی بند ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ اس دوران میں نے ویٹر سے اس کے لئے پانی طلب کر لیا تھا۔ ویٹر پانی کا گلاس لے آیا اور اس نے سارا پانی حلق میں اتار کر کہا۔

"جناب عالی! میرا نام یوسف ہے۔ میں علی داؤد کے ہاں خانساماں کا کام کرتا تھا۔"

میرے ذہن میں اچانک بجلی سی کوندی۔ اس شخص کے بارے میں مجھے غالباً نرس اینجلا نے بتایا تھا۔ میں نے اس سے کوئی سوال کرنا چاہا تو وہ جلدی سے بولا۔

"سر جی! آپ مجھ سے کوئی سوال نہ کریں بلکہ میری باتیں سنتے رہیں۔ اس سے پہلے کہ دشمن کی گولیاں میرا سینہ چھلنی کر دیں، آپ میرے بیان کے ضروری حصے نوٹ کر سکتے ہیں۔"

"ہاں بتاؤ یوسف! میں سن رہا ہوں۔"

"سر جی! میں پنجاب کے ایک چھوٹے سے چک کا رہنے والا ہوں۔ عیسائی مذہب سے ہوں۔ میرا اصل نام یوسف مسیح ہے۔ صرف ملازمت حاصل کرنے کی غرض سے میں نے اپنا نام یوسف رکھ لیا تھا۔ کیونکہ سیٹھ صاحب مذہبی آدمی تھے۔ وہ کسی عیسائی کے ہاتھ کا کھانا پسند نہیں کرتے تھے۔ مجھے بہت اچھا کھانا بنانا آتا ہے صاحب جی! بڑے اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں کام کر چکا ہوں۔ لیکن بس تقدیر جو چیز ہوتی ہے نا بس اس کے بارے میں کیا کہوں۔ بہرحال میں سیٹھ داؤد کے گھر میں خانساماں کی حیثیت سے ملازم ہوگیا۔ سیٹھ جی کی پہلی بیوی سے ان کی ایک بیٹی تھی

جس کا نام ندرت تھا۔ پہلی بیوی کی موت کے بعد سیٹھ صاحب نے دوسری شادی کی۔ اس سے نمرہ بی بی پیدا ہوئیں۔ سیٹھ صاحب کی دوسری بیوی کا چال چلن اچھا نہیں تھا۔ مجھے معاف کرنا انسپکٹر صاحب! اس وقت اپنے الفاظ پر شکر نہیں چڑھاؤں گا کیونکہ وقت نہیں ہے۔ بہرحال اچانک سیٹھ داؤد صاحب کے گھر میں ان کے ایک دور کے رشتے دار راجہ فیروز کا آنا جانا ہوگیا۔ ندرت بی بی اس بدمعاش کو چاہنے لگیں۔ مگر نمرہ بی بی بھی اس کو چاہنے لگی تھیں۔ جب ندرت بی بی کو اس بات کا پتہ چلا تو انہیں غصہ آیا اور انہوں نے شاٹ گن سے نمرہ بی بی پر فائر کر دیا۔ سیٹھ داؤد صاحب نمرہ بی بی کو بچانے کے لئے آگے آگئے۔ گولی انہیں لگ گئی اور ان کا انتقال ہوگیا۔ سیٹھ صاحب کی بیوی اور ڈاکٹر سبحان نے راجہ فیروز سے مل کر اس کی موت کو ایک حادثاتی موت بنا دیا اور پولیس سے مل کر معاملے کو ختم کرا دیا۔ اس میں ایک بہت بڑا راز تھا۔ اگر وہ ندرت بی بی کو پولیس کے حوالے کر دیتے تو ان کی جائیداد پر قبضہ نہیں کر سکتے تھے لہٰذا سیٹھ صاحب کی موت کے بعد ان لوگوں نے ندرت بی بی پر دباؤ ڈال کر ان کی جائیداد پر قبضہ کرنے کی کوشش شروع کر دی کیونکہ سیٹھ صاحب کی موت کے بعد جائیداد کا زیادہ حصہ ندرت ہی کو ملا تھا اور بہت معمولی سا حصہ نمرہ بی بی کو ملا تھا۔ سیٹھ صاحب کی موت کے بعد ان کی دوسری بیوی یعنی نمرہ کی ماں کے ناجائز تعلقات ڈاکٹر سبحان سے ہوگئے۔ نمرہ راجہ فیروز کی محبت میں گرفتار ہوگئی تھی۔ لہٰذا ان لوگوں کا مقصد ایک ہی ہوگیا۔ ندرت کی جائیداد کو حاصل کرنا۔ کچھ دنوں تک تو ندرت بی بی ان کے ناجائز اور جائز مطالبات پورے کرتی رہیں۔ یہ لوگ بڑی بڑی رقمیں ان سے بٹورتے رہے۔ مگر جب ندرت بی بی نے ان کے بڑھتے ہوئے تقاضوں سے تنگ آ کر ان کو رقمیں دینا بند کر دیں تو انہوں نے ندرت بی بی کو راستے سے ہٹانے کے لئے پلان بنایا۔ مجھ سے کہا گیا کہ ڈاکٹر سبحان ایک دوائی دیں گے جو ندرت داؤد کو روزانہ کھانے میں ملا کر دے دیا کرنا۔ مجھ سے یہ بات اس لئے کہی گئی تھی اور مجھے اس لئے رازدار بنایا گیا تھا کہ میں خانساماں تھا اور میرے بغیر وہ یہ کام نہیں کر سکتے تھے۔ مگر میں اس قدر بے ضمیر نہیں تھا کہ اس معصوم کو اپنے ہاتھوں سے زہر دے دیتا۔ میں نے اس کے باپ کا نمک کھایا تھا۔ مجھے

معلوم ہوگیا تھا کہ وہ دوائی آہستہ آہستہ اثر کرنے والا زہر ہے۔ ان لوگوں نے مجھے دھمکیاں دیں مگر میں دباؤ میں نہیں آیا۔ میں نے ان سے صاف صاف کہہ دیا کہ یہ کام میں نہیں کروں گا۔ اس کے علاوہ وہ لوگ مجھے نکال بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ صرف میں ہوں جو ان کے راز سے واقف ہو چکا ہوں۔

ایک روز میں اپنی بیوی اور چھ سال کی بچی کے ساتھ چرچ جا رہا تھا۔ میں نے سڑک پار کی اور میری بیوی اور بچی سڑک پار کر رہی تھیں کہ ایک تیز رفتار کار نے ان کو کچل دیا۔ کار موقعے سے فرار ہوگئی۔ میں کار کا نمبر نوٹ نہیں کر سکا۔ میری بیوی اور بچی موقعے پر ہلاک ہوگئیں۔ یہ تھا میری وفاداری کا انعام۔ مجھے معلوم ہوگیا تھا کہ یہ حادثہ جان بوجھ کر مجھے سبق سکھانے کے لئے ہوا اور اس کے پیچھے ان لوگوں کا ہاتھ ہے۔ میں بس اتفاقیہ طور پر ہی بچ گیا تھا ورنہ وہ لوگ مجھے بھی ختم کر دینا چاہتے تھے۔ بہرحال میں برباد ہوگیا تھا صاحب! میری دنیا لٹ چکی تھی مگر میں ثابت قدم رہا۔ میں نے ان سے انتقام لینے کا پختہ ارادہ کر لیا اور اس کے بعد میں پولیس اسٹیشن جا پہنچا۔ مگر مجھے معاف کیجئے صاحب، بس کچھ کہہ نہیں سکتا اس کے بارے میں۔ میری کوئی رپورٹ درج نہیں کی گئی اور مجھے اندازہ ہوگیا کہ ان بھیڑیوں سے لڑنا ناممکن ہے۔ چنانچہ میں وہاں سے غائب ہوگیا۔ اب اس کے بعد میں نے ایک اور کام شروع کر دیا۔ میں نے اپنی بیوی کی سگی بہن کو جو کہ ایک کوالیفائیڈ نرس ہے کسی طریقے سے ڈاکٹر سبحان کے ہسپتال میں نوکری دلوا دی۔"

"کیا اس کا نام اینجلا تھا؟"

"جی صاحب، اسی کی بات کر رہا ہوں۔" یوسف نے جواب دیا پھر بولا۔ "اس سے میرا مقصد یہ تھا کہ اینجلا ان لوگوں کے قریب رہ کر ان کی تمام حرکات و سکنات کی اطلاع مجھے دیتی رہے اور کسی نہ کسی وقت کوئی ایماندار پولیس افسر جب اس کیس کی تفتیش کرے تو میں اس کو تمام اطلاعات پہنچا دوں۔ بہرحال اینجلا ڈاکٹر سبحان کے ہاں نوکری کرنے لگی اور مجھے ان لوگوں کی حرکات و سکنات کی اطلاع دیتی رہی۔ اس نے مجھے بتایا کہ ڈاکٹر سبحان ندرت داؤد کو ایک ایسے زہر کا انجکشن انگلیوں کے ذریعے دے رہا ہے جس سے کچھ دنوں کے بعد وہ موت کی آغوش میں

چلی جائے گی۔ اس اطلاع پر مجھے سخت صدمہ ہوا۔ زہر کا یہ انجکشن صاحب جی
ہاتھوں کی انگلیوں کے ناخنوں کے اندر سوئی داخل کر کے دیا جاتا ہے۔ میں نے اس
کی اطلاع بھی اپنا نام ظاہر کئے بغیر تھانے والوں کو دی مگر کسی کے کانوں پر جوں
نہیں رینگی۔ ندرت بی بی کو زہر اندر ہی اندر کھلایا جا رہا تھا۔ پھر اچانک ایک دن
مجھے اینجلا نے اطلاع دی کہ ندرت بی بی کا انتقال ہوگیا۔ ان لوگوں نے ظاہر کیا کہ
اس کی موت ہارٹ اٹیک سے ہوئی ہے۔ صاحب جی تصدیق کرنے والا کون تھا،
ڈاکٹر سبحان۔ ڈاکٹر سبحان نے موت کا سرٹیفکیٹ بھی جاری کر دیا۔ پولیس نے یہ
معاملہ بھی دبا دیا۔ ندرت بی بی کی تجہیز و تکفین سے پہلے میں نے اینجلا سے رابطہ قائم
کیا اور اس سے کہا کہ وہ کسی طرح ندرت بی بی کے دونوں ہاتھ پہنچوں کے پاس
سے کاٹ لے کیونکہ اس کی انگلیوں پر ڈاکٹر سبحان زہر کے انجکشن دیتا تھا۔ میں
آخری کوشش کرنا چاہتا تھا صاحب جی۔ اینجلا ایک کوالیفائیڈ نرس تھی۔ اس نے بہت
سے سرجنوں اور لیڈی سرجنوں کے ساتھ کام کیا تھا چنانچہ ندرت بی بی کے ہاتھ
کاٹنے میں اسے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ اس نے بڑی صفائی سے ان کے دونوں ہاتھ
پہنچوں کے پاس سے کاٹ لئے اور وہ ہاتھ مجھے پہنچا دیئے۔ وہ بھی نہیں جانتی تھی کہ
مجھے ان سے کیا کام لینا ہے لیکن وہ اپنی بہن اور بھانجی کے قاتلوں سے انتقام لینے
کے لئے میرے ساتھ بڑا پُرجوش تعاون کر رہی تھی۔ تب صاحب جی میں نے ایک
ایک کر کے ان دونوں ہاتھوں کو مختلف بکسوں میں بند کر کے پولیس ہیڈ کوارٹر میں
ایک افسر صاحب کے پاس بھجوا دیا جن کا نام میں نے کسی اخبار میں پڑھا تھا اور یہ
پڑھا تھا کہ وہ بڑے نیک افسر اعلیٰ ہیں۔ بہرحال صاحب جی یہ بکس وہاں پہنچے اور
مجھے یہ امید رہی کہ ہوسکتا ہے ان کا لیبارٹری ٹیس ہو اور ساری حقیقت منظر عام پر آ
جائے۔''

''اچھا ایک بات بتاؤ، تم نے ان دونوں ہاتھوں کو الگ الگ بکسوں میں بند کر
کے کیوں بھیجا تھا، ایک ہی میں کیوں نہ بھیج دیا؟''

''اس کی وجہ یہ تھی صاحب جی......'' ایک بار پھر یوسف کو کھانسی کا دورہ پڑا اور
وہ دیر تک کھانستا رہا۔ میں بڑی بے چینی سے اس کے آگے بولنے کا انتظار کرتا رہا۔

نجانے کیوں مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے یہ قیمتی انکشافات خطرے میں پڑ جائیں گے۔
یہ تو ایک طرح سے کہنا چاہیئے کہ میری ساری مشکلوں کا حل مل گیا تھا مجھے۔ بہرحال
اس نے کہا۔

''صاحب جی! اس کی وجہ یہ تھی کہ میں ڈر رہا تھا کہ بکس افسر اعلیٰ تک پہنچے یا
نہ پہنچے۔ کہیں وہ راستے ہی میں گم نہ کر دیا جائے یا پھر اس پر توجہ نہ دی جائے۔ میرا
خیال تھا کہ اگر ایک پارسل نہ پہنچا تو دوسرا تو پہنچ جائے گا۔ یہ کام میں نے اپنی عقل
کے مطابق کیا تھا مگر مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دونوں پارسل افسر صاحب تک پہنچ
گئے اور پھر مجھے پتہ چلا کہ انہوں نے آپ کو اس کیس کی تفتیش پر مامور کر دیا ہے۔
آپ کے بارے میں مجھے پتہ چل گیا تھا کہ آپ ایک ایماندار پولیس آفیسر ہیں اور
کسی دباؤ یا اثر و رسوخ میں نہیں آئیں گے۔ کیونکہ آپ پہلے بھی ایک بڑے آدمی کا
شکار ہو چکے ہیں۔ صاحب جی یہ معلومات میں نے آپ کے بارے میں حاصل کر لی
تھیں۔ اور مجھے خوشی ہے کہ میری محنت بیکار نہیں گئی۔ مجھے آپ کی تفتیش کی اطلاع
اینجلا سے برابر مل رہی تھی۔''

وہ پھر کھانسنے لگا۔ اس نے جلدی سے جیب سے کوئی گولی نکالی اور پانی کے
گھونٹ سے نگل لی تو اس کو ذرا ہوش آیا۔ اس نے کہا۔

''جب سے میری بیوی اور بچی کار حادثے میں کچل کر مری ہے صاحب اس
دن سے بس یوں سمجھ لیجئے کہ زندگی کا ایک ایک لمحہ گن رہا ہوں۔ بس کیا بتاؤں آپ
کو، میں یہ ساری کہانی آپ کو سنا دینا چاہتا تھا۔ نجانے کیوں میرا دل اندر سے ڈرتا
رہتا تھا کہ میں یہ کہانی کسی ذمے دار آدمی تک نہیں پہنچا سکوں گا۔ مگر آج میرے
لئے بڑی خوشی کا دن ہے کہ میں نے یہ کہانی آپ کے کانوں تک پہنچا دی ہے۔ باقی
سب کچھ تقدیر کے معاملات ہیں۔ اگر بدکرداروں کو سزا ملنی ہے اور آپ کو کامیابی
حاصل ہونی ہے تو قدرت آپ کی مدد کرے گی، میرا کام تو پورا ہوگیا۔ اب آپ کا
جو دل چاہے مجھ سے پوچھ لیں، میرا کام پورا ہو چکا ہے۔''

مجھے اس کے اندر ایک شگفتگی سی محسوس ہوئی تھی۔ پھر اچانک ہی میں نے اس
سے ایک سوال کیا۔

"یوسف! یہ بتاؤ تم ثمینہ ناز کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"ثمینہ ناز ندرت بی بی کی نوکرانی تھی۔ ان لوگوں نے اس کا منہ بند کرنے کے لئے اسے کافی بڑی رقم دے کر علیحدہ کر دیا تھا۔ وہ بڑے مزے کی زندگی گزار رہی تھی صاحب جی! نرس اینجلا نے مجھے بتایا کہ آپ اس سے ملنے جا رہے ہیں۔ صاحب جی بعد میں میری اینجلا سے جو باتیں ہوئیں وہ یہ تھیں کہ ان لوگوں نے اسے اس لئے ختم کر دیا کہ کہیں وہ آپ کو صورت حال نہ بتا دے۔ بلکہ میرا اور اینجلا کا خیال تھا کہ چونکہ وہ ان لوگوں کو بلیک میل کر رہی تھی اس لئے اس نے آپ کے ملنے کے بعد انہیں بتایا کہ آپ اس سے ملنے آئے ہیں اور صورت حال کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ یا تو اس نے صاحب جی کوئی بڑی رقم مانگی یا انہیں کوئی اور دھمکی دی جس کے نتیجے میں ڈاکٹر سبحان کے ایک خاص آدمی ملتانے نے اسے قتل کر دیا۔ ملتانے مر گیا صاحب جی! لیکن میرے دل میں آج تک ایک ہی حسرت رہی ہے، ملتانے، ڈاکٹر سبحان کے لئے ہر قسم کے غلط کام کیا کرتا تھا۔ یعنی اس نے میری بیوی اور بچی کو مارا ہو گا صاحب جی! میرے دل میں آرزو تھی کہ میں اسے اپنے ہاتھوں سے ماروں مگر ہونی ہو کر رہتی ہے۔ وہ مر گیا۔ اس نے، سو فیصدی اسی نے ثمینہ ناز کو قتل کیا ہو گا۔ وہ ان لوگوں کے تمام کرتوت جانتی تھی۔"

"اچھا ایک بات اور بتاؤ؟"

"پوچھو صاحب جی! سب کچھ پوچھ لو...... اب ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ہم سمجھتے ہیں ہمارا فرض پورا ہو گیا ہے۔"

"کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ اینجلا بھی غائب ہو گئی ہے؟"

"ہاں صاحب جی، ہمیں علم ہے کہ اس سے آپ کی دو تین ملاقاتیں ہوئیں۔ اس نے آپ کو کوئی خاص بات نہیں بتائی مگر میری ہدایت پر جب اس نے آپ کو کچھ کارآمد اطلاعات فراہم کیں تو ان لوگوں کو شک ہو گیا۔ جب آخری دفعہ آپ اس کے گھر پر اس سے ملنے گئے تو میری ہدایت کے مطابق وہ آپ کو سب کچھ بتانے والی تھی، مگر صاحب جی! اسے اغوا کر لیا گیا۔ وہ لوگ عین موقعے پر پہنچ گئے۔"

"تت...... تو کیا اسے قتل کر دیا گیا......؟"

"نہیں صاحب جی! پتہ نہیں انہوں نے ایسا کیوں نہیں کیا۔ مجھے تو تعجب ہوتا ہے اس بات پر۔ آپ کو ایک راز کی بات بتاؤں کہ وہ ڈاکٹر سبحان کے کلینک میں قید ہے۔ اس کلینک میں تہہ خانے وغیرہ بھی ہوں گے۔ ڈاکٹر سبحان پورا پورا جرائم پیشہ ہے صاحب جی! اور پھر دونوں کا گٹھ جوڑ ہے۔ راجہ فیروز بھی اس کا بہترین ساتھی ہے اور راجہ فیروز وہ ہے جس کی اس وقت اڑ کر لگ رہی ہے۔"

میں سوچ رہا تھا کہ آج صبح کس کا منہ دیکھا ہے جو اس قدر قیمتی معلومات مجھے حاصل ہوئی ہیں۔ اب تو ایسا لگ رہا تھا جیسے سارے ہتھیار میرے ہاتھوں میں آ گئے ہوں اور وہ سب میرے نشانے کی زد پر ہوں۔ لیکن جلد بازی تو بالکل نہیں کی جا سکتی تھی۔ ابھی بہت سے مرحلے ایسے تھے جو میرے ذہن میں واضح نہیں تھے۔ سب سے پہلا مرحلہ تو یہی تھا کہ اس وقت جب مجھے اس کیس کے بارے میں کوئی شبہ تک نہیں تھا، مجھ پر حملہ کیوں کرایا گیا۔ وہ آدمی جس نے مجھ پر حملہ کیا تھا، قتل کیوں کر دیا گیا تھا اور اس کے بعد ملتانے کو میرے پیچھے کیوں لگا دیا گیا۔ انہیں آخر کیا معلومات حاصل تھیں؟ کیسے پتہ تھا انہیں کہ میں ان کے کیس کی تفتیش کروں گا۔ اگر مجھ پر حملہ کرنے والا ملتانے نہ ہوتا تو یہ بھی سوچا جا سکتا تھا کہ یہ کام کسی اور نے کرایا ہو گا میرے دشمن تو اور بھی بہت سے تھے۔ کوئی ایک تو تھا نہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور مسئلہ، وہ یہ تھا کہ اگر ان لوگوں کو میری اور یوسف کی ملاقات کا علم ہو گیا تو وہ یوسف کو بھی کسی حالت میں زندہ نہیں رہنے دیں گے۔ اس کی حفاظت بھی اب مجھے ہی کرنی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اینجلا کی رہائی، بہت سے ایسے مرحلے تھے، لیکن پھر بھی میں نے سب سے پہلے اس سے سوال کیا۔

"اچھا یہ بتاؤ یوسف! کہاں رہ رہے ہو تم......؟"

"صاحب جی ایک کچی آبادی ہے جو [illegible] پورہ کے نام سے مشہور ہے۔ بڑے دور دراز مقام پر ہے۔ وہاں ایک آدمی سے میری یاد اللہ تھی۔ غریب ہی غریب کی مدد کر سکتا ہے صاحب جی، اس نے مجھے اپنے جھونپڑے میں جگہ دے دی ہے۔ ایک چارپائی کی ہی تو بات ہے، باقی کھانا پینا میں اس کے ذمے نہیں ڈالتا، خود کھاتا ہوں۔"

"لیکن اب تم میرے لئے بہت قیمتی ہو چکے ہو یوسف! تم واحد آدمی ہو جو ساری تفصیل عدالت میں گواہ کی حیثیت سے بتا سکتے ہو۔ میں تمہیں کسی قیمت پر اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔"

"صاحب جی! آپ دیکھ لیجئے، کہاں رکھیں گے آپ مجھے؟ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ میں وہاں اس کچی آبادی میں زیادہ محفوظ ہوں۔ آپ مجھے کسی بھی جگہ رکھیں گے، آپ پر تو ان لوگوں کی نگاہ ہوتی ہے۔ اگر انہوں نے مجھے آپ کے ساتھ دیکھ لیا تو صاحب جی میرا قتل تو ان کا ایمان بن جائے گا کیونکہ مجھ سے زیادہ انہیں کسی اور سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"پھر بھی اٹھو، میرے ساتھ چلو۔ جب تک وہ لوگ گرفتار نہ ہو جائیں۔"

"جیسا آپ کہیں صاحب۔" یوسف نے کہا۔

میں اسے اپنے ساتھ پولیس ہیڈ کوارٹر لے آیا۔ یہاں میں نے کسی کو اس کے بارے میں نہیں بتایا کہ وہ کون ہے۔ اس سے زیادہ قیمتی معلومات مجھے کسی اور سے نہیں ملی تھیں جس کی وجہ سے میری نگاہ میں اس کا ایک مقام تھا اور مجھے اس کی ضرورت تھی۔ میں نے اسے بہت سی تسلیاں دیں، پھر اس سے ایک سوال کیا۔

"یوسف! نمرہ داؤد، سیٹھ داؤد کی کوٹھی میں نہیں ہے۔ تمہارے خیال میں وہ کہاں ہو سکتی ہے؟"

اس سوال پر مجھے یوں لگا جیسے یوسف نے بے اختیار کچھ کہنا چاہا ہو پھر خاموش ہو گیا ہو۔ میری متجسس نظریں اس کا جائزہ لے رہی تھیں۔

❀ ❀ ❀

یوسف کافی دیر تک خاموش رہا تھا، پھر اس نے کہا۔

"صاحب، بہت بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہا ہوں۔ لیکن اب اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں کہہ سکتا کہ نمرہ ڈاکٹر سبحان کی قید میں ہے۔ وہ خوشی سے اس کے پاس نہیں ہوگی۔ ڈاکٹر سبحان نے اسے یقینی طور پر اپنے چکر میں پھانسا ہوا ہے۔"

"اگر نمرہ سے کسی طرح ملاقات ہو جائے تو بہت سی کام کی باتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔ تمہارے خیال میں کیا ڈاکٹر سبحان نے نمرہ کو اپنے کلینک میں رکھا ہوگا؟"

"مشکل ہے صاحب...... اتنا بیوقوف وہ بھی نہیں ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو خود وہ بھی مشکل میں پھنس سکتا تھا۔ اس سے بڑا ثبوت اس کے خلاف اور کیا ہو سکتا ہے۔"

"کبھی انجلا سے اس بارے میں کوئی بات نہیں ہوئی؟"

"نہیں، کبھی نہیں۔ اسے نمرہ کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔"

"ارے ہاں، ایک بات بتاؤ۔ اچھا یاد آیا، انجلا سے میری ملاقات ہوئی تھی۔ وہ باقاعدہ سیٹھ داؤد کی کوٹھی پر رہتی تھی اور اپنی ڈیوٹی انجام دیتی تھی۔ جب نمرہ وہاں نہیں تھی تو انجلا وہاں کیا کرتی تھی۔ اس کے علاوہ اس نے کسی نرس لوسیا کا حوالہ دیا تھا۔ یہ نرس لوسیا آج تک میرے سامنے نہیں آئی۔ کیا تم اسے جانتے ہو؟"

"جی صاحب! نرس لوسیا کا کوئی وجود نہیں ہے۔ بس آپ یوں سمجھ لیجئے کہ انجلا اپنی گردن نہیں پھنسانا چاہتی تھی۔ کوئی اس سے نمرہ کے بارے میں سوال کرتا تو وہ کیا جواب دیتی چنانچہ یہ کہانی اس نے خود سے گھڑی ہوئی تھی کہ ایک اور نرس ہے جو اسے نمرہ کے پاس نہیں پھٹکنے دیتی۔"

"اوہ...... حالانکہ انجلا نے ہی مجھے یہ بات بتائی تھی کہ نمرہ اس کوٹھی میں نہیں

ہے۔''

''صاحب! اینجلا کسی بھی طرح ان کی آلہ کار نہیں بننا چاہتی تھی، بس مجبوریاں اس سے سب کچھ کروا رہی تھیں۔ پتہ نہیں بیچاری کس حال میں ہو گی۔ ڈاکٹر سبحان جیسے آدمی سے اس بات کی توقع بھی کی جا سکتی ہے کہ اگر وہ اینجلا کو اپنے لئے نقصان دہ سمجھے گا تو اسے زندگی سے ہی محروم کر دے گا۔ کوئی بات نہیں کہی جا سکتی صاحب۔''

''ہوں......'' میں نے پُر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ اس وقت میں بہت خوش تھا۔ کٹے ہوئے ہاتھوں کا راز مجھے پتہ چل گیا تھا۔ یوسف نے کہا۔

''ندرت کے مرنے کے بعد اب نمرہ ہی سیٹھ داؤد کی تمام جائیداد کی مالک ہے۔ مگر نمرہ کے پاس جائیداد اسی صورت میں رہ سکتی ہے کہ وہ نیک چلن رہے۔ لیکن صاحب جی نمرہ بی بی بہت آزاد خیال ہیں اور اسی عادت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ڈاکٹر سبحان، راجہ فیروز اس کو بلیک میل کر کے اس سے لمبی لمبی رقمیں اینٹھ رہے ہیں۔ آپ دیکھ لیجئے کہ ادھر ڈاکٹر سبحان نے اپنا شاندار کلینک بنا لیا ہے تو دوسری طرف راجہ فیروز کروڑ پتی بن چکا ہے۔ صاحب جی کوئی کچھ بھی ہو مجھے اس سے غرض نہیں ہے۔ میں تو بس اپنی بچی اور اپنی بیوی کا انتقام لینا چاہتا ہوں۔ صاحب جی آپ جب تک ان لوگوں کو کیفر کردار تک نہیں پہنچا دیں گے میری روح تڑپتی رہے گی۔''

''فکر مت کرو، اب ان کا وقت قریب آ گیا ہے۔ تمہارا بدلہ خود بخود پورا ہو جائے گا۔ میں نے تمہارے لئے بندوبست کر دیا ہے اور بہت جلد تم دیکھو گے کہ مجرم کٹہرے کے اندر پہنچ چکے ہیں اور ان کی تقدیر ان پر ہنس رہی ہے۔''

''خدا کرے ایسا ہی ہو صاحب۔''

میں نے اسے تسلیاں دیں اور اس کے بعد اسے ایک محفوظ جگہ منتقل کر دیا۔ بہرحال میرے سامنے بہت سے لوگ تھے۔ ساری باتیں اپنی جگہ لیکن نادیہ صمدانی تو صحیح معنوں میں میرے لئے بہت بڑی حیثیت رکھتی تھی۔ حالانکہ یہ وقت اس سے ملاقات کا نہیں تھا لیکن پھر بھی نادیہ صمدانی کو اس بارے میں تفصیل بتانا ضروری تھا۔

ہر طرح سے قابل اعتماد تھی وہ۔ بلکہ اگر نصف بہتر کا کوئی تصور ہو سکتا ہے تو میرے لئے وہی نصف بہتر تھی۔ میں نادیہ صمدانی کو فون کرنے لگا اور وہ مجھے فون پر مل گئی۔

''خیریت، اس وقت...... ضرور کوئی اہم بات ہے۔''

''تم سے ملاقات کرنے سے زیادہ اہم اور کون سی بات ہو سکتی ہے؟''

''واللہ رومان لکھنوی ہو رہے ہو۔ کہو کیا بات ہے؟''

''بس نادیہ تمہارے لئے دل پریشان ہو رہا تھا۔ ملو گی نہیں؟''

''کہاں، ابھی؟''

''کیا کر رہی ہو؟''

''کچھ نہیں، جھک مار رہی ہوں۔''

''تو پھر آ جاؤ...... دونوں ساتھ ہی مل کر جھک ماریں گے۔''

''کھانا کھلاؤ گے؟''

''دل و جان سے۔'' میں نے جواب دیا اور نادیہ صمدانی کو خوبصورت سے ریستوران میں بلا لیا۔ بڑے اچھے لباس میں ملبوس تھی اور بہت پیاری نظر آ رہی تھی۔ میں نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

''مجھ سے شادی کرو گی؟''

نادیہ صمدانی ایک لمحے کے لئے لرز گئی تھی۔ کچھ دیر اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے میں صرف کی پھر بولی۔

''کیا بکواس کر رہے ہو؟''

''فلم کا نام ہے بھئی اور اس فلم میں ہیرو کرکٹ اسٹیڈیم میں میچ سے پہلے ہیروئن سے پوچھتا ہے مجھ سے شادی کرو گی۔ اور ہزاروں کا مجمع اس کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے۔''

نادیہ ہنسنے لگی تھی۔ میں صاف محسوس کر رہا تھا کہ میرے ان الفاظ نے اسے مضطرب کر دیا ہے۔ کھانے کا آرڈر میں نے اس سے ہی دلوایا تاکہ میرے الفاظ کا اثر زائل ہو جائے۔ اس کے بعد وہ بولی۔

''ہاں اگر اس دوران اصل بات جاری رہے تو کیا حرج ہے؟''

"بالکل نادیہ...... اس کیس کا آخری سرا مل گیا ہے، نظام اللہ صاحب کو بتانے سے پہلے تمہیں بتانا چاہتا ہوں تاکہ تم سے صحیح گائیڈ لائن مل جائے۔"

"کیا بات ہے، آج تو واقعی بڑے رومانی ہو رہے ہو؟"

"اب تم مجھے پریشان کر رہی ہو۔ ہاں ہو رہا ہوں رومانی۔ بس اور کچھ نہیں کہوں گا۔"

"اچھا اچھا چلو...... اصل معاملے پر آ جاؤ۔" اس نے کہا اور میں الف سے لے کر ی تک یوسف سے ہونے والی بات چیت کے بارے میں بتانے لگا۔ نادیہ صمدانی کے چہرے کے رنگ بار بار بدل رہے تھے۔ اس نے آنکھیں بھینچ کر گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

"اس کا مقصد ہے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گیا۔ خیر یہ بات تو ہم لوگوں کے ذہن میں پہلے ہی سے تھی کہ ڈاکٹر سبحان اور راجہ فیروز ہی اس سلسلے کے روح رواں ہیں۔ مگر یہ بات بڑی عجیب ہے۔ یہ راجہ فیروز اور ڈاکٹر سبحان......"

"ہاں، بات واقعی بہت عجیب ہے۔ اور ایک اور سوئی جسے تم پلکوں کی سوئی کہہ سکتی ہو جو میری پلک میں اٹک کر رہ گئی ہے، اس کا حل ابھی تک نہیں ملا۔"

"تم پر پیش از وقت حملہ۔ یہی نا؟" نادیہ صمدانی نے کہا اور میں گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اسی وقت ویٹر کھانے کی اشیاء لے کر پہنچ گیا تھا چنانچہ تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی پھر جب ویٹر کھانا لگا کر چلا گیا تو نادیہ بولی۔

"میں نے غلط تو نہیں کہا تھا؟"

"نہیں...... بات وہی ہے۔"

"ہو سکتا ہے وہ کوئی اور ہی مسئلہ ہو۔ حالانکہ ملتانے کے نام کے ساتھ سوئی اٹک جاتی ہے۔ کیونکہ ملتانے ڈاکٹر سبحان ہی کا آدمی تھا۔"

"کھانا......" میں نے کہا اور ہم دونوں کھانے کی جانب متوجہ ہو گئے۔ بہت دیر تک خاموشی طاری رہی اور اس کے بعد نادیہ نے کہا۔

"بہت سے معاملات طے ہوئے ہیں، مگر میرا خیال ہے کہ ان دونوں کو جال میں لانے کے لئے ابھی تمہیں کافی محنت کرنا پڑے گی۔ ویسے ایک رائے دوں؟"

"ہاں ضرور۔"

"وہ شہزاد احمد ملسانی صاحب تم سے بہت زیادہ متاثر ہو گئے ہیں، خود بھی صاحب ظرف آدمی ہیں۔ جو کہا تھا وہ کر دکھایا۔ واقعی تمہارا کیس جس عمدگی سے انہوں نے لڑا ہے میں کہتی ہوں قابل سے قابل وکیل بھی اتنے شاندار طریقے سے تمہارا کیس نہیں لڑ سکتا تھا۔ دودھ میں سے بال کی طرح نکال لیا تمہیں۔ اور اب انہوں نے ایک بار وعدہ کیا تھا تم سے کہ وہ نمرہ کو اس کے قانونی مشیر کی حیثیت سے طلب کر سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے ملسانی صاحب سے بات کرو۔"

"ہاں...... نمرہ سے ملاقات بہت ضروری ہے بلکہ اس طرح سے ایک ٹیسٹ بھی ہو جائے گا کہ نمرہ منظر عام پر آتی ہے یا نہیں۔"

"ملسانی صاحب اس وقت تمہارے پاس بہترین کارڈ ہیں۔"

"ابھی یہاں سے باہر نکل کر بات کرتے ہیں۔" میں نے کہا۔ کھانا خاموشی سے کھایا گیا۔ اس کے بعد ہم باہر نکل آئے۔ میں نے موبائل فون پر ہی ملسانی صاحب سے رابطہ قائم کیا تھا۔ محدود آدمی تھے، گھر پر ہی مل گئے۔

"سر میں سکندر شاہ بول رہا ہوں۔"

"ہاں سکندر، کہو کیسے ہو؟"

"سر ٹھیک ہوں...... آپ مصروف ہیں کچھ؟"

"نہیں بھئی، گھر پر ہی ہوں اور بالکل مصروف نہیں ہوں۔ بلکہ بیگم سے اس بات پر جھگڑا ہو رہا تھا کہ ان دنوں ہم بہت کم گھر سے باہر نکلتے ہیں۔"

"جی سر۔"

"چھوڑو، کہو کیا بات ہے؟"

"سر معاملات آپ کے علم میں ہیں۔ ہم آپ سے الگ الگ نہیں چل رہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کے ذریعے نمرہ سے ملاقات ہو جائے جیسا کہ ہمارے درمیان طے ہوا تھا۔"

"ہاں ہاں...... کوئی ہرج تو نہیں ہے۔ ٹھیک ہے میں کل کوشش کرتا ہوں۔ اس سے رابطہ قائم ہونا اصل کام ہے۔ جیسے ہی رابطہ قائم ہوا ہم اس سے مل لیں گے۔"

میں تمہیں اطلاع کر دوں گا۔"

"بہت بہتر سر...... یہی مناسب ہوگا۔" پھر اس کے بعد نادیہ صمدانی کو اس کے گھر پر ڈراپ کیا اور میں اپنے گھر پر پہنچ گیا جہاں میری زندگی کا سکون موجود تھا۔ دماغ کبھی کبھی بھٹک ضرور جاتا تھا اور نادیہ صمدانی مجھے اپنی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ لیکن یہ خیال بھی دل میں بار بار آتا تھا کہ اگر وہ میری بیوی بن جاتی تو یقینی طور پر میرے لئے اتنی اچھی ثابت نہ ہوتی۔ جبکہ عالیہ ایک چھاؤں دار درخت کی طرح تھی کہ دن بھر کی تپش کے بعد اس کی چھاؤں میں سکون کی نیند لی جائے۔ چنانچہ عالیہ سے باتیں کرتا رہا۔ اس کے بعد گہری نیند سو گیا۔ دوسرے دن تقریباً ساڑھے گیارہ بجے ملسانی صاحب کا فون موصول ہوا۔

"ہاں سکندر...... میں نے نمرہ کو طلب کر لیا ہے۔ وہ ڈیڑھ بجے میرے دفتر آ جائے گی، کیا سمجھے۔ تم بھی آ جاؤ، تمہاری ملاقات ہو جائے گی۔"

"سر میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

"وقت کا ذرا خیال کر لینا۔"

"جی بہت بہتر۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد میں بڑی بے صبری سے وقت کے گزرنے کا انتظار کرنے لگا۔ یہاں تک کہ ڈیڑھ بجنے میں دس منٹ رہ گئے تھے کہ میں ملسانی صاحب کے آفس پہنچ گیا۔ دس منٹ پہلے ان کے آفس پہنچنا ذرا معیوب سی بات تھی لیکن میں نے سوچا تھا کہ انتظار کر لوں گا۔ البتہ جب میں ان کے دفتر میں داخل ہوا تو میں نے ایک خوبصورت سی لڑکی کو وہاں موجود دیکھا اور یہ اندازہ لگانے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی کہ وہی نمرہ داؤد ہے۔ وہ نیلی جینز اور اسکرٹ پہنے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ ایک خوبصورت لڑکی تھی اور بڑی ماڈرن بھی۔ اس لباس میں اس کے جسم کے حصے نمایاں تھے لیکن وہ ان کی طرف سے لاپرواہ تھی۔ ملسانی صاحب نے میرا پُرتپاک خیر مقدم کیا اور پھر نمرہ کی طرف اشارہ کر کے بولے۔

"سکندر شاہ صاحب! یہ نمرہ داؤد ہیں۔ ہم لوگوں نے ابھی چائے شروع نہیں کی، بس آپ ہی کا انتظار تھا۔ حالانکہ چائے پینے کو سخت دل چاہ رہا ہے۔"

ملازم کو شاید پہلے سے ہدایت کر دی گئی تھی کیونکہ چائے کے آنے میں دیر نہیں لگی۔ ملازم نے چائے بنا کر سب کے سامنے رکھی اور میں نے چائے کا پہلا سپ لیتے ہوئے کہا۔

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی مس داؤد۔"

"میرے اندر ایک بہت بڑی خرابی ہے کہ میں رسمی باتوں سے گریز کرتی ہوں۔ یہ الفاظ میرے خیال میں خاصے مضحکہ خیز ہیں کہ آپ کو مجھ سے مل کر خوشی ہوئی ہے۔ اس خوشی کی اگر کوئی وجہ ہوتی تو میں بھی مان لیتی کہ آپ بھی سچ بول رہے ہیں۔" اس نے کہا اور آہستہ سے ہنس پڑی۔ وہ بہت زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔

"چلئے آپ یہی کہہ دیجئے کہ آپ کو مجھ سے مل کر کوئی خوشی نہیں ہوئی۔" وہ ایک بے مقصد سی ہنسی ہنس کر خاموش ہو گئی۔

"اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ میرے سلسلے میں بڑی مغز ماری کر رہے ہیں۔ آپ کو یہ بتانا بہت ضروری ہے کہ آپ صرف اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔"

"نہیں مس داؤد...... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ایک پولیس آفیسر کبھی اپنا وقت ضائع نہیں کرتا۔ آپ کے بارے میں یہ جاننے کی بھی بڑی خواہش تھی کہ آپ کی نشہ بازی کا علاج آج کل کیسا ہو رہا ہے......؟"

"آپ پولیس آفیسر ہیں نا اس لئے آپ کو یقینی طور پر فضول باتوں کی بھی اجازت ہوگی جبکہ آپ کی جگہ اگر کوئی عام آدمی ہوتا تو اس سوال کی جرأت نہ کرتا اور اگر کر بھی لیتا تو میں اسے ایسا جواب دیتی کہ وہ زندگی بھر اسے یاد رکھتا۔ بہر حال میں پوچھتی ہوں کہ آپ میرے معاملے میں ٹانگ نہ اڑائیں۔ جہاں تک میرا سوال ہے آپ مجھے دیکھ لیجئے، میں اپنا اچھا اور برا خود اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"یہ آپ کی تجویز ہے مس داؤد یا حکم ہے؟" میں نے چائے کی پیالی سے دو تین سپ لے کر کہا۔

"حکم...... ہاں میں حکم دے سکتی ہوں لیکن آپ کی قیمت ادا کرنے کے بعد۔ کیا خیال ہے، آپ کو خریدا جا سکتا ہے۔ ویسے سنا ہے کہ آپ بہت دیانت دار افسر

ہیں؟''

''سنی سنائی باتوں پر فوراً ہی یقین نہیں کرنا چاہئے۔'' میں نے بھی پُر مزاح انداز میں کہا۔

''ویری گڈ...... یہ تو اچھی بات ہے۔ اب آپ یہ بتائیے کیا قیمت لیں گے آپ؟'' وہ نخوت سے بولی۔ ملسانی صاحب نے ایک طرح سے اپنے آپ کو بے تعلق کرلیا تھا اور خاموشی سے چائے کی پیالی سے کھیل رہے تھے۔

''لیکن سوال یہ ہے کہ آپ کیا خریدنا چاہتی ہیں مس داؤد......؟''

''میرے معاملے سے لاتعلقی۔ کیا پیش کرنا پڑے گا آپ کو؟''

''جو کچھ میں مانگوں گا آپ دے نہیں سکیں گی۔ اور پھر ملسانی صاحب درمیان میں موجود ہیں اس لئے کوئی ایسا جملہ بھی نہیں کہہ سکتا آپ سے جو درحقیقت کہنا تو چاہئے بہرحال آپ یہ سمجھ لیجئے کہ ملسانی صاحب کے احترام نے زبان بند رکھنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ہاں البتہ آپ مجھے اپنی داستان سنائیے، اگر اس میں کوئی ایسی ضرورت محسوس ہوئی کہ میں آپ سے لاتعلق ہو جاؤں تو وہ ضرورت تو پوری کی جا سکتی ہے۔''

نمرہ داؤد نے پھر حقارت بھری مسکراہٹ کے ساتھ مجھے دیکھا اور اس کے بعد چائے کا آخری گھونٹ لے کر پیالی رکھ دی اور اس کے بعد بولی۔

''ٹھیک ہے...... مجھے منظور ہے۔'' وہ خاموش ہوگئی۔ ملسانی صاحب اب بھی خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہی پھر اس نے کہا۔

''جناب عالی! مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کی دیانت داری پر شبہ کیا اور آپ کو رقم کی پیشکش کی۔ یہ حقیقت ہے کہ میں اپنے خاندانی معاملات میں کسی کی مداخلت نہیں چاہتی اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دنیا پر مجھے کم ہی اعتبار ہے۔ حالانکہ لوگ اپنی مشکلات کا حل پولیس سے چاہتے ہیں، میں پولیس کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہوں گی کیونکہ میرا کبھی واسطہ ہی نہیں پڑا آپ لوگوں سے۔ خیر اب میں آپ سے یہ کہہ سکتی ہوں کہ مجھے آپ جیسے دیانت دار شخص کی مدد کی ضرورت ہے۔ اور سچی بات اور بھی کہوں آپ سے جو میں نے تلخ گفتگو کی اس کی وجہ بھی

یہی تھی کہ میں آپ کو اندر سے ٹٹولنا چاہتی تھی۔ میں نہیں جانتی تھی کہ آپ کس طرح کے آدمی ہیں۔ جو باتیں میں نے کہیں وہ آپ کو ناگوار تو گزری ہوں گی لیکن یوں سمجھ لیجئے کہ عمر نے ایک مختصر سا تجربہ مجھے دیا ہے اور اسی تجربے کے تحت میں آپ سے بات کر رہی تھی۔ یہ سچ ہے سکندر شاہ صاحب کہ میں بہت زیادہ خوفزدہ ہوں۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتی کہ میرا کیا ہونے والا ہے اور آپ کو ایک بات اور بتاؤں، اب تک جو کچھ آپ نے کیا ہے وہ خود آپ کی زندگی کے لئے بھی اتنا خطرناک ہے۔ میں نہیں جانتی کہ آپ نے اس خطرے کو اتنا ہی محسوس کیا ہے جتنا یہ ہے یا آپ اتنی گہرائی تک نہیں پہنچ سکے۔ وہ لوگ آپ کی جان کے سخت دشمن ہو رہے ہیں اور اس وقت شاید ان کی زندگی کا سب سے بڑا مشن یہ ہے کہ آپ کو ختم کر دیا جائے۔''

''وہ لوگ......؟''

''ہاں، آپ ان کا نام بھی لے سکتے ہیں۔''

''کیا آپ بھی ان کا نام لے سکتی ہیں؟

''آپ کے ذہن میں کون ہے، مجھے بتائیے؟''

''راجہ فیروز اور ڈاکٹر سبحان۔ سیدھی سیدھی بات ہے۔''

''ہاں، دونوں ایک ہیں۔'' نمرہ نے بے خوفی سے جواب دیا۔

''مگر وہ مجھے کیوں جان سے مار دینا چاہتے ہیں؟''

''اس لئے کہ آپ نے ان کے لئے مصیبت کھڑی کر دی ہے۔ وہ قاتل ہیں، اسمگلر ہیں، بلیک میلر ہیں۔ سب کچھ ہیں وہ۔ ان کا راستہ کاٹنے والا کوئی بھی نہیں تھا لیکن آپ کا نام ان کے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ کیا آپ اس بات پر یقین کریں گے کہ وہ آپ کے اس معاملے میں ٹانگ اڑانے سے پہلے ہی آپ کو ختم کر دینا چاہتے تھے۔ کیونکہ عابد کھلانہ کا کیس ان کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ عابد کھلانہ کے سلسلے میں آپ کو کچھ ناکامی ہوئی تھی لیکن ہر آدمی عابد کھلانہ نہیں ہوتا۔ وہ لوگ آپ کے بارے میں گفتگو کرتے رہے ہیں اور انہوں نے اپنے راستے کی رکاوٹوں پر بڑی ذمے داری کے ساتھ گفتگو کی ہے اور پلاننگ کی ہے۔ آپ اس پلاننگ کا

پہلا حصہ تھے۔ وہ لوگ اس بات کے خواہش مند ہیں کہ آپ کو ختم کر دیا جائے اور سچی بات یہ ہے کہ اب وہ شرمندہ ہیں اور آپس میں گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دیکھا وہی ہوا، صرف ایک خیال کے تحت وہ لوگ راستے کی رکاوٹ یعنی آپ کو زندگی سے دور کر دینا چاہتے تھے۔ لیکن اس وقت انہوں نے سنجیدگی سے کام نہیں لیا اور آج وہ کہتے ہیں کہ ان کے خدشے اور اندیشے بالکل سچ تھے۔ آپ نے غالباً انہیں کروڑوں روپے کے سونے سے محروم کر دیا ہے اور اس بات سے وہ بری طرح تلملا رہے ہیں۔ اچھا ایک بات بتایئے آپ کو اس کیس کی تفتیش یعنی ہمارے معاملات میں دخل دینے کا خیال کیسے آیا......؟''

''ہاں، آپ مجھ پر پیشگی حملے کا تذکرہ خود ہی کر چکی ہیں اور آپ یقین کریں کہ آپ نے ایک ایسا انکشاف کیا ہے جس نے میرے ذہن میں ایک الجھی ہوئی گرہ کو کھول دیا ہے۔ تو وہ لوگ اس طرح کے لوگوں کو درمیان سے ہٹا دینا چاہتے تھے جو ان کے خلاف کام کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ بات تو میرے لئے بڑی خوشی کا باعث ہے کہ جب انہوں نے دیانت دار افسروں کی فہرست تیار کی تو سرفہرست مجھے رکھا اور مجھے راستے سے ہٹانے کا فیصلہ اس لئے کیا کہ مجھ جیسا آدمی ہی ان کے راستے کاٹ سکتا تھا۔''

''اور وہی ہوا جس کا انہیں اندیشہ تھا اور اس سے آپ اندازہ لگا لیجئے کہ ان کی نگاہیں کتنی دور رس ہیں۔''

''بہرحال، میں آپ کو تفصیل بتاتا ہوں۔'' میں نے کہا اور اس کے بعد میں نمرہ داؤد کو ہاتھوں کے اس پارسل سے لے کر اب تک کی داستان سنانے لگا۔ ملسانی صاحب نے اپنے چائے کے کپ میں مزید چائے انڈیل لی تھی۔ میں نے اس بات سے چونک کر کہا۔

''سر آپ بالکل خاموش ہیں۔''

''بہت مزہ آ رہا ہے مجھے۔ تم اپنی گفتگو جاری رکھو۔''

نمرہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

''لیکن ندرت تو...... ندرت تو......''

''ہاں...... وہ پریشان تھی۔ وہ اس بات سے خوفزدہ تھی اور تمہارے چال چلن کے خلاف ثبوت پیش کر کے وہ تمہاری دولت ہتھیا لینا چاہتی تھی اور اس سلسلے میں ندرت نے بہت سے لوگوں سے رابطے قائم کئے تھے۔''

''اوہ میرے خدا...... میرے خدا......'' نمرہ داؤد کے چہرے کی رنگت تبدیل ہونے لگی۔ وہ دیر تک حیرت کے عالم میں رہی تھی۔ پہلے تو اس کے چہرے پر ایک شوخی اور ایک تلخی سی تھی، اب اس کی جگہ نرم لکیریں نمودار ہو گئی تھیں۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی رہی، پھر بولی۔

''تو آپ نے اس کے بعد تحقیقات کا آغاز کر دیا؟''

''ہاں...... اور میں تم سے ملاقات کرنے کے لئے تمہاری کوٹھی تک گیا تھا لیکن تم سے ملاقات نہیں ہو سکی اور عجیب و غریب واقعات رونما ہونے شروع ہو گئے۔ ویسے اب بھی میں تم سے یہی سوال کرتا ہوں نمرہ، کیا تمہیں بلیک میل کیا جا رہا تھا؟''

''نہیں......'' نمرہ نے آہستہ سے جواب دیا، پھر بولی۔ ''لیکن ندرت کی ہمدردی میرے حلق سے نیچے نہیں اترتی۔ ضرور اس کے پس پردہ بھی کوئی گہری چال ہو گی، ضرور، ضرور۔''

''گہری چال......؟''

''ہاں......''

''آپ اس کی موت کے بعد بھی یہ سوچ رہی ہیں...... ان حالات کے سامنے آنے کے بعد بھی؟''

''ہاں، مجھے اب بھی اس بات کا شبہ ہے کہ اس چیز کی نشاندہی کرتے ہوئے وہ میرے خلاف کوئی ہنگامہ کھڑا کرنا چاہتی تھی۔ کیونکہ وہ مجھ سے سخت نفرت کرتی تھی۔'' نمرہ کے لہجے میں ایک بار پھر تلخی گندھ گئی۔

''نفرت......؟'' میں نے حیرانی سے سوال کیا۔

''ہاں......''

''نفرت کرنے کی وجہ بتائیں گی آپ؟''

''اگر میں آپ کو نفرت کرنے کی وجہ بتا دوں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اپنے

آپ کو آپ کے رحم و کرم پر لے آؤں اور اگر آپ کو تمام حالات نہیں بتاتی ہوں تو اس خوفناک دلدل میں آپ میری کوئی مدد نہیں کر سکیں گے۔"

اسی وقت ملسانی صاحب کی آواز پہلی بار ابھری۔ انہوں نے نمرہ کی طرف رخ کر کے کہا۔

"نمرہ! میں تمہیں گارنٹی دیتا ہوں کہ اگر تم تمام واقعات تفصیل کے ساتھ سکندر شاہ صاحب کو بتا دو تو تمہارا فائدہ ہی فائدہ ہے۔"

"وقت یہی کہہ رہا ہے ملسانی صاحب کہ اب میں کچھ لوگوں پر اعتبار کر لوں جیسے آپ، جیسے سکندر شاہ صاحب۔ میرے والد نے ٹرسٹی مقرر کر دیا تھا اور وصیت نامے کی شرائط کے مطابق اگر میں کسی اسکینڈل میں ملوث ہو جاتی ہوں تو مجھے اس جائیداد سے ایک پیسہ بھی نہیں ملے گا اور یہ چیز میرے لئے جس قدر ہولناک ہے میں آپ کو بتا نہیں سکتی۔ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میری تباہی میرے اردگرد ناچ رہی ہے۔"

"بات میری سمجھ میں آئی نہیں ہے نمرہ۔" ملسانی صاحب نے کہا لیکن میں نے فوراً ہی درمیان میں مداخلت کی اور کہا۔

"مگر میری سمجھ میں آ گئی ہے ملسانی صاحب! میں کچھ اشارے دیتا ہوں۔ مس نمرہ داؤد سو فیصدی راجہ فیروز کی طرف اشارہ کر رہی ہیں اور آپ یہ بھی بتا رہی ہیں ہمیں کہ راجہ فیروز کے بحری جہاز کی خریداری کی رقم آپ ہی نے مہیا کی تھی۔"

نمرہ داؤد اس قدر بے اختیار ہوئی کہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔ دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر مجھے گھورنے لگی، پھر تھکے تھکے سے انداز میں واپس کرسی پر بیٹھ گئی اور گہری گہری سانسیں لیتی ہوئی بولی۔

"اس کا مطلب ہے کہ بات بہت آگے نکل گئی ہے۔ آپ کو اس بارے میں بھی معلوم ہو چکا ہے۔"

"ہاں مس نمرہ داؤد! ظاہر ہے میں جھک نہیں مار رہا، آپ بتائیے۔ باقی تفصیل آپ بتائیے۔ یا پھر اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو تفصیل بتا سکتا ہوں۔"

اور اس وقت یوسف کی زبانی سنے ہوئے واقعات دہرانے میں مجھے جو مزہ آیا،

ناقابل بیان ہے۔ نمرہ داؤد پر اس وقت حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے اور وہ مجھے اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے میں کوئی آفاقی شخصیت ہوں اور کسی جادو کے ذریعے مجھے یہ تمام باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ پھر اس کی تمام شوخی ہوا ہو گئی۔ وہ خوفزدہ نظر آنے لگی اور اس نے کہا۔

"ندرت کی موت کے بعد ساری دولت میرے حصے میں آ گئی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی راجہ فیروز بھی اپنے اصل روپ میں سامنے آ گیا۔ اس نے صاف الفاظ میں مجھے دھمکی دی کہ اگر میں نے اسے رقم نہ دی تو وہ میرے والد اور ندرت کی موت کی اصل کہانی پولیس کو بتا دے گا۔ یہ بات آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنا دیتا تو میں جائیداد اور تمام دولت سے محروم ہو جاتی۔ لہٰذا مجھے اس کے مطالبے کے آگے جھکنا پڑا لیکن اس نے وہیں پر اکتفا نہ کی بلکہ وقتاً فوقتاً رقم کے مطالبات کے لئے میرے پاس آتا رہا اور سائے کی طرح میرے پیچھے لگا رہا۔ اسی دوران اسے معلوم ہوا کہ تمام حالات کی ازسرنو تحقیقات ہو رہی ہے۔ چنانچہ اس کا خوفزدہ ہو جانا فطری بات تھی۔ اگر آپ نے حقائق معلوم کر لئے ہیں اور صحیح راستے پر آگے بڑھ رہے ہیں تو ظاہر سی بات تھی کہ میں اس کی گرفت سے نکل جاتی اور اس کی مستقل آمدنی کا ذریعہ بند ہو جاتا۔ یہ ہے تمام صورت حال۔ میرا اپنا کوئی کردار نہیں ہے، میں بے شک ایک دولت مند باپ کی بیٹی ہوں لیکن جس طرح دشمنوں میں گھر گئی ہوں اور جس طرح میری شخصیت بے وقعت ہو گئی ہے اب آپ کو بھی اس کا اندازہ ہو چکا ہو گا انسپکٹر صاحب! میں سخت مصیبت میں ہوں۔ مجھے بتائیے میں کیا کروں۔ کیا کوئی ہے اس دنیا میں جو میری مدد کر سکے...... کیا انسان اس طرح بھی بے سہارا ہو جاتا ہے۔ میرے ساتھ جو بھی برا سلوک ہو گا میری بے بسی اور بے کسی کی وجہ سے ہو گا۔" نمرہ کی آواز بھرا گئی۔ اس نے اپنی ذات پر جو سختی کا خول چڑھا رکھا تھا وہ یک دم ختم ہو گیا اور وہ ایک نرم شخصیت نظر آنے لگی۔ میں اور ملسانی صاحب خاموش تھے۔ کچھ دیر کے بعد میں نے ملسانی صاحب سے کہا۔

"کیا فرماتے ہیں ملسانی صاحب، کیا نمرہ کا بیان مجسٹریٹ کے روبرو قلم بند

کرالیا جائے؟"

ملسانی صاحب ایک دم مسکرا پڑے، پھر بولے۔

"ایک دم صحیح راستوں پر سوچتے ہو۔ صرف اور صرف یہی کرنا ہوگا، اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔"

"تو پھر حکم دیجئے مجھے۔"

"ہاں بالکل فوری طور پر یہ عمل کرو۔ میں بندوبست کرتا ہوں۔"

ملسانی صاحب کی مدد شامل حال تھی۔ ہم وقت ضائع کئے بغیر ملسانی صاحب کے آفس سے نکل آئے اور صحیح وقت پر نمرہ کو مجسٹریٹ صاحب کے روبرو پیش کر دیا گیا۔ ملسانی صاحب نے ایک درخواست ٹائپ کرا کے مجسٹریٹ صاحب کو پیش کی اور انہوں نے فوراً ہی نمرہ کو طلب کر لیا۔ نمرہ کا بیان دفعہ ایک سو چونسٹھ ضابطۂ فوجداری قلم بند کر لیا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد نقل مجھے حاصل ہوگئی۔ اس کے بعد ایک دوسرا عمل بھی کرنا تھا جس کی ہدایت ملسانی صاحب نے کی اور فوراً ہی انتظامات بھی کر دیئے۔ انہوں نے کہا کہ یوسف کو بھی مجسٹریٹ صاحب کے سامنے پیش کر کے اس کا بیان قلم بند کرا دیا جائے۔ چنانچہ نمرہ کو ملسانی صاحب کے سپرد کر کے میں واپس دوڑا۔ مجسٹریٹ صاحب کے اٹھنے سے پہلے یوسف کو یہاں لے آنا تھا اور یہ کام بھی آسان ہوگیا۔ یوسف کا بیان بھی مجسٹریٹ کے سامنے کرا لیا گیا اور اب میں فولاد سے زیادہ مضبوط تھا۔

اب میرے پاس ملزمان کو گرفتار کرنے کے لئے کافی ثبوت تھے۔ اس کے علاوہ اب یہ بات بھی میری سمجھ میں آ گئی تھی کہ ندرت داؤد نے جب یہ دیکھا کہ راجہ فیروز اس کی دولت کے لئے اس سے محبت کا اظہار کر رہا ہے تو اس نے نہ صرف اپنی منگنی ختم کی بلکہ اس نے نمرہ کو بھی منع کیا کہ وہ راجہ فیروز کے چنگل میں نہ پھنسے۔ لیکن نمرہ نے اس کی بات کی طرف توجہ نہیں دی تو ندرت یقینی طور پر اسے دھمکیاں دینے لگی ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا ہوگا کہ وہ پولیس کو اس جانب متوجہ کر لے گی اور اس نے اس کے لئے کام بھی کیا اور یہی وجہ تھی کہ ندرت کو اپنے اس طرزِ عمل کے باعث موت کی آغوش میں جانا پڑا اور اس کا تمام تر سہرا

ڈاکٹر سبحان کے سر تھا۔ وہ لوگ یہی چاہتے تھے کہ دولت نمرہ کو منتقل ہو جائے۔ راجہ فیروز اور ڈاکٹر سبحان یہ پورا ڈرامہ کھیل رہے تھے اور نمرہ کو بیوقوف بنایا جا رہا تھا۔ اس وقت یوسف نے اپنا فرض پورا کرنے کی کوشش کی اور نمرہ کو سمجھایا کہ ان کے اشاروں پر چلنے سے تباہی کس طرح اس تک پہنچ سکتی ہے اور جب یہ بات ان لوگوں کو معلوم ہوئی تو انہوں نے یوسف کی بیوی اور بچی کو کار سے کچلوا دیا۔ اب اس بات میں کوئی شک و شبہے کی گنجائش نہیں رہی تھی کہ ڈاکٹر سبحان اور راجہ فیروز دونوں قاتل، اسمگلر اور بلیک میلر تھے۔ نادیہ صمدانی سے اس تمام سلسلے میں گفتگو ہوئی تو اس نے کہا۔

"ان لوگوں پر ہاتھ ڈالنا آسان کام نہیں ہوگا۔ ایک مضبوط پشت رکھتے ہیں وہ۔ دیکھو میں تمہیں بتائے دیتی ہوں، پہلے بھی تم اس تجربے سے دوچار ہو چکے ہو، کسی ایسے آدمی کے خلاف کام کرنے سے پہلے اپنی پشت اتنی مضبوط کر لو اور اپنے پاس اتنے اعلیٰ ثبوت مہیا کر لو کہ تضحیک کی گنجائش نہ رہے۔ انہیں معلوم ہونے سے پہلے ان پر کامیاب حملہ کرو، اسی میں کامیابی کا راز چھپا ہوا ہے ورنہ سانپ اگر ہوشیار ہو جائے تو پھر اس کے پھن پر ہاتھ ڈالنا آسان کام نہیں ہوتا۔"

"کیا رائے ہے عظیم آقا؟" میں نے پُرمزاح انداز میں کہا۔

"بتاؤں......؟"

"یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے؟"

"تو پھر سب سے پہلے ندرت داؤد کی قبر کھدواؤ، اس کا پوسٹ مارٹم کراؤ تاکہ یہ شہادت بھی مل جائے کہ اسے زہر دے کر ہلاک کیا گیا ہے۔"

"مائی گاڈ! یار محکمہ پولیس میں خواتین کی بھی بھرپور گنجائش ہوتی ہے۔"

"کیوں، بہت زبردست سمجھتے ہو محکمہ پولیس کو...... جناب میں جرنلسٹ ہوں، سمجھ رہے ہو نا۔ اس سے آگے کچھ مت کہلواؤ۔"

"او کے بھئی او کے......"

اب اس سلسلے میں ایس پی نظام اللہ صاحب ہی میری مدد کر سکتے تھے چنانچہ ان کی خدمت میں پیش ہو کر اب تک کے حالات سے ان کو آگاہ کیا۔ نظام اللہ

صاحب نے گردن ہلا کر مسکراتے ہوئے کہا۔
''اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں یا کوئی بھی اعلیٰ پولیس افسر صحیح راستوں میں رکاوٹ ڈالے گا تو میرا خیال ہے چند افراد تو ایسا کر سکتے ہیں سب نہیں۔ میں اس سلسلے میں بات کرتا ہوں۔'' اور اس کے بعد انہوں نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے رابطہ قائم کیا اور تمام بات کرنے کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں مجسٹریٹ صاحب کے نام ایک درخواست لکھوں جس میں ندرت داؤد کی قبر کھدوا کر پوسٹ مارٹم کروانے کی اجازت طلب کی جائے۔

اس سلسلے میں نظام اللہ صاحب نے خود میری مدد کی اور اپنے ریمارکس کے ساتھ یہ درخواست مجسٹریٹ صاحب کو بھیج دی۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ہماری درخواست منظور کرتے ہوئے ایک مجسٹریٹ صاحب کی ڈیوٹی بھی لگائی جن کی موجودگی میں قبر کی کھدائی ہونا تھی۔ بہرحال اس تمام تر کارروائی میں خاصا وقت لگ گیا تھا اور اس سلسلے میں میری انتہائی حد تک کوشش تھی کہ کسی کو اس کی بھنک نہ پڑ جائے۔ لیکن دفتری کارروائی بھی ضروری تھی۔ ایک ایک لمحہ مجھ پر بھاری گزر رہا تھا۔

ادھر ایس آئی زیدی ہر لمحے میرا معاون تھا۔ یہ قابل اعتماد شخص ہر طرح سے میرے ساتھ تعاون کرتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس وقت میری ذہنی کیفیت خراب تھی۔ میں جانتا تھا کہ مدمقابل عابد کھلانہ کی طرح طاقتور ہے اور کسی بھی جگہ مجھ پر بم بلاسٹ ہو سکتا ہے۔ اس سے پہلے کہ کوئی ایسی بات ہو مجھے اپنا کام کر لینا چاہئے۔

مجسٹریٹ صاحب نے جو تاریخ مقرر کی تھی اس وقت پر میں گاڑی لے کر ان کے پاس پہنچ گیا۔ پولیس سرجن اور کیمیکل ایگزامینر کو بھی ساتھ لے لیا گیا تھا۔ اب مسئلہ ایک اور آ گیا تھا وہ یہ کہ ندرت داؤد کی قبر کی شناخت کون کرے۔ میں یوسف کو اس سلسلے میں استعمال کر سکتا تھا لیکن اس کی زندگی ہر لمحہ خطرے سے دوچار تھی۔ ایسی صورت میں مجھے یاد آیا کہ ملسانی صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ ندرت داؤد کے جنازے میں شریک ہوئے تھے۔ میں خوشی سے اچھل پڑا۔ میرے مشن کے شریک کار، میرے بہت بڑے محسن شہزاد احمد ملسانی۔ جب میں نے ان سے بات

کی تو وہ بخوشی میرے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گئے اور اس طرح میں نے انہیں کورٹ سے اپنے ساتھ لیا، وہ اپنے سارے کام چھوڑ کر میرا انتظار کر رہے تھے اور اس کے بعد ہماری پارٹی قبرستان پہنچ گئی۔

ملسانی صاحب نے قبرستان جاتے ہی ایک قبر کی نشاندہی کی اور گورکن سے کہہ کر مجسٹریٹ صاحب اور ڈاکٹر صاحب کی موجودگی میں قبر کی کھدائی شروع ہو گئی۔ آخر کار کھدائی مکمل ہوئی اور گہرائی میں ایک لاش نظر آئی۔ لیکن جب مٹی ہٹا کر لاش کو دیکھا گیا تو ہماری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ یہ ایک مرد کی لاش تھی جس کو مرے ہوئے ایک دو دن ہوئے تھے۔ میں سکتے کے عالم میں کھڑا ہوا اس قبر کو دیکھ رہا تھا۔ کیا ہوا تھا یہ...... مجسٹریٹ صاحب سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے اور ادھر شہزاد احمد ملسانی کی صورت بھی دیکھنے کے قابل تھی۔ وہ اپنے چشمے کو درست کر رہے تھے، لیکن چشمہ بار بار ان کی ناک سے پھسل رہا تھا۔ آخر کار میں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

''ملسانی صاحب! آپ کو قبر کی نشاندہی کرنے میں غلط فہمی تو نہیں ہوئی؟''

''نہیں بھائی، میرا حافظہ اتنا کمزور نہیں ہوا ہے۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ندرت داؤد کو اسی قبر میں دفن کیا گیا تھا۔''

''تو پھر یہاں مرد کی لاش کیسے آ گئی؟'' مجسٹریٹ صاحب نے کسی قدر طنزیہ انداز میں کہا۔

''اس کا جواب میں نہیں دے سکتا۔ لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یہی وہ قبر ہے جس میں ندرت داؤد کو دفن کیا گیا تھا اور اس میں بھی کوئی بہت ہی گہرا چکر ہے۔ آپ لوگوں کو اگر میری دماغی حالت پر شبہ ہے تو دوسری بات ہے اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میری دماغی حالت درست ہے تو پھر یہ سمجھ لیجئے کہ یہ وہی قبر ہے جس میں ندرت داؤد کو دفن کیا گیا تھا، کوئی اور قبر نہیں ہے یہ۔''

میرے ہوش وحواس ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیا انہوں نے ندرت داؤد کی لاش کسی اور جگہ منتقل کر دی ہے؟ وہ جس قدر صاحب اختیار اور باخبر لوگ تھے انہیں ضرور اس بات کا علم ہو گیا ہو گا۔ ضرور ضرور انہیں اس بات کا پتہ

چل گیا ہو گا کہ ہم لاش کو قبر سے نکلوا کر اس کا پوسٹ مارٹم کروانا چاہتے ہیں لہٰذا انہوں نے ثبوت غائب کرنے کے لئے لاش ہی غائب کر دی۔ اس سے زیادہ سنگین صورت حال اور کیا ہو سکتی تھی۔ بڑی ذلت اٹھانی پڑی تھی۔ ناکامی کا ایک ایسا پہاڑ میری نگاہوں کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا جسے کسی صورت میں سامنے سے نہیں ہٹایا جا سکتا تھا۔ اب سوائے اس کے کہ واپس لوٹا جائے اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔ مجسٹریٹ صاحب اور پولیس سرجن سے معذرت کی اور آخر کار ہم لوگ واپس چل پڑے۔ زیدی میرے ساتھ ہی تھا، باقی لوگوں کو ان کے ٹھکانے کی طرف روانہ کر کے میں اور زیدی پولیس ہیڈ آفس واپس آ گئے۔ زیدی اس سارے معاملے میں پوری طرح ملوث تھا، اپنے کمرے میں آ کر میں بیٹھ گیا اور میں نے کہا۔

''یار زیدی! بہت عمدہ قسم کی چائے منگواؤ۔ سارا پلان چوپٹ ہو گیا اور ہم لوگ بڑی تاریکی میں جا پڑے۔''

''سر میں ابھی منگواتا ہوں۔'' زیدی نے کہا اور باہر نکل گیا۔ میرا دماغ بھائیں بھائیں کر رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے غصے کی شدت سے تاریکی چھاتی جا رہی تھی۔ ملسانی صاحب ایک ہوش مند انسان تھے، کبھی غلط بیانی سے کام نہیں لے سکتے تھے۔ وہ جس اعتماد کے ساتھ مسلسل یہ کہے جا رہے تھے کہ قبر وہی ہے وہ اعتماد بے مقصد نہیں تھا۔ اچانک ہی میرے ذہن میں ایک بجلی سی کوند گئی۔ اگر قبر میں سے وہ لاش نکال کر دوسری لاش قبر میں دفن کی گئی ہے تو اس سلسلے میں گورکن کی مدد ضرور حاصل کی گئی ہو گی۔ عام لوگ یہ کام خود مشکل ہی سے کرتے ہیں۔ اگر وہ بہت بڑے اور باقاعدہ اور جرائم پیشہ نہ ہوں۔ ہو سکتا ہے ان لوگوں نے لاش تبدیل کرنے کے لئے گورکن کی مدد حاصل کی ہو۔ پولیس کے تو اپنے ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں لیکن عام لوگوں کو اس طرح کے ٹیکنیشن حاصل نہیں ہو سکتے۔ میں نے بے چینی سے زیدی کا انتظار کیا اور جیسے ہی وہ واپس آیا میں نے اپنا ذہن اس کے سامنے کھول دیا۔

''ویری گڈ سر...... بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ۔ چائے پیجئے، میں گورکن کو اٹھا کر لاتا ہوں''

''ہری اپ زیدی...... ہری اپ۔'' میں نے چٹکی بجا کر کہا۔

''سر آپ بالکل فکر نہ کریں۔ میں اسے زمین کی گہرائیوں سے بھی کھود کر نکال لاؤں گا۔'' زیدی بھی میری طرح جذباتی ہو رہا تھا چنانچہ وہ چند سپاہیوں کو لے کر جیپ میں بیٹھ کر چلا گیا۔ میرے سامنے تھوڑی دیر کے بعد چائے آ گئی تھی۔ نجانے کیوں میرا دل اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ گورکن کو ان کے بارے میں ضرور معلومات حاصل ہوں گی۔

بہرحال زیدی گورکن کو لے کر آیا اور ہم لوگ اسے ڈرائنگ روم میں لے گئے جہاں کا ایک نظارہ ہی اچھے اچھوں کو زبان کھولنے پر مجبور کر دیتا تھا۔ گورکن تو خیر ایک معمولی سا آدمی تھا۔

''کیا نام ہے تمہارا؟''

''نصرو ہے صاحب جی۔''

''کب سے اس قبرستان میں مردے دفناتے ہو؟''

''جب سے پیدا ہوا ہوں جناب! مجھ سے پہلے میرا باپ اس قبرستان کا گورکن تھا۔ ہم لوگ قبرستان ہی میں پیدا ہوئے اور وہیں جھونپڑی میں رہتے ہیں۔ میں نے ہوش سنبھالا تو اپنے باپ کے ساتھ قبریں کھودنا شروع کر دیں۔ باپ کے مرنے کے بعد میں یہ کام خود اکیلا کرتا ہوں۔''

''تمہیں معلوم ہے تھوڑے وقت پہلے پولیس نے ایک قبر کی کھدائی کرائی تھی؟''

''جی صاحب! پولیس کا کام تھا۔ اگر مجھے بلاتے تو میں یہ کام کر دیتا۔''

''جس قبر کو ہم نے آج کھدوایا کیا اسے دوبارہ کھودا گیا تھا؟''

''جی صاحب! میرا دل تو چاہتا تھا کہ آپ کو آ کر یہ بات بتاؤں مگر صاحب مجھے پولیس سے ڈر لگتا ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''صاب جی اس میں ایک لڑکی کی لاش تھی۔''

''تو پھر......؟''

''صاب جی پرسوں دو آدمی آئے تھے، ان کے ساتھ ایک عورت بھی تھی۔ انہوں نے مجھے پانچ سو روپے دیئے اور کہا کہ وہ اس لڑکی کے رشتے دار ہیں، اس کو

یہاں امانتاً دفن کیا گیا تھا۔ ہم لوگ اس کی لاش لے کر جا رہے ہیں۔ اس کی تدفین ہم اپنے شہر میں کریں گے۔ صاحب جی ان کے کہنے پر میں نے قبر کھول کر لاش نکالی۔ وہ لوگ ایک ہسپتال کی گاڑی میں لاش رکھ کر لے گئے۔"

"ان آدمیوں کو پہچان سکتے ہو؟"

"جی صاحب جی...... کیوں نہیں؟"

"ٹھیک ہے، اچھا سنو یہ پانچ سو روپے اور رکھو میری طرف سے۔ اس بات کا تذکرہ کسی سے نہیں کرو گے۔ ورنہ تم خود سوچ لو کہ وہ لوگ خود تمہیں جان سے مار دیں گے۔ ہمیں تمہاری ضرورت پڑی تو تمہیں دوبارہ بلا لیں گے تاکہ ان لوگوں کو پہچان لو۔ سمجھ گئے؟"

"جی صاحب جی...... آپ یہ پیسے رہنے دیں صاحب، پولیس سے پیسے لے کر ہمیں اپنی گردن تھوڑی کٹوانی ہے۔"

"نہیں، فکر مت کرو، جاؤ۔"

گورکن سلام کر کے چلا گیا اور میں سوچنے لگا کہ جس بات کا اندیشہ تھا وہی ہوا۔ ان لوگوں نے لاش غائب کر دی تاکہ پتہ نہ چل سکے کہ ندرت داؤد کی موت زہر کے اثر سے واقع ہوئی تھی۔ لیکن خوش قسمتی ساتھ دے رہی تھی۔

ابھی میں انہی سوچوں میں گم تھا کہ کنٹرول سے اطلاع ملی کہ نثار پور کے علاقے میں ایک ویران پہاڑی جگہ پر ایک انسانی لاش زمین کے اندر دفن ملی ہے۔ لاش کو ایسے ہی پتھریلی زمین کھود کر دفن کیا گیا تھا جس کی وجہ سے اس کا ہاتھ زمین سے باہر نکلا رہ گیا۔ کچھ لوگوں نے ادھر سے گزرتے ہوئے اس ہاتھ کو دیکھ کر تھانے کو اطلاع کی ہے۔ میں ایک دم سنبھل گیا اور پھرتی کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ نظام اللہ صاحب کو اطلاع دی اور اس کے بعد صرف اس امید پر چل پڑا کہ ہوسکتا ہے تقدیر میری مدد کرے۔ بہرحال ہم لوگ برق رفتاری سے اس نشاندہی کے بارے میں معلومات حاصل کر کے اس مقام پر روانہ ہو گئے جہاں لاش دفن کی گئی تھی۔ اس جگہ پہنچے اور مددگاروں کی مدد سے لاش زمین سے نکال کر لکڑی کے ایک تختے پر رکھ دی گئی۔ لاش کفن میں لپٹی ہوئی تھی۔ کفن بہت سی جگہ سے گل سڑ گیا تھا لیکن اس کے

باوجود لاش قابل شناخت تھی۔ ایک نوجوان لڑکی کی لاش تھی لیکن جس چیز نے میرے دل و دماغ میں شدید دھماکہ کیا وہ لڑکی کے ہاتھ تھے۔ ایک ہاتھ جو کفن سے باہر نکلا ہوا تھا اور جسے دیکھ کر راہ گیروں نے تھانے کو اطلاع دی تھی، کلائی کے پاس سے کٹا ہوا تھا۔ آہ...... صحیح کام ہوگیا بالکل صحیح کام ہوگیا۔ یہ ندرت داؤد ہی کی لاش تھی۔ بہرحال اس کے بعد دوسری ضروری کارروائیاں کی گئیں۔ میں نے فوراً زیدی کو بھیج کر یوسف کو بلوایا تاکہ اس لاش کی شناخت کرے۔ یوسف نے لاش کی صورت دیکھی اور اس کی حالت خراب ہوگئی۔ بہرحال اس کے بعد کی کارروائیاں معمول کے مطابق تھیں۔ کیمیکل ایگزامینر نے مختلف کیمیائی تجربوں کے بعد رپورٹ دے دی کہ ندرت داؤد کی موت ایک خاص قسم کے زہر کے اثر سے ہوئی ہے جس کو انجکشنوں کے ذریعے اس کے جسم میں پہنچایا گیا ہے اور یہ انجکشن ایک خاص طریقے سے ہاتھوں کے ذریعے لگائے جاتے ہیں۔ باقی تمام کارروائی ہوتی رہی اور یہ بات مکمل ہوگئی کہ وہ دونوں ہاتھ اسی لڑکی کے ہیں۔ کافی ثبوت فراہم ہو گئے تھے اور اب صرف گرفتاریاں باقی تھیں جس کے لئے نظام اللہ صاحب ایک بار پھر مصروف عمل ہو گئے۔ انہوں نے ڈی آئی جی صاحب کو ساری تفصیلات بتائیں اور ڈی آئی جی صاحب حیران رہ گئے۔ پھر انہوں نے مسکرا کر مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب تو مجھے بھی شبہ ہونے لگا ہے کہ تم صرف دولت مند لوگوں کو تاکتے ہو اور چن چن کر انہی کے جرائم پکڑتے ہو۔"

"گستاخی کی معافی چاہتا ہوں جناب! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ کٹے ہوئے ہاتھوں کے پارسل براہِ راست ایس پی صاحب کے پاس آئے تھے اور پھر مجھے اس کی تفتیش سونپی گئی۔"

"اور تم نے عادت کے مطابق دو بڑے آدمی تلاش کر لئے۔ ڈی آئی جی صاحب نے خوش مزاجی سے کہا پھر بولے۔ "ٹھیک ہے...... میں تمہیں ان کی گرفتاری کی اجازت دیتا ہوں۔"

ایس پی نظام اللہ صاحب نے بنفس نفیس اس ریڈ میں دلچسپی لی اور ہم نے ان کی ماتحتی میں تمام انتظامات کئے۔ دو ٹیمیں بنائی گئیں جن میں ایک کی قیادت نظام

اللہ صاحب نے اپنے ذمے لی اور دوسری پارٹی میری تحویل میں دی گئی۔ میرے سپرد ڈاکٹر سبحان کی گرفتاری کی گئی تھی۔ یہاں میں نے تھوڑی سی جرأت مندی سے کام لیا اور نادیہ صمدانی کو پوری تفصیل بتا کر اسے طلب کر لیا کہ وہ اس کارروائی کی پوری رپورٹنگ کرے۔ ادھر ایس پی نظام اللہ نے کامیاب چھاپہ مار کر راجہ فیروز کو گرفتار کیا تو ادھر میں نے ڈاکٹر سبحان کو اس کے کلینک سے گرفتار کیا اور نادیہ صمدانی نے وہاں کے ایک ایک کمرے کی تصاویر بنائیں۔ وہاں مریضوں سے انٹرویو لئے۔ سارا کام دو نمبر تھا۔ مریضوں کو پہلے منشیات کا عادی بنایا جاتا تھا پھر ان کے علاج کے بہانے ان سے لاکھوں بٹورے جاتے تھے۔ دونوں چھاپے انتہائی کامیاب رہے تھے اور نادیہ صمدانی کی پلاننگ نے ایک بار پھر میری شہرت کو چار چاند لگا دیئے تھے۔

(ختم شد)